جہنم میں پہنچانے والے اعمال

مؤلف

حضرت مولانا محمد عبداللہ اعظمی صاحب مدظلہم العالی

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

مکتبہ حمادیہ کراچی

جہنم میں پہنچانے والے اعمال

مؤلف

حضرت مولانا محمد عبداللہ اعظمی صاحب

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ حمادیہ کراچی

شاہ فیصل کالونی نمبر 2 کوڈ نمبر 75230 فون نمبر 4572537

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب:۔ جہنم میں پہنچانے والے اعمال

مؤلف:۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ اعظمی صاحب

صفحات:۔ 336

سن طباعت:۔ جنوری 2023

تعداد:۔ 1,100

قیمت:۔

مکتبہ حمادیہ کراچی

شاہ فیصل کالونی نمبر 2 کوڈ نمبر 75230 فون نمبر 02134572537

Asim@JamiaHammadia.com

www.JamiaHammadia.com

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله

رب العالمين الرحمن الرحيم

مالك يوم الدين إياك نعبد وإياك نستعين

اهدنا الصراط المستقيم

صراط الذين أنعمت عليهم

غير المغضوب عليهم ولا الضالين

حافظ انجم محمود، فیصل آباد

بسم الله الرحمن الرحيم

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا صَلَّيْتَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَعَلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيمَ

إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا بَارَكْتَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَعَلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيمَ

إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

كتبه الفقير نفيس الحسيني اللاهوري غفر الله ذنوبه وستر عيوبه في رمضان المبارك سنة ١٤١٣

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ
عرض مؤلف	۲۴
اللہ کی ذات وصفات میں شریک کرنے پر وعید جہنم	۲۹
توحید اسلام کا پہلا اور اساسی عقیدہ	۳۰
توحید اور شرک دو متضاد چیزیں	۳۰
شرک کی تعریف	۳۱
شرک کے اقسام	۳۲
(۱)......خدا کی ذات میں شریک ٹھہرانا	۳۲
(۲)......خدا کی صفات میں شریک ٹھہرانا	۳۲
(۳)......صفات کے تقاضوں میں شریک ٹھہرانا	۳۲
انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت توحید اور شرک کی مذمت	۳۲
قوموں کا ردعمل	۳۳
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت توحید کی جدوجہد اور شرک کی مذمت	۳۳
شرک کو ظلم عظیم کیوں کہا گیا؟	۳۴
مشرک کی معافی ومغفرت نہیں	۳۴
شرک کے حوالے سے انبیاء علیہم السلام کو تنبیہ	۳۵
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی تنبیہانہ خطاب	۳۶
اللہ تعالیٰ کا فیصلہ مشرک پر جنت حرام ہے	۳۶
مشرک کے علاوہ سب کو جہنم سے نکالنے کا حکم	۳۶
کامیابی کی ضمانت	۳۸
نماز کی پابندی اور اہتمام نہ کرنے پر وعید جہنم	۳۸
نماز کی اہمیت اور اس کی تاثیر	۳۹

ایمان کے بعد پہلا مطالبہ نماز کا	۳۹
نماز پڑھنے پر بشارتیں اور خوشخبریاں	۴۰
نماز نہ پڑھنے والوں کی میدان حشر میں رسوائی	۴۲
نماز چھوڑنے کی سزا چاروں آئمہ کے نزدیک	۴۲
نماز درست تو سب درست	۴۳
قیامت میں سب سے پہلے نماز کا ہی حساب ہوگا	۴۳
زکوٰۃ فرض ہوتے ہوئے ادا نہ کرنے پر وعید جہنم	۴۴
زکوٰۃ ایک مالی عبادت	۴۵
زکوٰۃ کی ادائیگی اہل ایمان کی خصوصی صفت	۴۵
زکوٰۃ کی اہمیت اور فضیلت	۴۶
منکرین زکوٰۃ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اعلان جہاد	۴۶
زکوٰۃ تین قسم کے اموال پر ہوتی ہے	۴۷
زکوٰۃ سے مال کی پاکی اور حفاظت	۴۷
زکوٰۃ نہ دینے کا وبال دنیا میں	۴۷
زکوٰۃ نہ دینے کا وبال عالمِ برزخ میں	۴۸
زکوٰۃ نہ دینے کا وبال آخرت میں	۴۸
اسی سلسلے کی یہ حدیثیں بھی ملاحظہ ہوں	۴۹
زکوٰۃ حبِ مال کو توڑنے کا ذریعہ	۵۰
مقدور ہوتے ہوئے حج نہ کرنے پر وعید جہنم	۵۱
حج اسلام کا اہم رکن	۵۲
حج کی فضیلت، ترغیب و ترہیب	۵۲
استطاعت کا مطلب	۵۳
حج نہ کرنے پر وعید نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	۵۴
حج اسلام کا تکمیلی رکن	۵۴

حج میں دوسری عبادات کی روح	۵۵
میزبان پر مہمان کا حق	۵۶
مخلصانہ حج وعمرہ کرنے پر جنت	۵۶
حاجی کی چار سو گھرانوں کے لیے سفارش	۵۶
حاجیوں کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی دعا	۵۷
حاجیوں سے واپسی پر دعا کی درخواست کرنی چاہیے	۵۷
حج کا تقاضہ کہ اسے اچھی طرح کیا جائے	۵۷
اپنی طرف سے قرآن کی تفسیر بیان کرنے پر وعید جہنم	۵۹
قرآن کریم کیا ہے؟	۵۹
تفسیر کا معنی ومفہوم	۶۰
حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے معنی ومفہوم کے ترجمان	۶۰
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ علیہم کا مزاج	۶۱
آج بھی قرآن کی اصل تفسیر محفوظ ہے	۶۲
دور ملحدانہ	۶۲
تفسیر قرآن کے بارے میں ایک شدید غلط فہمی	۶۲
قرآن کے آسان ہونے کا مطلب؟	۶۴
غور کرنے کی بات	۶۵
سزاؤں پر ایک نظر	۶۵
جو حدیث نہ ہو حدیث کہہ کر بیان کرنے پر وعید جہنم	۶۷
حدیث بیان کرنے میں احتیاط کی ہدایت	۶۸
واعظوں اور مقرروں کی بے احتیاطی	۷۰
علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد	۷۱
جاہل مصنفین کا طریقہ	۷۱
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی احتیاط	۷۲

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد	۷۳
اہل حق کی جماعت سے الگ رہنے پر وعید جہنم	۷۴
امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت	۷۵
دوزخ سے بچنے کا نسخہ	۷۵
مسلمانوں کو بڑی جماعت کے ساتھ رہنے کا حکم	۷۶
سواد اعظم کا مصداق کون؟	۷۶
مسلک دیوبند کیا ہے؟	۷۶
مسلک دیوبند اعتدال کا نام ہے	۷۷
فتنوں کے دور میں علماء دیوبند روشنی کی کرن	۷۷
دکھلاوا اور ریاکاری کرنے پر وعید جہنم	۷۸
اعمال کی قبولیت کا دارومدار نیتوں پر ہے	۸۰
ریاکاری کا معنیٰ اور حقیقت	۸۱
شہرت کے لیے عمل کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں	۸۲
ریاکاروں کی قیامت کے دن ذلت و رسوائی	۸۳
اخلاص وللّٰہیت کی برکات	۸۳
حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد	۸۵
فاسد نیت سے علم سیکھنے اور اسے چھپانے پر وعید جہنم	۸۶
دین اسلام میں علم کی اہمیت	۸۷
حصول علم ایک فریضہ ہے	۸۸
علم سیکھنے والے پر اللہ کی رحمت اور فرشتوں کی دعائیں	۸۸
علم زندگی میں بھی نافع اور آخرت میں بھی نافع	۸۹
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اہم دعا	۸۹
ریاکار عالموں کے لیے جہنم کا سخت ترین عذاب	۸۹
ریاکار اور مکار عالموں کی قیامت کے دن ذلت و رسوائی	۹۰

علم دین کا اظہار واجب، چھپانا حرام ہے	۹۰
اہم وضاحت	۹۱
والدین کو ناراض اور ان کی نافرمانی کرنے پر وعید جہنم	۹۲
والدین کی اطاعت قرآن کی روشنی میں	۹۳
اولاد سے والدین کی محبت مفادات سے بالاتر ہے	۹۴
والدین کے راضی ہونے پر اولاد کے لیے جنت	۹۴
ماں باپ کی زیادتی کے باوجود اولاد کو حسن سلوک کا حکم	۹۵
والدین کی خدمت وحسن سلوک کے لیے ان کا مسلمان ہونا ضروری نہیں	۹۵
رضاعی ماں کی بھی تعظیم ضروری ہے	۹۵
خدمت کے لحاظ سے ماں کا درجہ زیادہ ہے	۹۶
شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ والدین کی نافرمانی ہے	۹۶
اولاد احسان فراموشی نہ کرے	۹۷
والدین کی حق تلفی کی سزا مرنے سے پہلے ملتی ہے	۹۷
(۱)...... ماں کی دعا سے اچھی موت کا مشاہدہ	۹۸
(۲)...... ماں کی بددعا سے بری موت کا مشاہدہ	۹۸
(۳)...... ماں کے ساتھ ظلم وزیادتی کی وجہ سے بری موت	۹۹
ماں باپ کو ستانے والا جنت میں نہیں جائے گا	۹۹
والدین کے مرنے کے بعد بھی ان کے حقوق ہیں	۹۹
مسلمان کو ناحق قتل کرنے پر وعید جہنم	۱۰۱
دین اسلام میں انسانیت کی تکریم	۱۰۲
ایک مسلمان کی تعریف	۱۰۲
ایک مسلمان کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرنا بھی حرام ہے	۱۰۳
مسلمان کی جان و مال کعبہ کی حرمت سے بھی زیادہ ہے	۱۰۳

کسی مسلمان کے قتل میں اعانت کی سزا	۱۰۴
قاتل و مقتول دونوں جہنم میں	۱۰۵
قتل کی سزا ایک نظر میں	۱۰۶
شرک اور قتل کا گناہ معاف نہیں	۱۰۷
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی	۱۰۷
قتل کی مستثنیٰ صورتیں	۱۰۸
کسی مسلمان کو بلا وجہ بدنام کرنے پر وعید جہنم	۱۱۰
ایک مسلمان پر عام مسلمان کے حقوق	۱۱۱
اہل ایمان کے ساتھ ہمدردانہ معاملہ کرنے کا حکم	۱۱۲
مسلمان آپس میں اخوت و محبت کے رشتے میں	۱۱۲
مسلمان کو رسوائی کے موقع سے بچانے کا ثواب	۱۱۳
حفاظت عزت اور مدافعت کا ثواب	۱۱۳
مسلمان کی عظمت و حرمت	۱۱۳
مسلمانوں کا خون، اس کا مال اور اس کی آبرو سب حرام ہے	۱۱۴
مسلمان کو ستانے اور رسوا کرنے والوں کا حشر	۱۱۴
کسی مسلمان کو نقصان پہنچانے یا دھوکہ دینے پر وعید جہنم	۱۱۶
کاروبار میں دھوکہ اور فریب کی مختلف صورتیں	۱۱۶
ملاوٹ ایک دھوکہ اور اس کے نقصانات	۱۱۷
ملاوٹ کالا ناگ، عبرتناک انجام	۱۱۹
عیب چھپا کر بیچنے والے پر اللہ کا غضب و غصہ	۱۱۹
حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ تقویٰ	۱۲۰
پڑوسیوں کو ستانے اور تکلیف دینے پر وعید جہنم	۱۲۲
مسلم معاشرے میں پڑوسی کی اہمیت	۱۲۲

بہتر وہ جو پڑوسی کے حق میں بہتر ہو	۱۲۳
حضرت جبرئیل علیہ السلام کی تاکید	۱۲۳
مومن ہونے کی پہچان	۱۲۳
پڑوسیوں کے بعض متعینہ حقوق	۱۲۴
حقوق کی ادائیگی میں مذہب کی تخصیص نہیں	۱۲۵
پڑوسیوں کو تکلیف دینے والی عورت کا انجام	۱۲۵
پڑوسی کی تین قسمیں	۱۲۵
دنیا میں دوسروں کا حق مارنے پر وعید جہنم	۱۲۷
بندوں کے تین رجسٹر	۱۲۸
حقوق العباد کی اہمیت	۱۲۸
معاشرے کی بے حسی کا ایک بڑا المیہ	۱۳۰
دنیا کے دھوکے سے نکلنے کی ضرورت ہے	۱۳۱
خودکشی کرنے یعنی اپنی جان کو ہلاک کرنے پر وعید جہنم	۱۳۲
اسلام میں خودکشی کی ممانعت	۱۳۲
حالات سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنا بھی جائز نہیں	۱۳۳
ایک شرعی مسئلہ	۱۳۳
دنیا بندے کے لیے امتحان گاہ ہے	۱۳۴
خودکشی کرنے والے کو جہنم میں سزا	۱۳۴
خوشی ملنے پر عیش تو مصائب پر صبر بھی لازم ہے	۱۳۴
جہاد جیسا عمل بھی جہنم سے نہ بچا سکا	۱۳۵
خودکشی کے بجائے دعاؤں کا سہارا لیجیے	۱۳۶
دعا پریشانی سے نجات کا ذریعہ	۱۳۶
سودی معاملات کرنے پر وعید جہنم	۱۳۸
سودی معاملات ایک لعنت	۱۳۹

ہماری بدقسمتی اور شامت اعمال	۱۴۰
سود کی افادیت کا رونا شیطانی چال ہے	۱۴۱
سود کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات	۱۴۱
سود کھانے پر وعید شدید	۱۴۲
سود خوروں کی عالمِ برزخ میں بدحالی	۱۴۲
سود کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک پیش گوئی	۱۴۲
رشوت کے لینے دینے پر وعید جہنم	۱۴۴
رشوت کی تعریف	۱۴۴
رشوت معاشرتی بگاڑ کا بنیادی سبب	۱۴۴
رزق حلال پر سب سے زیادہ زور	۱۴۵
رشوت اور اس کی مضرتیں	۱۴۵
رشوت کی وبا کیوں پھیلتی ہے؟	۱۴۶
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے لعنت	۱۴۷
رشوت اور ہدیہ میں فرق	۱۴۷
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات	۱۴۹
رشوت کے اثرات بد اور اس کی نحوست	۱۵۰
ہمارے معاشرے کا المیہ	۱۵۰
رشوت کے گناہ کی سنگینی	۱۵۱
شراب نوشی کی عادت اپنانے پر وعید جہنم	۱۵۲
اسلام اور حرمت شراب کا اعلان	۱۵۲
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعمیلِ حکم کا جذبہ	۱۵۳
ایک صحابی کا اہم واقعہ پڑھیے	۱۵۴
شراب نوشی اور اس کی خرید وفروخت کا گناہ	۱۵۴
فروخت شدہ شراب کی قیمت بھی حرام	۱۵۵

شراب پینے والے کے لیے مختلف سزائیں	۱۵۶
شراب ملی ہوئی اشیاء کی خرید وفروخت	۱۵۶
ہر نشہ آور چیز کے استعمال کرنے پر وعید جہنم	۱۵۷
نشہ لانے والی ہر چیز حرام ہے	۱۵۸
نشہ لانے والی چیز کم ہو یا زیادہ سب حرام ہے	۱۵۸
منشیات کا استعمال ایک خطرناک صورتحال	۱۵۸
نشہ کرنے والے کی بدنصیبی	۱۵۹
اسلام کی صداقت	۱۵۹
یتیم کا مال ظلماً کھانے پر وعید جہنم	۱۶۰
یتیم کون ہے؟	۱۶۰
ہمارے معاشرے کا المیہ	۱۶۰
یتیم کے مال کی خصوصیت	۱۶۲
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی احتیاط	۱۶۳
یتیم کا مال اس کے سپرد کب کیا جائے؟	۱۶۳
قیامت کے روز امت کا مفلس کون؟	۱۶۴
یتیم کی پرورش اور دیکھ بھال پر جنت	۱۶۴
عورت کا شوہر سے طلاق طلب کرنے پر وعید جہنم	۱۶۶
نکاح ایک عظیم نعمت	۱۶۶
طلاق ایک ناپسندیدہ عمل ہے	۱۶۷
طلاق ایسا منحوس عمل ہے کہ عرش بھی ہل جاتا ہے	
ناپسندیدہ شوہر سے طلاق لی جاسکتی ہے	۱۶۹
آپس کے اختلافات حل کرنے کا طریقہ	۱۶۹
اپنے بچے کا انکار یا غیر کا بچہ شوہر کی طرف منسوب کرنے پر وعید جہنم	۱۷۱
اسلام میں تہمت ایک تباہ کن گناہ	۱۷۲

عورتوں پر بہتان باندھنا تو اور بہت بڑا گناہ ہے	۱۷۳
اسلام میں تہمت لگانے کی سزا	۱۷۳
بے حیائی کا چرچا اور رواج دینے والوں کے لیے وعید	۱۷۴
تہمت کی سزا، ایک عبرتناک واقعہ	۱۷۵
وصیت میں حقداروں کو نقصان پہنچانے پر وعید جہنم	۱۷۷
وصیت کا معنیٰ و مطلب	۱۷۷
وصیت ایک دینی و شرعی معاملہ ہے	۱۷۸
وصیت میں وارث کو نقصان نہ پہنچایا جائے ورنہ	۱۷۸
وصیت میں گڑبڑ کرنے والے سوچیں	۱۷۹
شریعت کے مطابق وصیت کرنے پر گناہ معاف	۱۷۹
وصیت کو بدلنے کا گناہ	۱۸۰
وارثوں کو نقصان پہنچانے کی مختلف صورتیں	۱۸۱
علم وراثت کی اہمیت اور تقسیم میراث کا فریضہ	۱۸۲
وارثوں کے لیے مال چھوڑنا بھی ثواب ہے	۱۸۲
گناہ کی وصیت کرنا گناہ ہے	۱۸۳
باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرنے پر وعید جہنم	۱۸۴
نسب اور خاندان فضیلت کی چیز نہیں	۱۸۴
حجۃ الوداع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد	۱۸۵
نسب بدلنے والے پر جنت حرام	۱۸۶
نسب بدلنے والے کی کوئی عبادت قبول نہیں	۱۸۷
نسب بدلنے والا جنت کی خوشبو سے بھی محروم ہوگا	۱۸۷
غیر کی طرف منسوب کرنا کفر ہے	۱۸۷
اپنے کہے پر عمل نہ کرنے پر وعید جہنم	۱۸۹
بے عمل واعظ کی مذمت	۱۹۰

بے عمل واعظوں اور مقرروں کی سزا	۱۹۱
تکبر وغرور اور فخر کرنے پر وعید جہنم	۱۹۳
تکبر ایک معاشرتی برائی	۱۹۳
تمام گناہوں کی جڑ ''تکبر'' ہے	۱۹۵
تواضع اور تکبر دونوں کا انجام مختلف	۱۹۶
متکبروں کا حشر اور آخرت کی ذلت ورسوائی	۱۹۶
جہنم میں کس قسم کے لوگ داخل ہوں گے	۱۹۶
جنت میں کس قسم کے لوگ داخل ہوں گے	۱۹۷
ر جہنم کا مکالمہ	۱۹۷
تکبر جمال پسندی، دو مختلف چیزیں	۱۹۸
بات کرنے میں بے احتیاطی برتنے پر وعید جہنم	۲۰۰
زبان و بیان کی اہمیت	۲۰۰
زبان اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت	۲۰۱
اعضاء انسانی میں زبان کی حیثیت	۲۰۱
تمام اعضاء کی زبان کے آگے فریاد	۲۰۲
زبان کی کھیتیاں	۲۰۲
انسان اپنے قدم سے اتنا نہیں پھسلتا جتنا اپنی زبان سے پھسلتا ہے	۲۰۳
زبان کی حفاظت اور کنٹرول بہت ضروری ہے	۲۰۳
زبان اور نعمت گویائی کا تقاضہ	۲۰۳
زیادہ نفع کے لیے ذخیرہ اندوزی کرنے پر وعید جہنم	۲۰۵
اسلام میں تجارت کا مقصد	۲۰۵
ذخیرہ اندوزی، منافع خوری ایذا کی بدترین صورت	۲۰۶
تجارت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات	۲۰۷

ذخیرہ اندوزی کرنے والے کے لیے وعید نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ۲۰۷
ذخیرہ اندوز کوڑھ کے مرض میں مبتلا ہو کر رہے گا ۲۰۷
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سخاوت کا ایک اہم واقعہ ۲۰۸
(غصب) کسی کی چیز ظلماً اور زبردستی لینے پر وعید جہنم ۲۱۰
غصب کا معنی و مفہوم ۲۱۰
غصب کی مختلف سزائیں ۲۱۱
معمولی چیز بھی لی ہے تو واپس کرنے کا حکم ۲۱۲
جھوٹ کی عادت اپنانے پر وعید جہنم ۲۱۳
سچ اور جھوٹ دو متضاد چیزیں .... [illegible]
سچائی سکون، برکت اور نجات کا ذریعہ ہے .... [illegible]
سچائی تقویٰ کا پہلا زینہ ہے .... ۲۱[illegible]
اہل ایمان کو سچوں کے ساتھ رہنے کا حکم .... ۲۱[illegible]
سچائی کی تین قسمیں .... ۲۱[illegible]
زبان کی سچائی .... [illegible]
دل کی سچائی .... [illegible]
عمل کی سچائی .... [illegible]
لوگوں کے پہچاننے کا معیار ۲۱۷
جھوٹ بولنا مہلک ترین گناہ ۲۱۸
ایمان اور جھوٹ جمع نہیں ہو سکتے ۲۱۹
جھوٹ کی گندگی اور سرانڈ کا اثر ۲۱۹
بچوں کو بہلانے کے لیے بھی جھوٹ بولنا جائز نہیں ۲۲۰
حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جھوٹ سے نفرت ۲۲۰
[illegible] کے لیے عبرت و نصیحت ۲۲۱

منافق کی تین پہچان....................................	۲۲۱
لوگوں کی ایک غلط سوچ....................................	۲۲۲
جھوٹی قسم یا جھوٹی گواہی دے کر کسی کا حق مارنے پر وعید جہنم	۲۲۳
قسم کی تین قسمیں....................................	۲۲۴
تین بدقسمت لوگ....................................	۲۲۴
جھوٹی قسم کے ذریعے بے ایمانی کرنا، کسی کا حق مارنا....................................	۲۲۵
جھوٹی قسم کھانے والے پر خدا کا غصہ....................................	۲۲۵
جھوٹی قسم اور جھوٹا دعویٰ کرنے والوں کا ٹھکانہ....................................	۲۲۵
عدالتی فیصلے سے حرام چیز حلال نہیں ہوتی....................................	۲۲۶
جھوٹی قسم اور جھوٹی گواہی بڑے گناہوں میں شامل....................................	۲۲۷
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اپنے فیصلے کے حوالے سے....................................	۲۲۶
جھوٹی قسمیں کھا کر مال فروخت کرنے کا وبال	۲۲۹
قسم کے معنی اور اس کی حقیقت....................................	۲۳۰
زیادہ قسمیں کھانے سے انسان بے اعتبار ہو جاتا ہے....................................	۲۳۰
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ....................................	۲۳۱
لین دین میں قسمیں کھانے کا نقصان....................................	۲۳۱
سب سے بہترین کمائی....................................	۲۳۲
کاروبار میں نامناسب باتوں کا کفارہ....................................	۲۳۲
زبان اور شرمگاہ کے غلط استعمال پر وعید جہنم	۲۳۳
(۱)......زبان کا صحیح استعمال....................................	۲۳۳
اعضاء انسانی میں زبان کی حیثیت....................................	۲۳۳
تمام اعضاء کی زبان کے آگے فریاد....................................	۲۳۳
زبان کی خوبیاں اور خرابیاں....................................	۲۳۵

زبان کو قابو میں رکھنا نجات کا راستہ ہے	۲۳۵
حضور ﷺ کی طرف سے جنت کی ضمانت	۲۳۵
زبان کی کھیتیاں	۲۳۶
انسان اپنے قدم سے اتنا نہیں پھسلتا جتنا اپنی زبان سے پھسلتا ہے	۲۳۶
(۲)......شرمگاہ کی حفاظت	۲۳۶
اہل ایمان کی خصوصی صفت	۲۳۶
زنا کے محرکات سے بھی بچنے کا حکم	۲۳۷
زنا کی دنیوی سزا	۲۳۸
زنا کی اخروی سزا	۲۳۸
مال حرام سے نشوونما پانے والے کے لیے وعید جہنم	۲۳۹
حلال کمائی کی فضیلت اور اعمال صالحہ	۲۳۹
انسان اور جانور میں فرق	۲۴۰
رزق حلال کی طلب ایک اہم فریضہ	۲۴۱
حلال کمانے والے کا درجہ	۲۴۱
اپنے ہاتھوں سے کمائی کی فضیلت	۲۴۱
حلال مال و دولت اللہ کی ایک نعمت	۲۴۲
قبولیت دعا میں رزق حلال کا اثر	۲۴۲
ایک واقعہ پڑھیے	۲۴۳
حرام کی نحوست اور اس کا وبال	۲۴۳
بے حیائی والا لباس پہننے پر وعید جہنم	۲۴۶
یہ دو گروہ کون کون سے ہیں؟	۲۴۷
لباس شرم و حیا کی علامت	۲۴۷
عورت کی عفت و عصمت سب سے قیمتی ہے	۲۴۹

تہذیب مغرب کی تباہ کاریاں	۲۵۰
حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اہم تحریر	۲۵۰
مغربی تہذیب چھوڑ کر اسلامی تہذیب اپنائیں	۲۵۲
دوغلہ پن اختیار کرنے پر وعید جہنم	۲۵۳
لگائی بجھائی منافقت ہے	۲۵۳
منافقین کا کردار	۲۵۴
دوغلہ پن یعنی منافقت کا آغاز	۲۴۴
دوغلہ یعنی منافقین کا انجام دنیوی واخروی	۲۵۵
دوغلہ قیامت کے دن بری حالت میں ہوگا	۲۵۷
ایک مسلمان کا کردار ادا کیا جائے	۲۵۷
دوسروں کی چغلی کھانے پر وعید جہنم	۲۵۸
چغلی کی تعریف	۲۵۸
چغل خور کا مقصد لڑانا ہوتا ہے	۲۵۹
ایک واقعہ پڑھیے	۲۵۹
چغلی غیبت سے بدتر ہے	۲۶۰
چغل خوری کا نقصان	۲۶۰
حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دربار کا واقعہ	۲۶۱
میاں بیوی کے درمیان جدائی کرنے والے کے لیے سخت وعید	۲۶۱
چغل خور سے ہوشیار رہا جائے	۲۶۲
چغل خوری عذاب قبر کا سبب ہے	۲۶۲
عذاب قبر برحق ہے	۲۶۳
عذاب قبر کا ایک اور واقعہ پڑھیے	۲۶۴
جاندار کی تصویر کشی پر وعید جہنم	۲۶۵
اسلام میں جاندار کی تصویر بنانے اور استعمال کرنے کی ممانعت	۲۶۶

جاندار کی تصویر کشی کا گناہ	۲۶۷
تصویر بنانے والے کی قیامت کے دن ذلت	۲۶۸
شوقیہ کتا پالنا عظیم گناہ ہے	۲۶۹
شوقیہ کتا پالنے پر ثواب میں کمی	۲۶۹
ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے پر وعید جہنم	۲۷۱
شریعت مطہرہ کا حکم	۲۷۱
آج کا فیشن اور لوگوں کی سوچ	۲۷۲
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں	۲۷۲
تین آدمیوں کی بدنصیبی	۲۷۲
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جان کنی کے وقت کا واقعہ پڑھیے	۲۷۳
رشتہ داروں سے قطع رحمی کرنے پر وعید جہنم	۲۷۵
صلہ رحمی کی اہمیت	۲۷۵
صلہ رحمی، رزق اور عمر میں برکت کا سبب ہے	۲۷۷
صلہ رحمی پر جلدی اجر وثواب ملتا ہے	۲۷۷
صلہ رحمی کرنا نفلی عبادت سے افضل ہے	۲۷۸
بے حیائی و بے شرمی اختیار کرنے پر وعید جہنم	۲۷۹
شرم وحیا ایک خصوصی وصف	۲۷۹
صفت شرم وحیا میں صحبت کا اثر	۲۸۰
حیا ایمان کا حصہ ہے	۲۸۱
فحاشی سے دور رہنے کی تاکید	۲۸۱
ایک اہم نکتہ	۲۸۲
نبوت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شرم وحیا	۲۸۲
نبوت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال	۲۸۲
شرم وحیا کے حوالے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات	۲۸۲

قرض لے کر ادا نہ کرنے پر وعید جہنم	۲۸۵
قرض دینے کی فضیلت اور اس کا ثواب	۲۸۶
شہید کا ہر گناہ معاف مگر قرض معاف نہیں	۲۸۷
قرض سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ طلبی	۲۸۷
بلاضرورت قرض لینے کا گناہ	۲۸۸
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ پڑھانے سے انکار	۲۸۸
قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنے کا گناہ	۲۸۹
ٹال مٹول کی قانونی سزا	۲۸۹
قیامت میں مقروض کی معافی نہیں	۲۹۰
قرض دار کا کل یا جز معاف کرنے اور مہلت دینے کا ثواب	۲۹۰
لوگوں سے بداخلاقی کرنے پر وعید جہنم	۲۹۲
دین میں اخلاق کی اہمیت	۲۹۲
حسنِ اخلاق کیا ہے؟	۲۹۳
انسانی زندگی پر اخلاق کے اثرات	۲۹۴
انسان اپنے اچھے اخلاق سے پہچانا جاتا ہے	۲۹۴
سب سے اچھے وہ جن کے اخلاق اچھے	۲۹۵
میزان عمل میں بھاری چیز اخلاق ہے	۲۹۵
حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت	۲۹۵
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق حسنہ	۲۹۶
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اہم دعا	۲۹۶
اللہ کے راستے میں خرچ نہ کرنے یعنی بخل کرنے پر وعید جہنم	۲۹۸
بخل، ایک معاشرتی برائی	۲۹۹
بخل کی مذمت اور بخیل کا انجام بد	۳۰۰
بخل کے حوالے سے قارون کی مثال اور اس کا انجام	۳۰۱

بخل کا انجام بخل کرنے والوں پر ہی ہے	۳۰۲
اہل ایمان میں دو خصلتیں جمع نہیں ہو سکتیں	۳۰۲
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا	۳۰۲
انفاق فی سبیل اللہ کا مفہوم	۳۰۲
انفاق فی سبیل اللہ میں تعجیل کا حکم	۳۰۲
انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت	۳۰۳
شریعت کے مطابق خرچ پر بدل کا وعدہ	۳۰۳
شیطان انسان کا دشمن، وہ فقر سے ڈراتا ہے	۳۰۴
سخت مزاج اور درشت آدمی کے لیے وعید جہنم	۳۰۶
نرم مزاجی کے وسیع فوائد	۳۰۷
نرم مزاجی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی تعلیم	۳۰۷
نرم مزاج شخص کے لیے دوزخ کی آگ حرام	۳۰۸
سخت مزاجی کے نقصانات	۳۰۸
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ ہمارے لیے نمونہ	۳۰۹
ناپ تول میں کمی کرنے والے کے لیے تباہی	۳۱۰
کاروبار میں دیانت داری	۳۱۰
ناپ تول کو صحیح اور پورا رکھنے کا حکم	۳۱۱
حضرت شعیب علیہ السلام کی امت کی کمزوری	۳۱۲
قوم کو حضرت شعیب علیہ السلام کی نصیحت	۳۱۳
حضرت شعیب علیہ السلام کو قوم کا جواب	۳۱۴
قوم شعیب علیہ السلام پر عذاب خداوندی	۳۱۵
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت کو تنبیہ	۳۱۵
کسی معاہد کے قتل کرنے پر وعید جہنم	۳۱۷
اسلام میں عہد و معاہدے کی اہمیت	۳۱۷

غیر مسلم سے معاہدہ اور ظلم کی ممانعت	۳۱۸
اللہ تعالیٰ کا تین لوگوں سے جھگڑا	۳۱۹
قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وکالت	۳۲۰
فیصلوں میں ظلم کرنے پر وعید جہنم	۳۲۱
عہدہ و منصب کا تقاضہ	۳۲۱
عدل کی تعریف	۳۲۲
عدل وانصاف کا تاکیدی حکم	۳۲۲
عدل وانصاف میں مسلم وغیر مسلم سب برابر ہیں	۳۲۳
فیصلہ کرنے کی ذمہ داری معمولی کام نہیں	۳۲۳
جنتی اور دوزخی حاکم و قاضی	۳۲۴
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عدل، ایک مثال	۳۲۵
خلافت راشدہ میں عدل کی مثالیں	۳۲۵
ہمارے حکام کے لیے بڑا سبق	۳۲۷
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد	۳۲۷
ظلم کی تاثیر، واقعہ عجیبہ	۳۲۷
مال غنیمت میں خیانت کرنے پر وعید جہنم	۳۲۹
اسلام اور خیانت	۳۲۹
خیانت کے معنیٰ میں وسعت	۳۳۰
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خیانت سے پناہ	۳۳۰
خائن کا حشر قیامت کے دن	۳۳۱
مدعم نامی غلام کی خیانت کا واقعہ	۳۳۲
دوسرے کی چیز کا استعمال بھی خیانت ہے	۳۳۳
امانت داری کو شعار بنائیں	۳۳۳
جھوٹ اور خیانت ایمان کے منافی ہے	۳۳۴
ماخذ ومراجع	۳۳۵

عرض مؤلف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ

سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد

جنت اور دوزخ دونوں برحق ہیں۔ جنت اللہ کی نعمتوں سے بھری ہوئی ہے جبکہ دوزخ اللہ کے عذابات سے بھری ہوئی ہے۔غیب اور عالم آخرت کی جن حقیقتوں پر ایمان لانا ضروری ہے اور جن پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا،انہیں میں سے جنت اور جہنم بھی ہے۔مگر ہم اس دنیا میں اس عقل کے ساتھ جنت وجہنم کی اصل کیفیت اور حقیقت پورے طور پر نہیں سمجھ سکتے۔ بس اس پر قرآن وحدیث کے فرمان کے مطابق عقل سے بالاتر ہو کر قلبی ایمان رکھنا ضروری ہے اور جو کچھ قرآن وحدیث میں جنت یا جہنم کے متعلق فرمایا گیا ہے وہ بالکل اٹل اور برحق ہے۔

قرآن وحدیث میں جنت اور جہنم سے متعلق جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس کا مقصد یہ نہیں کہ جو کچھ وہاں پیش آنے والا ہے اس کو ہم یہاں دنیا میں پوری طرح سمجھ لیں، جان لیں اور وہاں کے حالات کا صحیح اور اصل نقشہ ہمارے سامنے آجائے بلکہ اس بیان کا اصل مقصد تبشیر اور انذار ہے۔یعنی جنت کا شوق اور دوزخ کا خوف دلا کر اللہ کی رضا والی اور دوزخ سے بچا کر جنت میں پہنچانے والی زندگی پر اللہ کے بندوں کو آمادہ کرنا ہے اور ایسی آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ کا حق یہی ہے کہ ان کے پڑھنے اور سننے سے شوق جنت اور خوف جہنم کی کیفیت پیدا ہوں۔

اسی شوق جنت کو پیدا کرنے کے لیے اس سے قبل احادیث مبارکہ کے دوگلدستے ہدیہ قارئین کر چکا ہوں۔ ایک بنام ”گناہوں کو مٹانے والے اعمال“ اور دوسرا بنام ”جنت میں

پہنچانے والے اعمال"۔ جب یہ دونوں گلدستے قارئین کی خدمت میں طبع ہوکر پہنچے تو قارئین نے بہت فائدہ محسوس کیا۔ بعض دوستوں نے با اصرار یہ بات کہی کہ اب حدیث مبارکہ کا تیسرا گلدستہ بنام "جہنم میں پہنچانے والے اعمال" بھی جلد آنا چاہیے۔

دوستوں کی خواہش اپنی جگہ لیکن جب میں نے "جنت میں پہنچانے والے اعمال" کی ترتیب مکمل کی تو اسی وقت سے میرے پیش نظر یہ بات تھی کہ "جہنم میں پہنچانے والے اعمال" ترتیب دوں گا اور ان گناہوں کو جمع کروں گا جن پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کی سزا سنائی ہے۔ بحمد للہ اللہ تعالیٰ نے اس کی توفیق عطا فرمائی اور ہمت و طاقت بھی عطا فرمائی اور بہت ہی مختصر مدت میں یہ گلدستہ بھی مکمل ہوا۔

پھر وہی بات کہوں گا کہ یہ میری کوئی باقاعدہ ذاتی تصنیف نہیں ہے بلکہ اپنے اکابرین و بزرگان دین کی مختلف تفاسیر اور احادیث مبارکہ کی مختلف کتب، ان کی شروحات اور ان کے علمی جواہر پاروں سے بھرپور استفادہ ہے جو میں نے یکجا کیا ہے اور اسے کتابی شکل دی ہے۔ اپنے بزرگوں اور اکابرین کے عظیم تر علمی کاموں کو مطالعہ کے دوران بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا اور یہ یقین پختہ سے پختہ تر ہوگیا کہ ہمارے اکابرین اور بزرگان دین نے اپنی زندگیاں کھپا کر جو عظیم علمی احسانات امت پر کیے ہیں اور کررہے ہیں ان سے امت کبھی بھی سبکدوش نہیں ہوسکتی اور نہ ہی کبھی بے نیاز ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ پوری امت کی طرف سے ہمارے اکابرین اور بزرگان دین کو ان کے دینی خدمات پر اپنے شایان شان بہترین جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی دینی خدمات کو ان کے بلندی درجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

زیر نظر کتاب پچاس احادیث مبارکہ پر مشتمل ہے، جس میں مختلف موضوعات پر بڑے گناہوں کا تذکرہ ہے، جس کے کرنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت سے محروم اور جہنم اس کا ٹھکانہ بتایا ہے۔ جب تک جہنم میں جاکر اس گناہ کی سزا نہ بھگت لے جنت میں داخل نہ ہوسکے گا۔ (اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ فرمائے۔ آمین)

وضاحت ا:...... جن احادیث میں لا یدخل الجنۃ (کہ وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا) اس کے بارے میں محدثین نے لکھا ہے کہ اس میں دخول اولیٰ کی نفی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بغیر سزا بھگتے ہوئے جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ سزا پاکر ہی جنت میں داخل ہوں گے۔ ہاں اللہ تعالیٰ

اپنے فضل وکرم سے معاف فرمادیں تو یہ اور بات ہے، ورنہ ضابطہ وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

وضاحت ۲:...... جن احادیث میں یہ مذکور ہے کہ جنت حرام ہے تو اس کا مطلب محدثین نے یہ لکھا ہے کہ اولین صالحین کے ساتھ جنت میں داخل ہونا اس پر حرام ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے فعل کی سزا پالے۔

جہنم تو جہنم ہے، جس سے انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت سے اپنی دعاؤں میں جہنم سے پناہ مانگی ہے اور امت کو بھی اسی کی تعلیم دی ہے۔

دنیا کی آگ جہنم کی آگ کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری یہ آگ جہنم کی آگ کا سترواں حصہ ہے اور اس کے ستر حصوں میں سے ہر حصہ کی تپش اس آگ کی تپش کے برابر ہے۔

اگر انسان خصوصاً ایک مسلمان جہنم کے عذابات، اس کی ہولناکیوں اور اس کی سختیوں کو اپنے سامنے رکھے تو ان شاء اللہ ثم ان شاء اللہ انسان بہت سے گناہوں سے بچ کر جہنم سے اپنے آپ کو چھٹکارہ دلا سکتا ہے۔

قرآن کریم نے انسانوں کی کامیابی وناکامی کے حوالے سے ایک جملہ استعمال فرمایا ہے:

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ط (سورہ آل عمران، ۱۸۵)

”جو دور کردیا گیا جہنم سے اور داخل کردیا گیا جنت میں، پس وہی کامیاب ہے۔“

یہ بات طے ہوگئی کہ جہنم سے چھٹکارہ اور جنت میں دخول ہی کامیابی اور کامرانی ہے۔ دنیا میں کامیابی چاہے ملے یا نہ ملے لیکن آخرت کی زندگی میں جہنم سے چھٹکارہ مل جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابدی کامیابی کا اعلان ہوجائے تو بڑی خوش نصیبی اور سعادت کی بات ہے۔

(اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنت میں داخل فرمائے اور جہنم سے محفوظ فرمائے۔ آمین)

حقیقت میں لوگوں کی اکثریت ایسی ہے جو رواج کی وجہ سے بہت سے کام کرگزرتے ہیں، مگر ان کا ذہن اس طرف بالکل نہیں جاتا کہ ہمارا یہ فعل کہیں گناہ تو نہیں ہے؟ بہت سے لوگ اپنے عمل کو گناہ تو سمجھتے ہیں مگر چونکہ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کس درجہ کا گناہ ہے اس لیے کبیرہ گناہوں کو معمول سمجھ کر کرتے رہتے ہیں اور انجام سے بے خبر کہ جہنم اس کا ٹھکانہ بن رہا ہے۔

اس کتاب کی تالیف کا مقصد صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کو یہ پتہ چل جائے کہ عمومی زندگی میں آج کل جن اعمال نے جگہ پکڑ رکھی ہے اُن میں کون کون سے اعمال گناہ کبیرہ ہیں اور ان گناہوں میں کیا وعیدیں ہیں اور ان کے ارتکاب سے دنیا وآخرت کا کیا نقصان ہے۔

اس کتاب میں پچاس جن گناہوں کا ذکر ہے، سب ہی گناہ کبیرہ ہیں۔ سب گناہوں کا انجام بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمادیا ہے۔

لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ قارئین اپنی زندگیوں کا جائزہ لیں اور جن گناہوں میں مبتلا ہیں اس کا انجام سامنے رکھ کر اسے ترک کریں۔ اس لیے کہ ہم میں سے کسی میں یہ طاقت نہیں ہے کہ برزخ، میدان حشر اور جہنم کے عذاب کو سہہ سکیں۔ اگر کتاب کا مطالعہ، نفس کا مراقبہ اور محاسبہ کرتے رہیں گے تو ان شاء اللہ ایک دن ضرور توبہ کی توفیق ہو جائے گی اور گناہ بھی چھوٹ جائیں گے۔ (ان شاء اللہ)

آخر میں سب سے پہلے تو شکر گذار ہوں اپنے پروردگار کا، جس نے مجھے تمام تر بضاعتی کے باوجود اپنے محبوب پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مبارکہ پر مشتمل تیسرا خوبصورت مجموعہ ترتیب اور طباعت سے آراستہ کرنے کی سعادت وتوفیق عطا فرمائی اور اس کے لیے ہمت و طاقت بھی دی۔ فللہ الحمد ولہ الشکر۔

اور میں تہہ دل سے شکر گذار ہوں حضرت مولانا مفتی احسان اللہ شائق صاحب دامت برکاتہم (استاذ ونائب مفتی جامعۃ الرشید، کراچی) کا جن کی مشاورت ومعاونت میرے لیے قیمتی اثاثہ ہے جو اپنا قیمتی وقت نکال کر میرے مسودے دیکھتے بھی ہیں اور رہنمائی بھی فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے شایان شان ان حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

اور ساتھ ہی ان مخلص دوستوں کا بھی شکر گذار ہوں، جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں دامے، درمے، قدمے کسی بھی قسم کی شرکت فرمائی اور میرے معاون بنے۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل اور ان کے اموال میں برکت عطا فرمائے اور سب کو اپنی رضا اور خصوصی برکتوں ورحمتوں سے نوازے۔ آمین!

اس موقع پر مکتبہ حمادیہ کے ذمہ دار مفتی عاصم عبداللہ صاحب زید مجدہم استاذ ومفتی جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی کراچی کا بھی شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے میری تمام کتب کو

بہت اچھے انداز میں شائع کیا اور اس کے لیے تمام تر کوشش کی۔

(اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین)

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور سب کے لیے نافع بنائے۔ مؤلف، اس کے والدین، اساتذہ کرام، معاونین وناشرین کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین!

اللهم انا نسئلك الجنة ونعوذبك من غضبك والنار۔ اللهم اجرنامن النار اللهم اجرنامن النار اللهم اجرنامن النار

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم

وصلى الله تعالى على خير خلقه محمدواله واصحابه اجمعين۔ برحمتك ياارحم الراحمين

احقر محمد عبداللہ اعظمی

فاضل جامعہ دارالعلوم، کراچی

اللہ کی ذات وصفات میں شریک کرنے پر وعید جہنم

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئَانِ مُوْجِبَتَانِ قَالَ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللهِ مَا الْمُوْجِبَتَانِ قَالَ مَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ وَمَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ (رواہ مسلم کتاب الایمان)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو چیزیں (جنت ونار کو) واجب کرنے والی ہیں۔ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) واجب کرنے والی دو چیزیں کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا: جو شخص مرجائے اور وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک کرتا تھا (یعنی حالت شرک پر مرجائے) تو وہ نار جہنم میں داخل ہوگا، یعنی یہ شرک نار جہنم کو واجب کرنے والا ہے اور جو اس حالت میں مرے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا (یعنی اس کا انتقال ایمان کی حالت میں ہوا) تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

حدیث مذکورہ میں دو باتیں فرمائی گئی ہیں کہ جو شخص اس حال میں مرجائے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا رکھا تھا تو وہ جہنم میں جائے گا۔ دوسری بات اس کے خلاف فرمائی کہ جو اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا تھا، توحید پر جما رہا تو وہ جنت میں جائے گا۔ توحید اور شرک دونوں کے بارے میں کچھ تفصیل پڑھتے ہیں۔

توحید اسلام کا پہلا اور اساسی عقیدہ

اسلام کا پہلا اور اساسی عقیدہ توحید ہے۔ دوسرے سارے عقائد اور سارے اعمال اسی پر مبنی ہیں۔ اگر توحید اپنی حقیقی صورت میں موجود ہے تو رسالت، وحی اور آخرت وغیرہ پر ایمان بھی درست ہے اور نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ جیسے اعمال بھی نتیجہ خیز اور ثمر آفرین ہیں۔

توحید کی فلسفیانہ اور عارفانہ تشریحات جو بھی ہوں، مگر ہم صاف اور سادہ الفاظ میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ توحید کا مطلب قولاً وعملاً اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا ہے اور اسی کی عبادت کرنا، اسی کے سامنے جھکنا، اسی سے مدد مانگنا، اسی کے حضور عاجزی اور التجا کرنا، اسی کی بارگاہ میں دست سوال دراز کرنا، خالق و مالک اسی کو سمجھنا، نفع ونقصان کو اسی کی جانب سے سمجھنا ہے۔ اور مختصر یہ کہ اس کی عبادت اور بندگی میں کسی کو کسی حیثیت سے اور کسی درجے میں شریک نہ ٹھہرانا عقیدۂ توحید کی صورت ہے۔

قرآن کریم کا بڑا واضح اعلان ہے۔

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿١٦٣﴾

”تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ اس رحمن ورحیم کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں۔“

(سورۃ البقرہ، آیت ۱۶۳)

توحید پر زور دیتے ہوئے اور اللہ واحد ہی کے الٰہ ہونے پر قطعیت کی مہر ثبت کرتے ہوئے قرآن کریم نے بتایا کہ اللہ نے تمام پیغمبروں کو جس کام پر مامور فرمایا ہے وہ یہی توحید ہی ہے۔ فرمایا:

اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ﴿٢﴾ (سورۃ النحل، آیت ۲)

یعنی ”اے گروہ پیغمبران، لوگوں کو اس حقیقت سے خبردار کردو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، تو تم سب لوگ مجھ سے ہی ڈرو۔“

قرآن کریم نے یہ کہہ کر شرک کی تمام تر راہوں کو مسدود کردیا۔ کوئی راستہ نہیں چھوڑا۔

توحید اور شرک دو متضاد چیزیں

قرآن وحدیث میں سب سے زیادہ جس مضمون کو بیان کیا گیا ہے وہ توحید کا مضمون ہے

اور سب سے زیادہ جس عقیدے پر زور دیا گیا ہے وہ عقیدۂ توحید ہے۔سب سے بڑی بات یہ کہ قرآن کریم نے صرف یہ کہہ کر توحید کا درس ختم نہیں کر دیا کہ اللہ ایک ہے، اس کے سوا بندگی اور عبادت نہ کی جائے بلکہ توحید فی الذات کے علاوہ قرآن کریم نے ایک ایک خدائی صفات کا ذکر بڑی تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ذات کی طرح صفات میں بھی یکتائی کو واضح کیا ہے۔

عقیدۂ توحید دنیا کے سب سے پہلے انسان کا سب سے پہلا عقیدہ ہے۔شرک اور اس کی تمام اقسام بعد کی پیداوار ہیں۔دنیا کے سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام تھے جو اللہ تعالیٰ کے پہلے نبی بھی تھے۔آپ اسی عقیدۂ توحید کے قائل تھے اور آپ نے اپنی اولاد کو بھی اسی عقیدے کی تعلیم دی۔مگر جیسے جیسے انسانی آبادی میں اضافہ ہوتا گیا اور لوگ اِدھر اُدھر بکھرنے لگے تو آہستہ آہستہ لوگوں نے سچی تعلیمات کو بھلا دیا اور گمراہی کا شکار ہو کر ایک خدائے بزرگ و برتر کے بجائے کئی خدا ماننے لگے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ انہیں بھی معبود بنا لیا۔ان لوگوں نے جس چیز کو ہیبت ناک دیکھا، اس سے ایسے خوفزدہ ہوئے کہ اسے دیوتا سمجھ لیا اور اس کی پوجا پاٹ شروع کر دی۔اس طرح انہوں نے آگ کو دیوتا، سمندر اور آندھیوں کو دیوتا سمجھ کر انہیں پوجنا شروع کر دیا۔

دوسری طرف جن چیزوں کو بہت نفع بخش پایا، ان کی بھی پوجا شروع کر دی۔گائے وغیرہ کی پوجا اسی وجہ سے ہوئی۔ان لوگوں کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے کئی پیغمبر بھیجے جنہوں نے ان کو توحید کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا اور شرک کی مذمت کی۔قرآن مجید میں شرک کو بہت بڑا ظلم کہا گیا ہے۔چنانچہ سورہ لقمان میں فرمایا:

إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴿١٣﴾ (سورہ لقمان، آیت ۱۳)

''بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔''

شرک کی تعریف

شرک کے لغوی معنی ''حصہ داری'' اور ''ساجھے پن'' کے ہیں۔دین کی اصطلاح میں شرک کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات یا اُس کے تقاضوں میں کسی کو اس کا حصہ دار یا ساجھی ٹھہرانا۔

شرک کے اقسام

(۱)......خدا کی ذات میں شریک ٹھہرانا

خدا کی ذات میں شریک ٹھہرانے کا مطلب یہ ہے کہ خدا کو کسی سے یا کسی کو خدا سے قرار دینا۔ کسی کو اس کی ذات برادری قرار دینا یا اس کے لیے بیٹا، بیٹی یا ماں باپ قرار دینا۔ جیسا کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے ہیں اور یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔ قدیم عرب کے لوگ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں گردانتے تھے۔

خلاصہ یہ کہ اللہ کی حقیقت میں کسی دوسرے کو اس کا حصہ دار سمجھنا یا کسی دوسرے میں یہی حقیقت مان کر اسے اللہ تعالیٰ کا ہمسر اور برابر سمجھنا، یہ تمام صورتیں شرک فی الذات کہلاتی ہیں۔

(۲)......خدا کی صفات میں شریک ٹھہرانا

جس طرح خدا تعالیٰ اپنی ذات میں یکتا ہے، اسی طرح وہ اپنی تمام صفات میں یکتا ہے۔ اس جیسی صفات کسی دوسرے میں ماننا، مثلاً علم، قدرت، حکمت، خلقت وغیرہ۔ یہ تمام صفات اللہ تعالیٰ سے منسوب ہیں۔ یہ اگر کسی دوسرے میں مانی جائیں تو یہ شریک فی الصفات کہلاتا ہے۔

(۳)......صفات کے تقاضوں میں شریک ٹھہرانا

ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ عظیم صفات کا مالک ہے۔ ان صفات کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ ہمیں صرف اسی کی عبادت کرنی چاہیے۔ حقیقی محبت اور اطاعت کا صرف اسی کو حقدار سمجھا جائے اور اپنی پیشانی اسی کے آگے جھکائی جائے اور اسی کے قانون کو قانون سمجھا جائے۔ اسی کو مسبب الاسباب سمجھ کر اپنی مشکلات اس کے سامنے رکھی جائیں۔ شرک صرف یہی نہیں کہ پتھر یا لکڑی کے بت بنا کر ان کو پوجا جائے بلکہ یہ بھی شرک ہے کہ ہر چھوٹی بڑی حاجت کو پورا کرنے کے لیے کسی اور سے لو لگائی جائے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت توحید اور شرک کی مذمت

حضرت انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہم السلام

سے لے کر جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے ہیں، سب حضرات کی پہلی دعوت توحید کی تھی اور سب سے زیادہ زور توحید کا اثبات اور شرک کی تردید رہی ہے۔ سب سے زیادہ اسی عقیدہ توحید کی وجہ سے انہیں ستایا گیا اور تکلیفیں دی گئی ہیں اور آخری کتاب قرآن مجید میں بھی سارا زور انہیں دونوں باتوں پر رہا ہے۔ توحید کا اثبات اور شرک کی مذمت و تردید۔

مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت توحید کے حوالے سے یہ جملہ قرآن کریم نے بار بار نقل کیا ہے:

يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ط (سورہ الاعراف، آیت ۶۵)

''اے قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔''

قوموں کا ردعمل

قرآن کریم نے ان امتوں اور قوموں کا ردعمل بھی جگہ جگہ ذکر فرمایا ہے۔ کسی نے قید میں ڈالنے میں دھمکی دی ہے تو کسی نے سنگسار کرنے کی دھمکی دی۔ کسی نے وطن سے بے وطن کرنے کی دھمکی دی۔ ان سب کے باوجود ان انبیاء کرام کی دعوت توحید جاری رہی مگر قوم شرک چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت توحید کی جدوجہد اور شرک کی مذمت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اللہ نے آخری نبی بنا کر مبعوث فرمایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شرک کے خلاف اس وقت آواز اٹھائی، جب قریب قریب سارا عرب شرک اور بت پرستی میں مبتلا تھا۔ عربوں کے علاوہ عیسائی اور مجوسی اعلانیہ مشرک تھے کیونکہ وہ تین اور خدا مانتے۔ غرضیکہ کوئی قوم شرک فی الذات میں مبتلا تھی اور کوئی شرک فی الصفات میں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قسم کے شرک کو حرام قرار دیا اور جہنم میں لے جانے والا عمل بتلایا۔

اس وقت آپ کی آواز تھی:

وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ط (سورۃ الذاریات، آیت ۵۱)

''اور اللہ کے سوا کوئی معبود مت ٹھہراؤ۔''

اللہ اکیلا ہے، اس جیسا کوئی نہیں۔ مارنا، جلانا، روزی دینا، بیمار کرنا، تندرست کرنا، اولاد

دینا، امیدوں کو پورا کرنا سب اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اگر اللہ کی طرح کسی دوسرے میں یہ طاقت مانی جائے تو یہی شرک ہے۔

آپ ﷺ نے کھل کر اللہ کی وحدانیت بیان فرمائی اور شرک کی مذمت اور برائی بیان کی تو آپ کی قوم کے لوگوں میں کسی نے آپ ﷺ کو ''ساحر'' کہا۔ کسی نے مجنون کہا۔ کسی نے آپ کے مقدس چہرہ پر تھوکا (نعوذ باللہ)۔ کسی نے راستے میں کانٹے بچھائے تو کسی نے جسم مبارک پر غلاظت پھینکی۔ طائف والوں نے تو اس مقدس جسم پر سنگ باری بھی کی۔ یہ سب جھگڑا توحید کا اثبات اور شرک کی تردید و مذمت کا تھا۔

آپ ﷺ کا ایک ہی جملہ تھا جس کو قرآن نے بار بار ذکر فرمایا ہے:

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ⑬ (سورۃ النساء، آیت ۱۳)

''بیشک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔''

شرک کو ظلم عظیم کیوں کہا گیا؟

قرآن نے جو شرک کو ظلم عظیم فرمایا ہے یہ ظلم عظیم اس معنیٰ کر کے ہے کہ ظلم کے اصل معنی ہیں کہ غیر کی ملک میں تصرف کرنا اور حد سے تجاوز کرنا۔ جب بندہ شرک کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی ملک اور اس کے اختیارات میں تجاوز کرتا ہے اور وہ دوسروں کو یہ اختیارات منتقل کرتا ہے جو بہت بڑا ظلم اور بہت بڑی بے انصافی ہے۔ یہ ظلم تو بندہ اپنے اختیارات اور تصرفات میں برداشت نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ کیسے برداشت کر سکتا ہے۔ (تفسیر انوار البیان، جلد ۲)

مشرک کی معافی و مغفرت نہیں

مومن بندہ کتنا ہی عبادت گزار اور شب بیدار کیوں نہ ہو، وہ کتنا ہی محب اور مجاہد و حاجی کیوں نہ ہو، وہ کتنا ہی صدقہ و خیرات کرنے والا کیوں نہ ہو، اس کے ماتھوں پر سجدوں کے نشان کیوں نہ ہوں، وہ کتنا ہی روزہ دار اور چلہ کھینچنے والا کیوں نہ ہو، اس کے ہاتھوں میں ہزار دانوں والی تسبیح کیوں نہ ہو، اگر وہ شرک کے مرض میں مبتلا ہے تو اس کی مغفرت و بخشش نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ بڑا رحیم و کریم ہے۔ اگر چاہے تو چوروں، ڈاکوؤں، شرابیوں، زانیوں، فاسقو اور فاجروں

سب ہی کو معاف کر دے گا، لیکن کسی مشرک کو کبھی اور کسی صورت میں معاف نہیں کرے گا۔اس کا بڑا واضح اعلان ہے، اس کی نجات کا کوئی راستہ نہیں، فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا ﴿٤٨﴾ (سورۃ النساء، آیت ۴۸)

''بے شک اللہ نہیں بخشتا ہے یہ کہ اس کے ساتھ شریک کیا جائے اور اس کے علاوہ (گناہ) کو جس کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جس نے اللہ کو شریک ٹھہرایا اس نے بڑا طوفان باندھا''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟

فرمایا کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، حالانکہ وہی تمہارا پیدا کرنے والا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم چاہے قتل کر دیے جاؤ اور جلا دیے جاؤ مگر اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا۔

شرک کے حوالے سے انبیاء علیہم السلام کو تنبیہ

سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم، حضرت یعقوب، حضرت اسحٰق، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت ایوب، حضرت زکریا علیہم السلام وغیرہ بہت سے انبیاء کرام کا تذکرہ کیا، اس کے بعد فرمایا:

وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٨٨﴾ (سورۃ الانعام، آیت ۸۹)

''اگر وہ شرک کرتے تو ان کے تمام اعمال ضائع ہو جاتے۔''

بات سمجھنے کی ہے کہ یہ وہ حضرات ہیں جو خدا کے پیغمبر اور برگزیدہ ہیں۔ ہدایت یافتہ اور ہدایت کے چراغ ہیں۔ روشنی کے مینار ہیں۔ اگر وہ بھی بالفرض شرک کا ارتکاب کرتے تو ان کی نبوت چھن جاتی اور وہ اپنے منصب سے محروم ہو جاتے۔ ان کی تمام قربانیاں اور تمام عبادات و اعمال خیر ضائع ہو جاتے۔

اللہ کو خوب معلوم ہے کہ ان حضرات سے شرک کا صدور نہیں ہو سکتا، بالکل نہیں ہو سکتا لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اوپر جو کچھ فرمایا وہ عام انسانوں کو سمجھانے کے لیے ہے کہ جب انبیاء کرام تک کے اعمال شرک کی وجہ سے ضائع ہو سکتے ہیں تو دوسروں کی کیا حیثیت ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تنبیہانہ خطاب

پھر یہ بات صرف انبیاء کرام کی نہیں بلکہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کہا گیا:

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۵﴾ (سورۃ الزمر، آیت ۶۵)

''اے محمد! اگر آپ نے (بھی) شرک کیا تو آپ کے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور آپ نقصان اٹھانے والوں میں ہو جائیں گے۔''

اللہ تعالیٰ کا فیصلہ مشرک پر جنت حرام ہے

قرآن پاک نے شرک کے حوالے سے ایک اصول وضابطہ بتا دیا ہے، جو عام وخاص سب کے لیے ہے۔ فرمایا:

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾ (سورۃ المائدہ، آیت ۷۲)

''بے شک جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔''

مشرک کے علاوہ سب کو جہنم سے نکالنے کا حکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ بندوں کے فیصلوں سے فارغ ہو جائیں گے اور یہ ارادہ فرمائیں گے کہ اپنی رحمت سے جس کو چاہیں دوزخ سے نکال لیں تو فرشتوں کو حکم دیں گے کہ جن لوگوں نے دنیا میں شرک نہ کیا ہو اور لا الٰہ الا اللہ کہا ہو (اور اسی پر قائم رہے ہوں) انہیں دوزخ کی آگ سے نکال لیں۔ فرشتے ان لوگوں کو سجدہ کے نشانات کی وجہ سے پہچان لیں گے۔ آگ سجدوں کے نشانات کے علاوہ تمام جسم کو جلا دے گی۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ پر سجدے کے نشانات کو جلانا حرام کر دیا ہے اور یہ لوگ (جن کے بارے میں فرشتوں کو حکم دیا گیا تھا) جہنم کی آگ سے نکال لیے جائیں گے۔ (مسلم شریف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دوزخ میں سے وہ

سب نکال لیے جائیں گے جنہوں نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور ان کے دل میں جَو کے دانے کے برابر بھی بھلائی تھی۔ پھر وہ لوگ بھی نکال لیے جائیں گے جنہوں نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور ان کے دل میں گیہوں کے دانے کے برابر بھی بھلائی تھی۔ اور اس کے بعد وہ لوگ بھی نکال لیے جائیں گے جنہوں نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور ان کے دل میں ذرّہ برابر بھی بھلائی تھی۔

(معارف الحدیث، ج ۱ بحوالہ بخاری و مسلم)

کامیابی کی ضمانت

ایمان اور ایمان کے تقاضے پورے کرنا یہی وہ دولت ہے جس سے بڑی کوئی دولت نہیں۔ بس انسان کو یہ دولت نصیب ہو پھر اس کی حفاظت کرتا رہے اور اس کو ساتھ لے کر دنیا سے چلا جائے، یہی کامیابی کی ضمانت ہے۔ اس کے برخلاف کفر و شرک پر موت جہنم میں داخل ہونے کا سبب ہے۔

(اللہ تعالیٰ ہر طرح کے شرک سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین)

نماز کی پابندی اور اہتمام نہ کرنے پر وعید جہنم

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ ذَکَرَ الصَّلٰوۃَ یَوْمًا فَقَالَ مَنْ حَافَظَ عَلَیْهَا کَانَتْ لَہٗ نُوْرًا وَّبُرْھَانًا وَّنَجَاۃً یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَمَنْ لَّمْ یُحَافِظْ عَلَیْهَا لَمْ یَکُنْ لَہٗ نُوْرًا وَّلَا بُرْھَانًا وَّلَا نَجَاۃً وَّکَانَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مَعَ قَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَھَامَانَ وَاُبَیِّ بْنِ خَلَفٍ (مشکوٰۃ، ج ا از مسند احمد)

’’حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ (ایک مرتبہ) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جس نے نماز کی پابندی کی، اس کے لیے قیامت کے دن نماز نور ہوگی اور (اس کے ایمان کی) دلیل ہوگی اور (اس کی) نجات (کا سامان) ہوگی اور جس نے نماز کی پابندی نہ کی اس کے لیے نماز نہ نور ہوگی نہ (اس کے ایمان کی) دلیل ہوگی نہ (اس کی) نجات (کا سامان) ہوگی اور یہ شخص قیامت کے دن قارون، فرعون (اور اس کے وزیر) ہامان اور (مشہور مشرک) ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔‘‘

حدیث مذکورہ میں نماز پر سخت وعید مذکور ہے کہ نماز نہ پڑھنے پر قیامت کے دن ایسا شخص اللہ کے دشمنوں قارون، فرعون اور اس کے وزیر ہامان اور مشہور مشرک ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا اور ظاہر ہے کہ ان کا ٹھکانہ جہنم کے علاوہ کہاں ہوگا؟

نماز کی اہمیت اور اس کی تاثیر

اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے اور توحید و رسالت کی گواہی دینے کے بعد سب سے پہلا اور سب سے بڑا فرض اسلام میں نماز ہے۔ نماز اللہ تعالیٰ کی خاص عبادت ہے جو تمام عبادات کی جامع ہے جو دن میں پانچ دفعہ ہر مسلمان پر لازم کی گئی ہے۔ قرآن کریم کی پچاسوں آیتوں میں اور رسول اللہ ﷺ کی سینکڑوں احادیث میں نماز کی بڑی سخت تاکید فرمائی گئی ہے اور اس کو دین کا ستون اور دین کی بنیاد کہا گیا ہے۔

نماز کی یہ خاص تاثیر ہے کہ اگر وہ ٹھیک طریقے سے ادا کی جائے اور اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھتے ہوئے پورے دھیان سے خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھی جائے تو اس سے آدمی کا دل پاک و صاف ہوتا ہے اور اس کی زندگی درست ہو جاتی ہے اور برائیاں اس سے چھوٹ جاتی ہیں۔ نیکی اور سچائی کی محبت اور خوف خدا اس کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔

اسی لیے اسلام میں دوسرے تمام فرضوں سے زیادہ اس کی تاکید ہے اور اسی واسطے رسول اللہ ﷺ کا دستور تھا کہ جب کوئی شخص آپ کے پاس آ کر اسلام قبول کرتا تو آپ ﷺ توحید کی تعلیم کے بعد پہلا عہد اس سے نماز کا لیا کرتے تھے۔ الغرض کلمہ کے بعد نماز ہی اسلام کی بنیاد ہے۔

ایمان کے بعد پہلا مطالبہ نماز کا

ایمان لانے کے بعد شریعت نے سب سے زیادہ زور نماز پر ہی دیا ہے اور یہی وہ محبوب عبادت ہے جس کی برکتوں اور سعادتوں سے خداوند کریم نے کسی بھی نبی کی شریعت کو محروم نہیں رکھا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزماں سرکار دو عالم ﷺ تک تمام رسولوں کی امت پر نماز فرض تھی۔

اسلام کی تمام عبادات میں صرف نماز ہی وہ عبادت ہے جس کو سب سے افضل اور اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ چنانچہ اس پر اتفاق ہے کہ نماز اسلام کا رکن عظیم ہے جو ہر مسلمان عاقل، بالغ پر ہر روز پانچ وقت فرض عین ہے۔ امیر ہو یا فقیر، تندرست ہو یا مریض، مقیم ہو یا مسافر ہر ایک کو پانچوں وقت آداب و شرائط اور طریقہ نبوی ﷺ کے ساتھ ادا کرنا ہے۔ حتیٰ کہ جب میدان

کارزار میں جنگ کے شعلے بلند ہورہے ہوں اور شدت کے ساتھ بھڑک رہے ہوں تب بھی نماز کا چھوڑنا جائز نہیں۔

قرآن وحدیث میں جابجا اس کا تاکیدی حکم دیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نماز کو دین کا اہم ستون قرار دیا ہے۔

شریعت کے جتنے احکام ہیں تمام بذریعہ وحی بتائے گئے لیکن نماز وہ واحد عمل ہے جو معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تحفۂ عطا فرمایا۔

نماز دین اسلام کا اہم رکن ہے اور ایمان سے اس کا خاص تعلق ہے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ نماز اللہ کے قرب اور اس کی رحمت و رضا حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر نبی کی تعلیم میں اور آسمانی شریعت میں ایمان کے بعد پہلا حکم نماز ہی کا رہا ہے۔ اسی بناء پر دین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں بھی نماز کو دین کا عظیم ترین شعار اور امتیازی نشان قرار دیا گیا ہے۔ مختلف احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے فضائل بھی ذکر فرمائے اور اس کی تاثیر بھی مختلف مثالوں سے سمجھائی اور بتائی ہے۔

نماز پڑھنے پر بشارتیں اور خوشخبریاں

(۱)...... حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ:

"بتاؤ اگر کسی شخص کے دروازے پر ایک نہر جاری ہو جس میں وہ پانچ مرتبہ روزانہ غسل کرتا ہو کیا اس کے بدن پر کچھ میل کچیل باقی رہے گا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کچھ بھی میل کچیل باقی نہیں رہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، یہی حال پانچوں نمازوں کا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں (کوئی گناہ باقی نہیں رہتا)"۔ (مشکوۃ)

(۲)...... حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سردی کے موسم میں باہر تشریف لائے اور پتے درختوں سے گر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک درخت کی دو ٹہنیاں ہاتھ میں لیں۔ ان کے پتے اور بھی گرنے لگے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا "ابوذر" میں نے عرض کیا، لبیک یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا "مسلمان بندہ جب اللہ تعالیٰ کو

راضی کرنے کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس سے اس کے گناہ ایسے ہی گرتے ہیں جیسے یہ پتے اس درخت سے گر رہے ہیں۔"

(۳)......ابو مسلم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ مسجد میں تشریف فرماتے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھ سے ایک صاحب نے آپ کی طرف سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد مبارکہ سنا ہے کہ جو شخص اچھی طرح وضو کرے اور پھر فرض نماز پڑھے تو حق تعالیٰ اس دن وہ گناہ جو چلنے سے ہوئے ہوں اور وہ گناہ جن کو اس کے ہاتھوں نے کیے ہوں اور وہ گناہ جو اس کے کانوں سے صادر ہوئے ہوں اور وہ گناہ جن کو اس نے آنکھوں سے کیے ہوں اور وہ گناہ جو اس کے دل میں پیدا ہوئے ہوں سب معاف فرما دیتے ہیں۔ تو حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے یہ مضمون حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی دفعہ سنا ہے۔ (الترغیب والترہیب)

(۴)......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

جب کراماً کاتبین کسی آدمی کی ایک نماز کے بعد دوسری نماز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں تو حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"میں تم دونوں کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ ان دونوں کے درمیان میرے بندے سے جو گناہ ہوئے ہیں وہ میں نے معاف کر دیئے۔"

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو مسلمان بندہ اچھی طرح وضو کرے، پھر اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑے ہو کر پوری توجہ و یکسوئی کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھے تو جنت اس کے لئے ضرور واجب ہو جائے گی۔ (مسلم شریف)

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ نماز کی پابندی اور سنت کے مطابق اس کی ادائیگی نمازی کے لئے گناہوں کی معافی اور جنت میں جانے کا یقینی ذریعہ اور سبب ہے۔ لہٰذا اس کی ضرور پابندی کرنی چاہئے اور بڑی بد نصیبی ہے ان لوگوں کے لیے جو نفس اور شیطان کے فریب سے نماز سے دور بھاگتے ہیں۔ ایسے لوگ سخت خطرے اور نقصان میں ہیں۔ آیئے نماز چھوڑنے کا انجام دیکھتے ہیں۔

نماز نہ پڑھنے والوں کی میدان حشر میں رسوائی

نماز نہ پڑھنے والوں کو قیامت کے دن سب سے پہلے جو سخت ذلت رسوائی اٹھانا پڑے گی، اس کو قرآن مجید کی ایک آیت میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے:

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۴۲﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ (سورہ معارج)

اس آیت کا مطلب اور خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن (جبکہ نہایت سخت گھڑی ہوگی اور شروع دنیا سے لے کر قیامت تک کے سارے انسان محشر میں جمع ہوں گے) تو اللہ تعالیٰ کی ایک خاص تجلی ظاہر ہوگی اور اس وقت پکارا جائے گا کہ سب لوگ اللہ کے حضور سجدے میں گر جائیں، تو جو خوش نصیب اہل ایمان دنیا میں نماز پڑھتے تھے اور اللہ کو سجدے کیا کرتے تھے وہ تو فوراً سجدے میں چلے جائیں گے، لیکن جو لوگ تندرست اور اچھے بھلے کٹے ہونے کے باوجود نماز نہیں پڑھتے تھے، ان کی کمریں اس وقت تختے کی مانند سخت کر دی جائیں گی اور وہ کافروں کے ساتھ کھڑے رہ جائیں گے، سجدہ نہ کر سکیں گے اور ان پر سخت ذلت وخواری کا عذاب چھا جائے گا اور ان کی نگاہیں نیچی ہوں گی اور وہ آنکھ اٹھا کر کچھ دیکھ بھی نہ سکیں گے۔ دوزخ کے عذاب سے پہلے ذلت وخواری کا یہ عذاب انہیں سر محشر ساری دنیا کے سامنے اٹھانا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس عذاب سے بچائیے۔ (زبان کی حفاظت)

نماز چھوڑنے کی سزا چاروں آئمہ کے نزدیک

نماز چھوڑنا چاروں فقہاء کے نزدیک ایسا جرم ہے جس کی سزا بڑی سخت ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بے نمازی کو خوب مارا جائے اور ہمیشہ قید کیا جائے جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے رہا نہ کیا جائے۔ باقی تینوں فقہاء فرماتے ہیں کہ بے نمازی کو قتل کر دیا جائے۔

فقہاء کرام کے یہ اقوال ان کے ذاتی نہیں بلکہ قرآن وحدیث کی تعلیم سے ہی ماخوذ ہیں۔

اس سے نماز کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے کہ کس قدر عظیم عبادت ہے۔

نماز درست تو سب درست

ایک خصوصیت نماز کی یہ بھی ہے کہ وہ زندگی کے تمام شعبوں پر اپنا اثر ڈالتی ہے بشرطیکہ وہ حقیقی نماز ہو۔

بعض احادیث میں آتا ہے کہ کچھ لوگوں کے اعمال کی جانچ پڑتال آخرت میں اس طرح ہوگی کہ ان کی صرف نمازوں کو دیکھ لیا جائے گا۔ اگر وہ درست اور ٹھیک ہوں گی تو پوری زندگی کو درست قرار دے دیا جائے گا...... اگر نماز میں نقص اور خرابی ہوگی تو ساری زندگی کو ناقص اور خراب قرار دے دیا جائے گا۔ اس کا راز صرف یہی ہے کہ نماز واقعی اگر نماز ہو تو وہ پوری زندگی کو پاک وصاف بنا دیتی ہے۔ لہٰذا اس فریضے کو ہم صرف عادت کے طور پر ادا نہ کریں بلکہ اس کو عظیم الشان عبادت سمجھ کر ادا کریں۔ کیونکہ نماز اللہ کو یاد کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

قیامت میں سب سے پہلے نماز کا ہی حساب ہوگا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارکہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت پر سب چیزوں سے پہلے نماز فرض کی اور قیامت میں سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہوگا۔ (مشکوٰۃ)

(اللہ تعالیٰ نماز کی پابندی اور اس کے اہتمام کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین)

زکوۃ فرض ہوتے ہوئے ادانہ کرنے پر وعید جہنم

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰتَاهُ اللهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكٰوتَهٗ مُثِّلَ لَهٗ مَالُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَهٗ زَبِيْبَتَانِ يُطَوِّقُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِیْ شِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا مَالُكَ اَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ تَلَا وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ اٰلْاٰيَة (الی آخره) (رواہ البخاری)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو اللہ نے مال دیا پھر اس نے اس کی زکوۃ نہ دی تو قیامت کے دن اس کا مال (خوب زہریلا) گنجا سانپ بنادیا جائے گا (زہر کی وجہ سے جس کے سر کے بال اڑ گئے ہوں) اس کی دونوں آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے۔ وہ سانپ قیامت کے دن اس کے گلے کا طوق بنادیا جائے گا پھر وہ اس کی دونوں باچھوں کو پکڑے گا، پھر کہے گا میں تیرا مال ہوں۔ میں تیرا خزانہ ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنی اس بات کی تائید میں) یہ آیت تلاوت فرمائی: وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ آخر تک۔"

حدیث مذکورہ میں زکوۃ واجب ہونے کے باوجود زکوۃ ادانہ کرے اس کا انجام بد اور سزا کا ذکر ہے۔ (اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔ آمین)

زکوٰۃ ایک مالی عبادت

زکوٰۃ دین اسلام کا تیسرا عظیم رکن ہے۔ دین میں نماز کے بعد زکوٰۃ کا ذکر کیا گیا ہے، جس سے ایک طرف تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ دین میں نماز اور زکوٰۃ کی حیثیت اور مقام کیا ہے، دوسری طرف یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ نماز کے بعد زکوٰۃ کا ہی مرتبہ ہے۔ قرآن کریم میں کثرت سے زکوٰۃ ادا کرنے کے حکم نے زکوٰۃ کی اہمیت اور افادیت کو چار چاند لگا دیے ہیں۔

نماز اور زکوٰۃ دراصل پورے دین کی ترجمانی کرنے والی دو اہم عبادتیں ہیں۔ بدنی عبادات میں نماز پورے دین کی ترجمانی کرتی ہے اور مالی عبادات میں زکوٰۃ پورے دین کی ترجمانی کرتی ہے۔ نماز بندے کو خدا کے حقوق ادا کرنے کے لیے تیار کرتی ہے اور زکوٰۃ بندگان خدا کے حقوق ادا کرنے کا گہرا شعور پیدا کرتی ہے اور ان دونوں حقوق کو ٹھیک ادا کرنے کا ہی نام اسلام ہے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی اہل ایمان کی خصوصی صفت

نماز ایک جسمانی عبادت ہے تو زکوٰۃ مالی عبادت کی حیثیت رکھتی ہے...... نماز سے خالق اور مخلوق، عبد و معبود کے درمیان تعلق قائم و استوار ہوتا ہے تو زکوٰۃ سے حکم خداوندی کے ساتھ ساتھ اس کے بندوں کے درمیان ہمدردی اور اخوت کا رشتہ مضبوط ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں ایمان والوں کی جہاں بہت سی صفات اور ان کی شناخت ذکر فرمائی ہے وہیں ان کی صفت یہ بھی بتلائی ہے کہ وہ نماز کو قائم کرنے کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ بھی دیتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ۔ (سورہ لقمان، آیت ۴)

"یعنی وہ نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔"

اس کے برخلاف کافروں و مشرکوں کی صفت یہ بتلائی کہ وہ زکوٰۃ نہیں دیتے اور ایسے ہی لوگوں کو آخرت کا منکر اور ایمان سے محروم بتایا گیا ہے۔

سورہ حٰمٓ السجدہ رکوع نمبر ا میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝٦ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝٧ (سورہ حم السجدہ، آیت ۶،۷)

"ان مشرکوں کے لیے بڑی خرابی ہے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور یہی لوگ ہیں جو آخرت کے منکر ہیں۔"

زکوٰۃ کی اہمیت اور فضیلت

ایک حدیث مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین باتیں ہیں جس شخص نے اختیار کرلیا اس نے ایمان کا مزہ پالیا۔ ایک یہ کہ صرف اللہ کی عبادت کرے اور دوسرے یہ کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر اس کا سچا ایمان واعتقاد ہو اور تیسرے یہ کہ ہر سال دل کی پوری خوشی سے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے۔

ایک دوسری حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اے فرزند آدم تو (میرے غریب وحاجت مند بندوں پر اور نیکی کے دوسرے کاموں میں) میرا دیا ہوا مال خرچ کیے جا، میں تجھ کو برابر دیتا رہوں گا۔ (ریاض الصالحین بحوالہ ابوداؤد ومسلم)

منکرین زکوٰۃ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اعلان جہاد

اسلام میں زکوٰۃ ایک اہم فریضہ ہے۔ اس کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اس میں سستی ولا پرواہی برتنے والا فاسق وفاجر اور سخت گنہگار ہے۔ اس کا اندازہ اس سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے جانے کے بعد جن قبیلوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا تھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالنے کے بعد ان کے خلاف جہاد کرنے کا فیصلہ فرمایا اور آپ نے انہیں اسلام سے خروج اور ارتداد کے ہم معنی سمجھا اور اعلان فرمایا کہ:

"یہ لوگ دور رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں جو زکوٰۃ دیتے تھے اگر اس میں بکری کا ایک بچہ بھی روکیں گے تو میں ان کے خلاف لڑوں گا۔"

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے انہیں روکنے کی کوشش کی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"خدا کی قسم جو لوگ نماز اور زکوٰۃ کے درمیان تفریق کریں گے میں ان کے خلاف لازماً

جنگ کروں گا۔"

پھر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کے اس فیصلے سے اتفاق کیا۔ اس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منکرین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کر کے زکوٰۃ کے فریضہ کی حفاظت فرمائی۔

زکوٰۃ تین قسم کے اموال پر ہوتی ہے

یہ زکوٰۃ ہر عاقل، بالغ مسلمان مرد و عورت پر جو نصاب کی مقدار کا مالک ہو اور اس کا مال قرض اور بنیادی ضرورت سے فارغ اور زائد ہو اور اس نصاب پر پورا سال گذر جائے تو اس پر زکوٰۃ لازم ہو جاتی ہے۔

(۱)......سونا۔

(۲)...... چاندی (نقد روپیہ بھی اسی حکم میں ہے)

(۳)...... مال تجارت اور جنگل میں چرنے والے مویشی۔

زکوٰۃ سے مال کی پاکی اور حفاظت

زکوٰۃ ادا کرنے سے مال پاک و طاہر ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس میں خیر و برکت عطا فرماتا ہے اور آخرت میں بھی اتنا اجر و ثواب اور انعام دیتا ہے جس کا انسان تصور نہیں کر سکتا۔ اسی لیے اس عبادت کو زکوٰۃ کہتے ہیں۔ یعنی پاک کرنے اور بڑھانے والا عمل۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کہ ایک شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرتا ہے، آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی تو اس سے اس کے مال کا شر دور ہو گیا۔ اور خیر و برکت اس کو حاصل ہو گئی۔" (الترغیب والترہیب)

زکوٰۃ نہ دینے کا وبال دنیا میں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"مالِ زکوٰۃ جب دوسرے کے مال میں مخلوط ہوگا تو اس کو ضرور تباہ و برباد کر دے گا۔" (بخاری)
مطلب یہ ہے کہ جس مال کی زکوٰۃ نہ نکالی گئی ہو تو بے برکتی سے اس کا باقی مال بھی تباہ ہو جائے گا۔

بے شمار لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ دنیا کے دکھاوے، رسم و رواج اور نام و نمود کے لئے بے تحاشا خرچ کرتے ہیں لیکن زکوٰۃ جو فرض ہے اس کے ادا کرنے میں کوتاہی اور اعراض برتتے ہیں۔ حرص و ہوس کے وہ بندے جو زکوٰۃ ادا کیے بغیر مال جمع کرنے میں لگے ہوئے ہیں وہ حقیقت میں بڑے نقصان اور خسارے میں ہیں۔ عالم برزخ اور آخرت میں اپنے آپ کو سزاؤں کا مستحق بنا رہے ہیں۔ آیئے ان دونوں سزاؤں کو پڑھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین)

زکوٰۃ نہ دینے کا وبال عالمِ برزخ میں

رسول اللہ ﷺ جب معراج پر تشریف لے گئے تو آپ کا گذر ایک ایسی قوم پر ہوا کہ جن کی شرم گاہوں پر آگے پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے تھے اور وہ اونٹ اور بیل کی طرح چر رہے تھے اور زقوم (جو دوزخ کا بدترین بدبودار درخت ہے) اور پتھر کھا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا میں اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں نکالی تھی۔ (یعنی اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دیتے تھے)۔ (نشر الطیب)

زکوٰۃ نہ دینے کا وبال آخرت میں

جو مسلمان صاحب نصاب ہوتے ہوئے زکوٰۃ ادا نہ کرے تو شریعت اسلامیہ میں وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک بڑا سخت مجرم ہے۔ ایسے شخص کے متعلق قرآن و حدیث میں بڑی سخت سزاؤں کا ذکر ہے۔ آخرت کے عذاب کے حوالہ سے یہ آیت بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝ (سورہ توبہ، آیت ۳۴،۳۵)

''جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے سو آپ ان کو ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے کہ اس روز واقع ہوگی کہ ان کو دوزخ کی آگ میں (اول) تپایا جاوے گا پھر ان سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور ان کی کروٹوں اور پشتوں کو داغ دیا جائے گا۔ (ان کو کہا جائے گا) یہ وہ ہے جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کر کے رکھا تھا سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔'' (بیان القرآن)

اسی سلسلے کی یہ حدیثیں بھی ملاحظہ ہوں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو، پھر وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے روز وہ مال ایک گنجے سانپ کی شکل بنا دیا جائے گا جس کی دونوں آنکھوں کے اوپر دو نقطے ہوں گے (ایسا سانپ بہت زہریلا ہوتا ہے) وہ سانپ زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے بخیل کے گلے میں طوق کی طرح ڈال دیا جائے گا (یعنی اس کے گلے میں لپٹ جائے گا) اور اس کی دونوں باچھیں پکڑ لے گا اور کاٹے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق میں سورہ ''آل عمران'' کی یہ آیت پڑھی:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ (سورہ آل عمران، آیت ۱۷۹،۱۸۰)

''اور نہ گمان کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اس مال و دولت سے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان کو دیا ہے (اور اس کی زکوٰۃ نہیں نکالتے) کہ وہ مال و دولت ان کے حق میں بہتر ہے بلکہ انجام کے لحاظ سے ان کے لئے بدتر اور شر ہے۔ قیامت کے دن ان کے گلوں میں وہ

دولت جس میں انہوں نے بخل کیا (یعنی جس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی) طوق بنا کر ڈالی جائے گی۔"

(معارف الحدیث ج ۴)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوسرا ارشاد گرامی:

فرمایا جو شخص سونا یا چاندی کی زکوٰۃ نہیں دیتا، تو اس مال کی تختیاں بنا کر قیامت کے دن اس کی پیشانی اور پہلوؤں کو داغ دیا جائے گا، جب یہ تختیاں ٹھنڈی ہو جائیں گی تو پھر گرم کر لیا جائے گا اور قیامت کے پچاس ہزار برس والے پورے دن اس کو یہی عذاب ہوتا رہے گا۔ (بخاری)

اللہ تعالیٰ ہماری اس سے حفاظت فرمائے۔ (آمین)

زکوٰۃ حبِ مال کو توڑنے کا ذریعہ

یہ حقیقت ہے کہ اکثر رزائل کی جڑ بنیاد حبِ مال اور حب جاہ ہے اور حب مال، حب جاہ سے زیادہ عام ہے...... زکوٰۃ حبِ مال کو توڑنے کا خاص ذریعہ ہے اور ساتھ ہی اس کے ذریعہ اللہ کے پریشان حال اور ضرورت مند بندوں کی مدد و اعانت بھی ہے اور دولت کے گردش میں آنے سے معاشرے کے افراد کی مالی حالت بہتر ہو جاتی ہے اور اس طرح معاشرے میں نفرت و انتقام کے بجائے ہمدردی و احترام اور باہمی محبت کے جذبات کو فروغ بھی حاصل ہوتا ہے۔

(اللہ تعالیٰ اس فریضہ کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین)

مقدور ہوتے ہوئے حج نہ کرنے پر وعید جہنم

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ یَمْنَعْہُ مِنَ الْحَجِّ حَاجَۃٌ ظَاہِرَۃٌ اَوْ سُلْطَانٌ جَائِرٌ اَوْ مَرَضٌ حَابِسٌ فَمَاتَ وَلَمْ یَحُجَّ فَلْیَمُتْ اِنْ شَاءَ یَہُوْدِیًّا وَاِنْ شَاءَ نَصْرَانِیًّا۔ (رواہ الدارمی، کتاب المناسک)

''حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو حاجت ظاہری (سواری کا نہ ہونا، توشہ کا نہ ہونا وغیرہ) یا ظالم بادشاہ یا مرض حابس (ایسا مرض جس کی وجہ سے سفر نہ کیا جاسکے) حج کرنے سے مانع نہ ہو اور پھر وہ حج کیے بغیر مرجائے، پس چاہے یہودی ہوکر مرے یا نصرانی ہوکر (اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں)۔''

حدیث مذکورہ میں ایسے شخص کے لیے جس پر حج فرض ہے ہر طرح کی سہولت بھی حاصل ہے، مقدر ہوتے ہوئے حج کے لیے نہ جائے تو بڑی سخت وعید مذکور ہے۔ دائرہ ایمان سے خارج تو نہیں ہوتا لیکن سزا بھگتنے کے لیے جہنم مین جائے گا (اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے)۔

مسئلہ: ......اگر کوئی شخص حج کی فرضیت کا منکر ہے اور اس وجہ سے حج نہیں کیا تو وہ کفر میں یہود و نصاریٰ کے مشابہ ہے اور اگر فرضیت کا منکر نہ ہو تو گناہ میں ان کے مشابہ ہوتا ہے۔

حج اسلام کا اہم رکن

حج دین اسلام کا اہم رکن، بنیادی فریضہ اور مقدس عبادت ہے، جو مالی اور بدنی عبادتوں کا مجموعہ ہے۔ یہ عبادت اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے اور بندگی کا عظیم مظہر ہے۔ اسلام کے نظام عبادت میں اسے بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ یہ تمام عمر میں صرف ایک بار فرض ہے۔ اس کی فرضیت قرآن مجید سے اسی طرح صراحت کے ساتھ ثابت ہے جس طرح نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی فرضیت ثابت ہے۔ اسی عبادت حج سے دین اسلام کے رموز کی تکمیل ہوتی ہے۔ یہ عبادت اہل ایمان کے لیے گناہوں کی بخشش اور برائیوں کا کفارہ ہے۔

حج دین اسلام کے ان پانچ بنیادوں ستونوں میں سے ایک عظیم القدر ستون ہے جس پر اسلام کے عقائد و اعمال کی پوری عمارت کھڑی ہوئی ہے۔ اس عبادت کو دوسری تمام عبادات سے بالکل ممتاز رکھا گیا ہے اور یہ بہت بڑی خوش قسمتی ہے۔ اگر بندہ کو صحیح اور مخلصانہ حج نصیب ہوجائے جس کو دین و شریعت کی زبان میں حج مبرور کہتے ہیں تو گویا اس کو سعادت کا اعلیٰ مقام حاصل ہوگیا اور وہ نعمت عظمیٰ اس کے ہاتھ آ گئی جس سے بڑی کسی نعمت کا اس دنیا میں تصور نہیں کیا جاسکتا۔

جو لوگ عبادت خداوندی کا معنیٰ و مفہوم اور حج کی حقیقت کو جانتے اور سمجھتے ہیں۔ ان کے لیے حج کی تمام بھاگ دوڑی اور ہر عیش و نشاط سے بے نیازی قابل رشک اور سعادت ہوتی ہے اور اُسے اپنے رب کی رضائی جوئی کا بہترین ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اس کے برخلاف جو عبادت کا معنیٰ اور حج کی حقیقت نہیں سمجھتے وہ حیران ہوکر سوچنے لگتے ہیں کہ یہ آخر کیسی دوڑ دھوپ ہے؟ اور اس سے کیا سکھلانا مقصود ہے؟

حج کی فضیلت، ترغیب و ترہیب

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۷﴾ (آل عمران، آیت ۹۷)

''اور لوگوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ جو بیت اللہ تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج

کرے اور جو اس حکم سے انکار اور کفر کی روش اختیار کرے تو جان لے کہ اللہ تعالیٰ جہان والوں سے بے نیاز ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں دو باتیں مذکور ہوئی ہیں:

(۱)...... حج بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے جو استطاعت کے باوجود نہیں جاتے وہ ظالم اللہ کا حق مارتے ہیں۔

(۲)...... یہ کہ استطاعت کے باوجود حج نہ کرنا کافرانہ روش ہے، جیسے ترک صلوٰۃ کو ایک مشرکانہ عمل قرار دیا گیا ہے۔

انسان کی اس سے بڑی تباہی اور محرومی کیا ہوگی کہ خدا تعالیٰ کا حق مارے اور کافرانہ و مشرکانہ روش اختیار کرے اور پھر اُن کے بدلے میں اللہ تعالیٰ ایسے بندوں سے بے نیازی اور بے تعلقی کا اعلان فرمائے۔ ٥

حدیث مبارکہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

"جو شخص حج کا ارادہ کرے تو اسے حج کرنے میں جلدی کرنی چاہیے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ بیمار پڑ جائے، ممکن ہے اونٹنی کھو جائے، اور ممکن ہے کوئی ایسی ضرورت پیش آجائے کہ حج ناممکن ہو جائے۔" (ابن ماجہ)

استطاعت کا مطلب

حج کے فرض ہونے میں آیت مبارکہ میں جو قدرت اور استطاعت کی شرط ہے اس کی تفصیل یہ ہے:

جس مسلمان عاقل، بالغ، صحت مند، غیر معذور کے پاس اس کی اصلی اور بنیادی ضروریات سے زائد اور فاضل مال اتنا ہو کہ جس سے وہ بیت اللہ شریف تک آنے جانے اور وہاں کے قیام و طعام کا خرچ برداشت کر سکے اور اپنی واپسی تک اُن اہل و عیال کے خرچ کا انتظام بھی کر سکے جن کا نان و نفقہ اس کے ذمے واجب ہے۔

اور ساتھ ہی راستہ بھی مامون و محفوظ ہو تو ایسے ہر مسلمان پر حج فرض ہے۔

عورت کے لیے چونکہ بغیر محرم کے سفر کرنا شرعاً جائز نہیں اس لیے وہ حج پر اس وقت قادر

سمجھی جائے گی جب اس کے ساتھ کوئی محرم حج کرنے والا ہو۔ خواہ وہ محرم اپنے خرچ سے حج کر رہا ہو یا عورت ہی اس کا سفر خرچ برداشت کرے۔ (از معارف القرآن، ج ۲)

حج نہ کرنے پر وعید نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اس کے برخلاف وہ شخص جو حج کے فرض ہونے کے باوجود اس کو ادا نہیں کرتا تو وہ اللہ کا سخت مجرم اور روئے زمین پر بڑا بدنصیب شخص ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس کے پاس حج کا ضروری سامان ہو اور اس کو سواری بھی میسر ہو جو بیت اللہ تک اس کو پہنچا دے اور پھر وہ حج نہ کرے تو کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔'' (مشکوۃ)

کتنی سخت وعید ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے جو حج کرنے کی استطاعت رکھنے کے باوجود نہ کرے ان کا اس حال میں مرنا...... اور یہودی اور نصرانی ہو کر مرنا گویا برابر ہے (اس حدیث مبارکہ سے وہ لوگ عبرت و نصیحت حاصل کریں جو صاحب استطاعت ہو کر سستی کرتے ہیں)۔

حج کرنے کی قدرت اور استطاعت رکھنے کے باوجود جو لوگ حج نہ کریں ان کے لیے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد مبارکہ بڑی اہمیت کا حامل ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جو شخص تندرست اور پیسہ والا ہو کہ حج کے لیے جانے کی اس میں استطاعت ہو اور پھر بغیر حج کیے وہ مرجائے تو قیامت کے دن اس کی پیشانی پر ''کافر'' کا لفظ لکھا ہوا ہوگا۔ اس کے بعد آپ نے یہی آیت مبارکہ جو اوپر مذکور ہوئی ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین تک تلاوت فرمائی۔ (تفسیر درمنثور)

بہر حال حج کی استطاعت و قدرت رکھنے کے باوجود حج نہ کرنا کافرانہ طرز عمل ہے جو سخت گناہ ہے۔ توبہ لازم و ضروری ہے اور حج فرض ادا کرنے کی فکر کرے، جلد از جلد اسے ادا کرنے کی کوشش کرے۔ موت کا کچھ پتہ نہیں۔

حج اسلام کی تکمیلی رکن ہے

حج کی فرضیت کا حکم راجح قول کے مطابق ۹ ہجری میں آیا اور اگلے سال ۱۰ ہجری وصال

ہے صرف تین ماہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بہت بڑی جماعت کے ساتھ حج فرمایا جو ''حجۃ الوداع'' کے نام سے مشہور ہے اور اس حجۃ الوداع میں خاص عرفات کے میدان میں آپ پر یہ آیت نازل ہوئی:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط (سورۃ المائدہ، آیت ۳)

اس آیت میں تکمیل دین کے ساتھ ساتھ ایک لطیف اشارہ ہے کہ حج اسلام کا تکمیلی رکن ہے۔ اگر بندے کو مخلصانہ حج نصیب ہوجائے، جسے دین اور شریعت کی زبان میں ''حج مبرور'' کہتے ہیں تو گویا اس شخص کو سعادت کا اعلیٰ امتیاز حاصل ہوگیا۔ اس فرضیت کی ادائیگی کرنے والا اللہ تعالیٰ کا مہمان ہے اور بے شمار اجر وثواب کا مستحق ہوتا ہے اور جب اس فریضہ کی ادائیگی کے بعد اپنے گھر واپس لوٹتا ہے تو گناہوں سے بالکل بخشا بخشایا ہوتا ہے۔

حج میں دوسری عبادات کی روح

عبادات دو طرح کی ہیں۔ ایک بدنی عبادات جیسے نماز اور روزہ...... اور ایک مالی عبادات جیسے صدقہ وزکوٰۃ وغیرہ...... حج کا امتیاز یہ ہے کہ وہ مالی عبادت بھی ہے اور بدنی عبادت بھی...... حج کی جامعیت یہ ہے کہ اس میں بیک وقت تمام عبادت کی کیفیات پیدا ہوتی ہیں اور پروان چڑھتی ہیں۔

(۱)...... علماء نے لکھا ہے کہ حج جملہ بدنی و مالی عبادتوں کا مجموعہ ہے اور اس میں دوسری عبادتوں کی روح شامل ہے۔ مثلاً یہ ہے کہ جب حاجی حج کے لیے روانہ ہوتا ہے تو واپسی تک دوران سفر نمازوں میں اسے خصوصی قرب خداوندی حاصل ہوتی ہے۔

(۲)...... حج کے لیے مال خرچ کرنا، زکوٰۃ کی طرح کی عبادت ہے۔

(۳)...... حج میں نفسانی خواہشات سے پرہیز روزہ کی طرح کی عبادت ہے۔

(۴)...... گھر سے دور رہنا اور سفر کی تکالیف اور مشقیں برداشت کرنا جہاد جیسی عبادت ہے۔

(فضائل حج)

حج کی عبادت بڑی عشق ومحبت والی عبادت ہے، جس میں جان اور مال دونوں کی قربانی دی جاتی ہے۔ ایک طویل سفر طے کر کے بیت اللہ شریف پر حاضری دی جاتی ہے۔ مخصوص ایام

میں......مخصوص مقامات پر پہنچ کر......مخصوص لباس کے ساتھ......اور مخصوص اعمال کے ساتھ ......اس عشق ومحبت والی عبادت کو ادا کیا جاتا ہے۔ اس عبادت کے تو سارے کام ہی نرالے ہیں جو عقل کی سوچ وسمجھ سے بالاتر ہے۔

بقول استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کے کہ حج وہ عبادت ہے کہ اس میں حکمت اور مصلحت اور عقلی دلائل تلاش کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ اس کا سارا عمل بظاہر دیوانگی لگتا ہے۔ لیکن اسی دیوانگی ہی میں لطف بھی ہے اور اسی میں اللہ تعالیٰ کی رضا بھی ہے۔

میزبان پر مہمان کا حق

ایک حدیث مبارکہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''حضرت داؤد علیہ السلام نے (ایک مرتبہ) عرض کیا: اے میرے معبود آپ کے بندوں کا آپ پر کیا حق ہے جب وہ آپ کے گھر آکر آپ کی زیارت کریں؟ کیونکہ ہر زیارت کرنے والے کا میزبان پر حق ہوا کرتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اے داؤد! اُن کا مجھ پر حق یہ ہے کہ دنیا میں ان کو عافیت اور سلامتی سے رکھوں اور جب آخرت میں ملوں تو ان کی مغفرت کردوں۔'' (الترغیب جلد ۲)

مخلصانہ حج وعمرہ کرنے پر جنت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پے در پے حج وعمرہ کیا کرو۔ کیونکہ حج وعمرہ دونوں فقر ومحتاجی اور گناہوں کو اس طرح دور کردیتے ہیں جس طرح لوہار اور سنار کی بھٹی لوہے اور سونے چاندی کا میل کچیل دور کردیتی ہے اور حج مبرور کا صلہ اور ثواب تو بس جنت ہی ہے۔

حاجی کی چار سو گھرانوں کے لیے سفارش

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حج کرنے

والے کی سفارش چار سو گھرانوں کے بارے میں مقبول ہوتی ہے یا یہ فرمایا کہ اس گھرانے کے چار سو آدمیوں کے بارے میں اس کی سفارش قبول ہوتی ہے (راوی کو شک ہے) اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حج کرنے والا اپنے گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہوجاتا ہے جیسا کہ اپنے پیدائش کے دن گناہوں سے پاک وصاف تھا۔ (از فضائل حج)

حاجیوں کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی دعا

ایک حدیث شریف میں تو خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاجیوں کے لیے یہ دعا فرمائی ہے:

''اے اللہ تو حج کرنے والے کی مغفرت فرما اور حج کرنے والا جس کے لیے استغفار کرے اس کی (بھی) مغفرت فرما۔''

حاجیوں سے واپسی پر دعا کی درخواست کرنی چاہیے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی حج کرنے والے سے تمہاری ملاقات ہو تو اس کے اپنے گھر پر پہنچنے سے پہلے اسے سلام ومصافحہ کرو اور اس سے مغفرت کی دعا کے لیے کہو کیونکہ وہ اس حال میں ہے کہ اس کے گناہوں کی مغفرت کا فیصلہ ہوچکا ہے۔ (مسند احمد)

حج کا تقاضہ کہ اسے اچھی طرح کیا جائے

حج کے ثمرات اور فوائد بندے کو جب ملیں گے جب حج کو حج کے طریقے اور اس کے تمام تقاضوں کو سامنے رکھ کر کیا جائے گا۔

(۱)......سب سے پہلی بات تو یہ کہ حج کے لئے اپنی نیت کو خالص رکھا جائے اور یہ فریضہ صرف اللہ کے لئے ادا کیا جائے۔ مقصود صرف اللہ کی رضا وخوشنودی اور صرف اس کے حکم کی بجا آوری ہو۔ دکھاوا اور ناموری اور کوئی غرض ومقصد پیش نظر نہ ہو۔

(۲)......یہ کہ حج میں شہوانی اور فحش بات کا بھی ارتکاب نہ کیا گیا ہو۔ دوران حج ہر طرح کی لڑائی اور جھگڑے سے بھی پرہیز کیا گیا ہو۔

(۳)......اپنی زبان اور ہاتھ سے کسی کو تکلیف نہ پہنچنے دیا جائے۔ حتیٰ کہ اگر کسی دوسرے شخص سے بھی کوئی تکلیف پہنچ جائے تو اس کو بھی معاف کر دیا جائے۔ انتقام اور بدلہ لینے کی نہ سوچے اور ہر قسم کی نافرمانیوں سے اپنے آپ کو بچائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمارہے تھے کہ:

''جس نے اس طرح حج کیا کہ اس میں نہ تو کسی شہوانی اور فحش بات کا ارتکاب کیا اور نہ اللہ کی کوئی نافرمانی کی تو وہ گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہو کر واپس ہوگا جیسا اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا'' (بخاری ومسلم)

لہٰذا ہر بندہ مومن جو صاحب استطاعت ہو، اُسے زندگی میں کم از کم ایک مرتبہ ضرور حج کا قصد کرنا چاہیے۔ انتہائی رضا اور رغبت اور دلی جذبہ محبت وایثار کے ساتھ والہانہ انداز میں اس عظیم فریضہ کی ادائیگی کے لیے رخت سفر اختیار کرنا چاہیے۔

(اللہ تعالیٰ حج کی سعادت اور اس کے ثمرات ہمیں بھی نصیب فرمائے
اور اس فریضے سے جلد از جلد سبکدوش فرمائے۔ آمین)

اپنی طرف سے قرآن کی تفسیر بیان کرنے پر وعید جہنم

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ فِي الْقُرْاٰنِ بِرَأْيِهٖ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ، وَفِيْ رِوَايَةٍ مَنْ قَالَ فِي الْقُرْاٰنِ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔ (رواه الترمذی)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص قرآن پاک میں اپنی رائے سے کچھ کہے (جب کہ اس کی سند اور دلیل شرعی اس کے پاس نہ ہو) تو وہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنالے (یعنی اس کا ٹھکانہ جہنم ہے)۔'' (رواہ الترمذی، کتاب العلم)

حدیث مذکور میں ان نام نہاد مفسرین کے لیے جہنم کی وعید ہے جو مفسرین، متقدمین و متاخرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ تفسیر کو اپنانے کے بجائے اسے چھوڑ کر اپنی رائے سے تفسیر بیان کرتے ہیں اور اسے ہی فوقیت دیتے ہیں۔

قرآن کریم کیا ہے؟

ظاہر میں قرآن کریم دو چیزوں ''الفاظ و معنی'' کا مجموعہ ہے اور یہ دونوں مُنَزَّلٌ مِنَ اللهِ ہے۔ دونوں ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے۔ الفاظ قرآن جب نازل ہوتے تھے تو

اُسے جوں کا توں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنا دیتے۔ اس معاملے میں جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم امین تھے اسی طرح معنی کے سلسلے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم امین تھے۔ الفاظ کی طرح معنی بھی اللہ کی طرف سے القاء کیے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو آیت کا مقصد و مطلب و معنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر القاء ہوتا آپ اسی کو روایت فرما دیتے۔ اپنی طرف سے کوئی معنی بیان نہ فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم الفاظ کے بھی امین تھے اور معنی میں بھی امین تھے۔ الفاظ بھی اللہ تعالیٰ کے اور معنی بھی اللہ تعالیٰ کے۔

نوٹ:...... اس پورے مضمون کے حوالے سے بڑی اچھی تفصیل استاذ محترم شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم نے اپنی تفسیر آسان ترجمہ قرآن، جلد ۱ کے مقدمہ میں تحریر فرمائی ہے۔ ہم اسی کو یہاں نقل کیے دیتے ہیں جو اپنی جامعیت میں بے مثال ہے۔

تفسیر کا معنی و مفہوم

تفسیر جس کے معنی ہیں ظاہر کرنا، کھول کر بیان کرنا۔ تفسیر ایک ایسا علم ہے جس کی مدد سے قرآن کے مطالب و معانی معلوم کیے جاتے ہیں۔

قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے عربی زبان میں نازل فرمایا ہے۔ اس وقت جو لوگ موجود تھے اور جو اس کے اولین مخاطب تھے عربی ان کی مادری زبان تھی، اس لیے قرآن کریم کے معانی و مطلوب کو معلوم کرنے کے لیے انہیں کوئی زیادہ دقت پیش نہیں آتی تھی، تاہم اس کے باوجود وہ مقامات جہاں اجمال ہوتا، مطلوب خداوندی واضح نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دریافت فرمالیا کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے معنی و مفہوم کے ترجمان

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں دیگر مناصب جلیلیہ پر فائز کیا تھا وہاں ایک منصب عالی قرآن کے مفسر و ترجمان ہونے کا بھی تھا۔ قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد ہے:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ ۔ (سورۃ النحل، آیت ۴۴)

''اور ہم نے قرآن آپ پر اتارا تا کہ آپ لوگوں کے سامنے وہ باتیں وضاحت سے بیان فرما دیں جو ان کی طرف اتاری گئی ہیں۔''

نیز قرآن کریم کا ارشاد ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔ (سورۃ آل عمران، آیت ۱۶۴)

''بلا شبہ اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا جب کہ ان کے درمیان انہی میں سے ایک رسول بھیجا، جو ان کے سامنے اللہ کی آیات کی تلاوت کرے اور انہیں پاک وصاف کرے اور انہیں اللہ کی کتاب اور دانائی کی باتوں کی تعلیم دے۔''

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صرف قرآن کریم کے الفاظ ہی نہیں سکھاتے تھے بلکہ اس کی پوری تفسیر بیان فرمایا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک ایک سورت پڑھنے میں بعض اوقات کئی کئی سال لگ جاتے تھے، جس کی تفصیل ان شاء اللہ آگے آئے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کا مزاج

جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف فرما تھے، اُس وقت تک کسی آیت کی تفسیر معلوم کرنا کچھ مشکل نہ تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جہاں کوئی دشواری پیش آتی تو وہ آپ سے رجوع کرتے اور انہیں تسلی بخش جواب مل جاتا۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب اسلامی فتوحات کا دائرہ بہت آگے تک بڑھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن کریم کی تفسیر بیان فرماتے جو بالواسطہ یا بلاواسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھی تھیں۔ خلفاء راشدین میں سب سے زیادہ تفسیر روایات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں مگر بحیثیت مجموعی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ تفسیر روایات حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ ان کے حلقہ درس میں ہزاروں شاگرد پیدا ہوئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین رحمۃ اللہ علیہم کا دور آیا تو حضرات تابعین رحمۃ اللہ علیہم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چشمہ فیض سے اپنی علمی پیاس بجھائی تھی۔ انہوں نے اُسی راستے کو اختیار کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی سے فائدہ اٹھایا اور انہیں کے طرز وطریقے سے تفسیر بیان فرمائی۔

آج بھی قرآن کی اصل تفسیر محفوظ ہے

اس کے بعد اس بات کی ضرورت تھی کہ تفسیر قرآن کو ایک مستقل علم کی صورت میں محفوظ کیا جاتا تاکہ امت کے لیے قرآن کریم کے الفاظ کے ساتھ ساتھ اس کے صحیح معنی بھی محفوظ ہو جائیں اور ملحد و گمراہ لوگوں کے لیے اس کی معنوی تحریف کی گنجائش باقی نہ رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی توفیق سے اس امت نے یہ کارنامہ اس حسن وخوبی سے انجام دیا کہ آج ہم یہ بات بلاخوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ اللہ کی اس آخری کتاب کے صرف الفاظ ہی محفوظ نہیں ہیں بلکہ اس کی وہ صحیح تفسیر وتشریح بھی موجود ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جان نثار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعے ہم تک پہنچی ہے۔

دور ملحدانہ

پھر ایک وہ دور آیا جب کچھ نام نہاد مفسرین پیدا ہوئے، جنہوں نے حضرات مفسرین، متقدمین ومتاخرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیان کردہ تفسیر کو چھوڑ کر اپنی رائے پر تفسیر کرنا شروع کیا اور اسے کمال سمجھنے لگے۔ تہذیب جدید اور نئی روشنی والے اپنے آزادانہ مزاج کے موافق ہونے کی وجہ سے اس کو ہی تمام تفسیروں پر فوقیت دیتے ہیں اور دینے لگ گئے ہیں۔

تفسیر قرآن کے بارے میں ایک شدید غلط فہمی

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی ہوگی کہ قرآن کریم کی تفسیر ایک انتہائی نازک اور مشکل کام ہے، جس کے لیے صرف عربی زبان جان لینا کافی نہیں، بلکہ تمام متعلقہ علوم میں مہارت ضروری ہے۔ چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ مفسرین قرآن کے لیے ضروری ہے کہ وہ عربی زبان کے نحو وصرف اور بلاغت وادب کے علاوہ علم حدیث، اصول فقہ وتفسیر اور عقائد وکلام کا وسیع وعمیق علم رکھتا ہو، کیونکہ جب تک ان علوم سے مناسبت نہ ہو، انسان قران کریم کی تفسیر میں کسی صحیح نتیجے تک نہیں پہنچ سکتا۔

افسوس ہے کہ کچھ عرصے سے مسلمانوں میں یہ خطرناک وبا پھیل گئی ہے کہ بہت سے لوگوں نے صرف عربی پڑھ لینے کو تفسیر قرآن کے لیے کافی سمجھ لیا ہے۔ جو شخص بھی معمولی عربی

زبان پڑھ لیتا ہے وہ قران کریم کی تفسیر میں رائے زنی شروع کر دیتا ہے، بلکہ بعض اوقات ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ عربی زبان کی نہایت معمولی شد بد رکھنے والے لوگ جنہیں عربی پر بھی مکمل عبور نہیں ہوتا، نہ صرف من مانے طریقے پر قرآن کی تفسیر شروع کر دیتے ہیں بلکہ پرانے مفسرین کی غلطیاں نکالنے کے درپے ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض ستم ظریف تو صرف ترجمے کا مطالعہ کر کے اپنے آپ کو قرآن کا عالم سمجھنے لگتے ہیں اور بڑے بڑے مفسرین پر تنقید کرنے سے نہیں چوکتے۔

خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ یہ ایک انتہائی خطرناک طرز عمل ہے، جو دین کے معاملے میں نہایت مہلک گمراہی کی طرف لے جاتا ہے۔ دنیوی علوم وفنون کے بارے میں ہر شخص اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص محض انگریزی زبان سیکھ کر میڈیکل سائنس کی کتابوں کا مطالعہ کرے تو دنیا کا کوئی صاحب عقل اسے ڈاکٹر تسلیم نہیں کر سکتا اور نہ اپنی جان اس کے حوالے کر سکتا ہے، جب تک کہ اس نے کسی میڈیکل کالج میں باقاعدہ تعلیم وتربیت حاصل نہ کی ہو۔ اس لیے کہ ڈاکٹر بننے کے لیے صرف انگریزی سیکھ لینا کافی نہیں بلکہ باقاعدہ ڈاکٹر کی تعلیم و تربیت حاصل کرنا ضروری ہے۔

اسی طرح کوئی انگریزی داں انجینئرنگ کی کتابوں کا مطالعہ کر کے انجینئر بننا چاہے تو دنیا کا کوئی بھی باخبر انسان اسے انجینئر تسلیم نہیں کر سکتا، اس لیے کہ یہ کام صرف انگریزی زبان سیکھنے سے نہیں آ سکتا، بلکہ اس کے لیے ماہر اساتذہ کے زیر تربیت رہ کر اس سے باقاعدہ اس فن کو سیکھنا ضروری ہے۔ جب ڈاکٹر اور انجینئر بننے کے لیے یہ کڑی شرائط ضروری ہیں تو آخر قرآن وحدیث کے معاملے میں صرف عربی زبان سیکھ لینا کافی کیسے ہو سکتا ہے؟ زندگی کے ہر شعبے میں ہر شخص اس اصول کو جانتا اور اس پر عمل کرتا ہے کہ ہر علم وفن کے سیکھنے کا ایک خاص طریقہ اور اس کی مخصوص شرائط ہوتی ہیں، جنہیں پورا کیے بغیر اس علم وفن میں اس کی رائے معتبر نہیں سمجھی جاتی تو آخر قرآن وسنت اتنے لاوارث کیسے ہو سکتے ہیں کہ ان کی تشریح وتفسیر کے لیے کسی علم وفن کے حاصل کرنے کی ضرورت نہ ہو اور اس کے معاملے میں جو شخص چاہے رائے زنی شروع کر دے؟

قرآن کے آسان ہونے کا مطلب؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کریم نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ. (سورۃ القمر، آیت ۱۷)

''اور بلاشبہ ہم نے قرآن کریم کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا ہے۔''

اور جب قرآن کریم ایک آسان کتاب ہے تو اس کی تشریح کے لیے کسی لمبے چوڑے علم وفن کی ضرورت نہیں، لیکن یہ استدلال ایک شدید مغالطہ ہے جو خود کم فہمی اور سطحیت پر مبنی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیات دو قسم کی ہیں۔ ایک تو وہ آیتیں جن میں عام نصیحت کی باتیں، سبق آموز واقعات اور عبرت وموعظت کے مضامین بیان کیے گئے ہیں۔ مثلاً دنیا کی ناپائیداری، جنت ودوزخ کے حالات، خوف خدا اور فکر آخرت پیدا کرنے والی باتیں اور زندگی کے دوسرے سیدھے سادے حقائق۔ اس قسم کی آیتیں بلاشبہ آسان ہیں اور جو شخص عربی زبان سے واقف ہو وہ انہیں سمجھ کر نصیحت حاصل کر سکتا ہے۔ مذکورہ بالا آیت میں اسی قسم کی تعلیمات کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ ان کو ہم نے آسان کر دیا ہے۔ چنانچہ خود اس آیت میں لفظ للذکر (نصیحت کے واسطے) اس پر دلالت کر رہا ہے۔

اس کے برخلاف دوسری قسم کی آیتیں وہ ہیں جو احکام وقوانین وعقائد اور علمی مضامین پر مشتمل ہیں۔ اس قسم کی آیتوں کا کما حقہ سمجھنا اور ان سے احکام ومسائل مستنبط کرنا ہر شخص کا کام نہیں، جب تک اسلامی علوم میں بصیرت اور پختگی حاصل نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مادری زبان اگرچہ عربی تھی، اور عربی سمجھنے کے لیے انہیں کہیں تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں تھی، لیکن وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنے میں طویل مدتیں صرف کرتے تھے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو عبد الرحمٰن سلمی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ جن حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی ہے، مثلاً حضرت عثمان بن عفان اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما وغیرہ، انہوں نے بتایا کہ جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم کی دس آیتیں سیکھتے وہ اس وقت تک آگے نہیں بڑھتے تھے جب تک ان آیتوں کے متعلق

تمام علمی اور عملی باتوں کا احاطہ نہ کرلیں۔ وہ فرماتے تھے کہ:

فتعلمنا القراٰن والعلم والعمل جمیعا

"ہم نے قرآن کو علم وعمل کے ساتھ ساتھ سیکھا ہے۔" (الاتقان، ج۲ ص۱۷۶)

چنانچہ موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے صرف سورۂ بقرہ یاد کرنے میں پورے آٹھ سال صرف کیے اور مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے جو شخص سورہ بقرہ اور سوہ آل عمران پڑھ لیتا، ہماری نگاہوں میں اس کا مرتبہ بہت بلند ہو جاتا تھا۔ (اتقان ج۲ ص۱۷۶ انوع ۷۷)

غور کرنے کی بات

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ یہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم جن کی مادری زبان عربی تھی، جو عربی کے شعروادب میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور ان کو لمبے لمبے قصیدے معمولی توجہ سے ازبر ہو جایا کرتے تھے انہیں قرآن کریم کو یاد کرنے اور اس کے معانی سمجھنے کے لیے اتنی طویل مدت کی کیا ضرورت تھی کہ آٹھ آٹھ سال صرف ایک سورت پڑھنے میں خرچ ہو جائیں؟

اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ قرآن کریم اور اس کے علوم کو سیکھنے کے لیے صرف عربی زبان کی مہارت کافی نہیں تھی بلکہ اس کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور تعلیم سے فائدہ اٹھانا ضروری تھا۔ اب ظاہر ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عربی زبان کی مہارت اور نزول وحی کا براہ راست مشاہدہ کرنے کے باوجود "عالم قرآن" بننے کے لیے باقاعدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت تھی، تو نزول قرآن کے سینکڑوں سال بعد عربی کی معمولی شدبد پیدا کرکے یا صرف ترجمے دیکھ کر مفسر قرآن بننے کا دعویٰ کتنی بڑی جسارت اور علم دین کے ساتھ کیسا افسوسناک مذاق ہے؟ ایسے لوگوں کو جو اس جسارت کا ارتکاب کرتے ہیں، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے۔

سزاؤں پر ایک نظر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من قال فی القران بغیر علم فلیتبوا مقعدہ فی النار

''جو شخص قرآن کے معاملے میں علم کے بغیر کوئی بات کہے تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔''

حضرت جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من تکلم فی القرآن برایہ فاصاب فقد اخطا

''جو شخص قرآن کے معاملے میں (محض) اپنی رائے سے گفتگو کرے اور اس میں کوئی صحیح بات بھی کہہ دے تب بھی اس نے غلطی کی۔'' (ابوداؤد ونسائی از اتقان ج ۲ ص ۱۷۹)

(ماخوذ از آسان ترجمہ قرآن، استاذ محترم، شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم)

(اللہ تعالیٰ قرآن وحدیث پر رائے زنی سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین)

جو حدیث نہ ہو حدیث کہہ کر بیان کرنے پر وعید جہنم

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ اٰيَةً وَحَدِّثُوْا مِنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ وَلَا حَرَجَ وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔ (رواہ البخاری، کتاب العلم)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پہنچاؤ میری طرف سے یعنی مجھ سے باتیں سن کر دوسروں تک پہنچاؤ اگرچہ وہ ایک ہی آیت ہو (یعنی اگر وہ بات مختصر سی ہی ہو، اس کو بھی پہنچاؤ) اور بنی اسرائیل کی خبریں (جو قرآن وحدیث کے مخالف نہ ہوں) بھی بیان کرو (یعنی اس کا بیان کرنا جائز ہے) اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولے (یعنی میری طرف سے ایسی بات منسوب کرے جس کو میں نے بیان نہیں کیا) تو وہ شخص جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنالے۔''

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّقُوا الْحَدِيْثَ عَنِّيْ اِلَّا مَا عَلِمْتُمْ فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ (رواہ الترمذی)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری طرف سے بات بیان کرنے سے بچو، مگر (ہاں) جو صحیح معلوم ہو (اسے بیان کردو)۔ پس جس نے مجھ پر قصداً جھوٹ باندھا اسے چاہیے کہ دوزخ میں اپنا ٹھکانہ بنالے۔''

دونوں احادیث مذکورہ میں ایسے شخص کے لیے جہنم کی وعید سنائی گئی ہے جو ایسی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کرے جو حدیث نہ ہو۔ بڑا خطرناک عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔

حدیث بیان کرنے میں احتیاط کی ہدایت

نوٹ:......اس حوالے سے استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا تفصیلی مضمون حضرت والا کی کتاب ''زبان کی حفاظت'' میں مذکور ہے۔ ہم اسی کو یہاں نقل کردیتے ہیں جو اپنی جامعیت میں بے مثال ہے۔

فرمایا روایت حدیث میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نہ فرمایا ہو اس کے متعلق یوں کہنا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سخت گناہ ہے۔ اس حدیث پاک میں اسی پر تنبیہ فرمائی ہے اور چونکہ یہ بھی آفات زبان میں سے ہے، جس میں واعظ اور مقرر تک مبتلا ہیں اس لیے اس حدیث کو ہم نے اس رسالہ کا جزو بنایا ہے۔ اگر لوگوں میں مشہور ہو کہ فلاں بات حدیث ہے اور محقق عالم یا معتبر و مستند کتاب کے ذریعے اس کے حدیث ہونے کا یقین نہ ہو تو ہرگز حدیث کہہ کر بیان کرنا جائز نہیں ہے۔ غیر حدیث کو قصداً حدیث بتا کر بیان کرنے کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی حرکت بد کرنے والا اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔ یعنی دوزخ میں جانے کے لیے تیار رہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص دوزخ میں جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے والد جناب زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان نہیں کرتے، جس طرح ابن مسعود اور فلاں فلاں (اصحاب رضی اللہ عنہم) روایت فرماتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اما انی لما فارقه منذ اسلمت ولکنی سمعته کلمة یقول من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار۔

''خبردار! (یہ بات نہیں ہے کہ میں نے حدیثیں سنی نہ ہوں۔ میں حدیثیں خوب سنی ہیں) جب سے میں مسلمان ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا نہیں ہوا، لیکن (حدیث کی روایت نہ کرنا احتیاط کی وجہ سے اور غلط بیان ہو جانے کے خوف سے ہے)۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص مجھ پر قصداً جھوٹ باندھے، اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔''
(سنن ابن ماجہ)

حدیث من کذب علی متعمدا الخ کے راوی حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے سو سے بھی زیادہ ہیں۔ ان حضرات میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں اور اس حدیث میں جو عید آئی ہے اس کی وجہ سے بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین روایات حدیث میں بہت احتیاط برتتے تھے اور روایت کر کے اس قسم کے الفاظ کہتے تھے او نحو هذا او شبه هذا (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا فرمایا، اس جیسا فرمایا) یہ اس ڈر سے بڑھاتے تھے کہ شاید کچھ بھول چوک یا کمی وزیادتی الفاظ میں ہو گئی ہو۔

حضرات خلفائے راشدین اور بڑی فضیلتوں والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصیت کے ساتھ حدیث کی روایت کرنے سے بچتے تھے۔

بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص جنت کی خوشبو نہ سونگھیں گے۔

(۱)......جس نے اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو اپنا باپ بنایا۔
(۲)......جس نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر جھوٹ بولا۔
(۳)......جس نے اپنی آنکھوں پر تہمت رکھی (یعنی جھوٹا خواب بیان کیا)۔

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

من تقول علی مالم اقل فلیتبوأ مقعده من النار

''جس نے میرے ذمے وہ بات لگائی جو میں نے نہیں کہی، اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔'' (سنن ابن ماجہ)

جھوٹ بولنا یوں بھی گناہ کبیرہ ہے، پھر کسی کے ذمے بات لگانا کہ اس نے یوں کہا ہے (حالانکہ وہ اس کے کہنے سے بری ہے) اس میں اور زیادہ گناہ گاری میں اضافہ ہوتا ہے۔ پھر حضور اقدس ﷺ کی ذات گرامی پر جھوٹ باندھنا یہ تو گناہ در گناہ ہے، کیونکہ حضور اقدس ﷺ پر جھوٹ باندھنا دوسرے شخصوں پر جھوٹ باندھنے سے زیادہ سخت جرم ہے اور اس کا نتیجہ دنیا وآخرت میں بہت بدترین ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ ارشاد نبوی (ﷺ) سے شریعت بنتی ہے، جس نے آپ ﷺ پر جھوٹ باندھا اس نے اللہ کے ذمے جھوٹ لگایا اور شریعت اپنی طرف سے تجویز کر کے امت مسلمہ کو گمراہ کرنے والا بنا۔ ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

ان کذبا علی لیس ککذب علی احد فمن کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار (مسلم)

"یعنی مجھ پر جھوٹ بولنا دوسرے اشخاص پر جھوٹ بولنے کی طرح نہیں ہے (بلکہ اس کی حرمت بہت زیادہ ہے۔ پس جو شخص قصداً جھوٹ بولے وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانہ بنالے)۔"

واعظوں اور مقرروں کی بے احتیاطی

اس زمانے میں جہاں دوسری آفتیں اور مصیبتیں دین اور علم دین کے لیے کھڑی ہوگئی ہیں، وہاں یہ بھی ایک بھاری مصیبت درپیش ہے کہ بے علم لوگ وعظ وتقریر اور تصنیف وتالیف کے ذریعے مسائل وفضائل پھیلاتے ہیں۔ اردو کی غیر معتبر کتابیں یا تصوف وتاریخ کے مضامین دیکھ کر حدیثیں بیان کرتے پھرتے ہیں، جہاں کوئی حکمت وموعظت کی بات عربی میں نظر پڑی، اس کو حدیث بنا کر پیش کر دیا اور کسی کتاب یا مضمون کا جزو بنا دیا۔ اس غیر محتاط طریقے کی وجہ سے بہت سی باتیں اور عبارتیں حدیث کے نام سے مشہور ہوگئی ہیں۔ نہ ہر صحیح بات حدیث ہوتی ہے نہ عربی میں حکمت وموعظت کا ہونا حدیث ہونے کی دلیل ہے۔

فلیس کل ما ھو حق حدیثا بل عکسہ

بہت سے لوگ فضائل اعمال کی حدیثیں سناتے ہیں یا فرائض چھوڑنے اور حرام کاموں کے کرنے پر وعیدیں بیان کرتے ہیں اور اس سلسلے میں بڑے بڑے ثواب یا عذاب بتاتے

ہیں اور خود تجویز کر کے رسول اکرم ﷺ کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب کر دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہ لوگ سراسر اپنی آخرت تباہ کرتے ہیں۔ حدیث گھڑ کر ثواب وعذاب بتانا اور کسی کو نیکی پر لگانا گناہ ہے۔ گناہ سے باز رکھنا اور خود دوزخ میں چلا جانا بڑی حماقت ہے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں کہ:

ثم انه لا فرق فی تحریم الکذب علیه صلی الله علیه وسلم بین ما کان فی الاحکام وما لا حکم فیه کالترغیب والترهیب والمواعظ وغیر ذلك فکله حرام من اکبر الکبائر واقبح القبائح باجماع المسلمین الذین یعتد بهم فی الاجماع۔

”حضور اقدس ﷺ پر جھوٹ باندھنا خواہ احکام میں ہو خواہ غیر احکام میں۔ مثلاً ترغیب وترہیب اور وعظ وغیرہ میں اس کی حرمت میں کوئی فرق نہیں (ان سب میں غیر حدیث کو حدیث کہہ کر بیان کرنا) بہر حال حرام ہے اور کبیرہ گناہوں میں سے بھی بڑا گناہ ہے۔ بدترین برائی ہے۔ اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع یعنی اتفاق ہے۔“

جاہل مصنفین کا طریقہ

آج کل جاہل سے جاہل آدمی بھی دینیات کی کتابیں لکھنے لگے ہیں اور سنی سنائی باتوں اور بنائی ہوئی دعاؤں کو حضور اقدس ﷺ کی حدیث بتا دیتے ہیں اور فضائل کی روایتیں جو جاہل واعظوں نے گھڑی ہیں، ان کو لکھ کر کتابوں کے صفحات اور اپنے اعمال نامے سیاہ کرتے چلے جاتے ہیں۔ تحریر وتقریر میں اعلان حق اور صحیح مسلک بیان کرنے سے زیادہ اس امر کا خیال رکھا جاتا ہے کہ لوگوں کو پسند آئے، جس سے داد بھی ملے اور عطیہ بھی اور کتاب بھی خوب فروخت ہو۔ یہ مقصد صحیح روایات سے پورا نہیں ہوتا تو لامحالہ عوام کے ذوق کا خیال رکھ کر غلط مسائل وفضائل اور خود ساختہ وتراشیدہ حدیثوں سے کام چلاتے ہیں۔ ان نام نہاد دینداروں کا یہ حال ہے کہ حدیثیں

گھڑنے اور بے سند جھوٹی حدیثیں بیان کرنے میں ذرا نہیں جھجکتے۔

ایک اور حدیث مبارکہ پڑھیے:

وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ وَالْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَدَّثَ عَنِّيْ بِحَدِيْثٍ يُرٰى اَنَّهٗ كَذِبٌ فَهُوَ اَحَدُ الْكَاذِبِيْنَ (رواہ مسلم)

''حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میری نسبت کر کے کوئی بات بیان کی، جسے وہ جھوٹ سمجھ رہا ہو تو وہ جھوٹوں میں کا ایک جھوٹا ہے۔'' (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۲ از مسلم)

جس بات کے متعلق یہ شک ہو کہ حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے یا نہیں، اس کو حدیث کہہ کر بیان کرنا یہ جھوٹ بولنا ہی ہے اور جس کے بارے میں یقین ہو کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے، اس کو حدیث کہہ کر بیان کرنا تو بہت ہی بڑی جسارت اور گناہ عظیم ہے۔ چلتے پھرتے واعظوں سے سن کر یا مولوی نما جاہل مصنفوں کی غیر معتبر کتابوں میں دیکھ کر خواہ مخواہ حدیث سمجھ لینے اور پھر اس کو دوسروں تک حدیث کہہ کر بیان کرنے سے پرہیز کرنا لازم ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی احتیاط

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قوت حافظہ مشہور ہے۔ تمام صحابہ کرام سے زیادہ قوی الحفظ تھے۔ ان کو اپنے حافظے پر بڑا ناز تھا، اس کے باوجود ذرا سا شبہ ہوتا تو حدیث بیان کرنے سے ہچکچاتے تھے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ (قیامت کے دن) دو بار جو صور پھونکا جائے گا ان دونوں کے درمیان چالیس کا فاصلہ ہوگا۔ حاضرین نے دریافت کیا کہ اے ابو ہریرہ (کیا چالیس؟) آیا چالیس دن؟ جواب دیا میں نہیں کہہ سکتا۔ عرض کیا تو چالیس مہینے؟ فرمایا میں نہیں کہہ سکتا پھر دریافت کیا کہ آیا چالیس سال؟ جواب دیا کہ میں نہیں کہہ سکتا۔

سبحان اللہ! سب سے بڑے حافظ و محدث کی یہ احتیاط ہے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ حدیث بالا کے ذیل میں لکھتے ہیں:

فیہ تغلیظ الکذب والتعرض لہ وان من غلب علی ظنّہ انہ کذب مایرویہ فرواہ کان کاذبا وکیف لایکون کاذبا وھو مخبر بما لم یکن۔

''یعنی اس حدیث میں جھوٹ کا سخت حرام ہونا بیان کیا گیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ جو شخص کوئی بات بیان کر رہا ہو اور غالب گمان ہے کہ وہ جھوٹ ہے تو یہ روایت کرنے والا جھوٹا ہوگا اور کیونکر جھوٹا نہ ہوگا جبکہ وہ ایسی چیز کی خبر دے رہا ہو جو حقیقت میں نہیں ہے۔''

(ماخوذ از رسالہ ''زبان کی حفاظت'' استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنی قدس اللہ سرہ)

(اللہ تعالیٰ اس حوالے سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین)

اہل حق کی جماعت سے الگ رہنے پر وعید جہنم

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللهَ لَا يَجْمَعُ اُمَّتِيْ اَوْ قَالَ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ عَلَى ضَلَالَةٍ وَيَدُ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ۔ (رواہ الترمذی، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نہیں جمع فرمائیں گے میری امت کو، یا یہ فرمایا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت کو گمراہی پر اور اللہ کا ہاتھ (یعنی اس کی مدد و حفاظت، توثیق وتائید) جماعت کے اوپر ہے) اور جو شخص (اس جماعت حقہ) سے جدا ہوگا۔ اعتقاد میں، عمل میں تو اس کو اس جماعت سے علیحدہ کر کے جہنم میں ڈالا جائے گا۔''

ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ عَنْ عُنُقِهٖ۔ (رواہ احمد وابوداؤد)

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص جماعت (مسلمانوں کی بڑی جماعت) سے بالش بھر جدا ہوا (یعنی کچھ دیر کی لیے جدا ہوا یا جماعت کی مخالفت کی) تو اس نے اسلام کا پٹہ (اسلام کا ذمہ) اپنی گردن سے نکال دیا (کیونکہ جماعت سے جدائی اسلام سے ہی

جدائی کا باعث بن جاتا ہے)۔"

ان دونوں احادیث مبارکہ میں اہل ایمان کو مسلمانوں کی بڑی جماعت سے الگ اور جدا رہنے سے منع کیا گیا ہے اور جو شخص اس بڑی جماعت سے الگ اور جدا رہے گا اس کا ٹھکانا جہنم بتایا گیا ہے۔

امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت

حدیث مبارکہ میں دو باتیں خاص طور پر ذکر کی گئی ہیں۔ پہلی بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ذکر فرمائی کہ میری امت کی خاصیت یہ ہے کہ یہ امت ساری کبھی بھی گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی۔ یعنی چند افراد یا کوئی گروہ تو ہوسکتا ہے کہ وہ بھٹک جائے، غلط راستے پر چل نکلے، لیکن پوری مسلم امہ گمراہی میں مبتلا نہیں ہوسکتی۔ اگر دیکھا جائے تو یہ بات تاریخ کے حوالے سے ثابت ہے کہ بڑے بڑے فتنے پیدا ہوئے اغیار نے بہت گہری گہری سازشیں کیں، جن کا شکار چند افراد یا چھوٹی سی جماعت ہوئی، لیکن الحمدللہ مجموعی طور پر امت ان فتنوں و سازشوں سے محفوظ رہی۔

آج بھی یہی کیفیت ہے کہ ہر چہار طرف سے اسلام اور مسلمانوں پر مسلسل حملے ہو رہے ہیں۔ ان حملوں کا شکار معصوم و ان پڑھ افراد ضرور ہوئے ہیں، لیکن پوری امت ان سے محفوظ ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ کی تائید وحمایت انہیں حاصل ہوتی ہے۔ اسی کو فرمایا:

یداللہ علی الجماعۃ

"اللہ کا ہاتھ جماعت کے اوپر ہے۔"

دوزخ سے بچنے کا نسخہ

دوسری بات جو ذکر فرمائی کہ چونکہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے لہٰذا مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ جڑ کر رہا جائے اور جو جماعت سے علیحدہ ہوگا وہ دراصل گمراہی کا شکار ہوگا اور جو گمراہی کا شکار ہوں گے وہ دوزخ میں جا گریں گے۔

جماعت سے مراد اہل حق مسلمانوں کی اکثریت ہے جو عقائد و ایمان میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق زندگی گزارتے ہیں۔ ان کا ہر عمل کتاب و سنت سے ثابت شدہ ہوتا ہے۔ وہ آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ کے وہی معنی لیتے ہیں جو

اصل میں ہوتے ہیں اور جو رسول اللہ ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہوتے ہیں۔ اس سے مسلمانوں کے نام سے کوئی جماعت مراد نہیں۔ (جیسا کہ آج کل ایک جماعت مسلمانوں کی جماعت یعنی جماعت المسلمین کے نام سے موسوم ہے) جو شدت پسندی میں اور صحیح احادیث مبارکہ کے انکار میں اپنی مثال آپ ہے) اس نام کے ذریعہ امت میں بڑی غلط فہمی پیدا کی جارہی ہے۔

مسلمانوں کو بڑی جماعت کے ساتھ رہنے کا حکم

ایک اور حدیث مبارکہ میں ارشاد فرمایا:

اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ

''سواد اعظم یعنی مسلمانوں کی بڑی جمات کی اتباع کرو۔ پس بے شک جو بڑی جماعت سے جدا ہوگا وہ جدا کر کے جہنم میں ڈالا جائے گا۔'' (مشکوٰۃ)

سواد اعظم کا مصداق کون؟

ان دونوں احادیث میں بھی اہل ایمان کو سواد اعظم یعنی مسلمانوں کی بڑی جمات کے ساتھ رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کے لیے بڑی جماعت پر ہی اللہ کی خاص مدد ہوتی ہے۔ یوں تو آج ہر فرقہ اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت کہتا ہے اور اپنے آپ کو حق میں گمان کرتا ہے اور اپنے آپ کو سواد اعظم کہتا ہے مگر یہ ''سواد اعظم'' کے لفظ کا صحیح مصداق بحمد للہ اہل سنت والجماعت ہیں، یعنی علماء دیوبند ہیں۔ یہی وہ جماعت ہے جو حقیقی معنوں میں اہل سنت والجماعت ہیں اور اہل سنت والجماعت یعنی علماء دیوبند پر ہی ''سواد اعظم'' کا لفظ صادق آتا ہے، جو الحمد للہ عقائد و اعمال میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق چل رہے ہیں۔

مسلک دیوبند کیا ہے؟

مسلک دیوبند کسی متعصب فرقے کا نام نہیں ہے اور نہ ہی یہ کوئی سیاسی جماعت کا نام ہے؟ بلکہ...... درحقیقت میں قرآن وسنت کی اس تعبیر کا نام ہے جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین

عظام اور اسلاف امت کے ذریعہ ہم تک پہنچی۔ یہ اہل علم صحیح کا نام ہے جو بزرگان دین نے پیٹ پر پتھر باندھ کر ہم تک پہنچایا ہے۔ یہ اس اخلاص وللّٰہیت، تواضع وسادگی، حق گوئی وبے باکی کا نام ہے جو تاریخ اسلام کے ہر دور میں علماحق کا طرّہ امتیاز رہا ہے۔

(ماخوذ از جہاندیدہ حضرت مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم)

مسلک دیوبند اعتدال کا نام ہے

مسلک دیوبند نام ہے اعتدال کا، یعنی اعتدال اور توازن کا نام دیوبند ہے۔ رفض وخروج کے درمیان راہِ اعتدال خیروشر کے درمیان اعتدال اعتزال وارجاء کے درمیان اعتدال، شریعت وطریقت اور ظاہر وباطن میں اعتدال، تقلید واجتہاد میں اعتدال، اعتدال کا نام مسلک دیوبند ہے اور اعتدال کا دوسرا نام ہی سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

(اصلاحی تقریریں، جلد ۱، مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد رفیق عثمانی دامت برکاتہم)

فتنوں کے دور میں علماء دیوبند روشنی کی کرن

اس پرفتن دور میں دینی ودنیاوی، ظاہری وباطنی فتنے مختلف رنگ وروپ میں پے در پے ظاہر ہورہے ہیں اور سادہ لوح مسلمان گمراہی وکجی کی راہوں کی طرف دھکیلنے میں سرگرداں ہیں۔ اہل حق کی ایک جماعت (علماء دیوبند) کے شب وروز کی محنت ومشقت کے نتیجے میں اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب نہ ہوسکے۔ اس قسم کے فتنوں کی بیخ کنی کے لیے تاقیامت اہل حق کی جماعت قائم ودائم رہے گی۔ (ان شاء اللہ)

(اللہ تعالیٰ اہل حق کے ساتھ جڑے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین)

دکھلاوا اور ریاکاری کرنے پر وعید جہنم

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ یُقْضٰی عَلَیْهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ رَجُلٌ اُسْتُشْهِدَ فَاُتِیَ بِهٖ فَعَرَّفَ نِعْمَتَهٗ فَعَرَفَهَا فَقَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْهَا قَالَ قَاتَلْتُ فِیْكَ حَتّٰی اُسْتُشْهِدْتُّ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِاَنْ یُّقَالَ جَرِیٌّ فَقَدْ قِیْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْهِهٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ.

وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهٗ وَقَرَءَ الْقُرْاٰنَ فَاُتِیَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْهِمَا قَالَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِیُقَالَ اِنَّكَ عَالِمٌ وَقَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ لِیُقَالَ هُوَ قَارِیٌٔ فَقَدْ قِیْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ بِهٖ عَلٰی وَجْهِهٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ

وَرَجُلٌ وَسِعَ اللهُ عَلَیْهِ وَاَعْطَاهُ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهٖ فَاُتِیَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْهَا

قَالَ مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ اَنْ يُنْفَقَ فِيهَا اِلَّا اَنْفَقْتُ فِيهَا لَكَ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ جَوَّادٌ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ بِهٖ عَلٰى وَجْهِهٖ ثُمَّ أُلْقِيَ فِي النَّارِ (رواہ مسلم، کتاب العلم)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمام انسانوں میں قیامت کے دن سب سے پہلے جس شخص کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا وہ شہید ہوگا۔ اس کو لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں اس کو یاد دلائیں گے۔ وہ ان سب کو پہچانے گا اور اقرار کرے گا۔ پس اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے تو نے ان نعمتوں کا حق شکر کیا (ادا کیا؟) وہ عرض کرے گا: میں نے تیرے راستے میں قتال کیا، یہاں تک کہ شہید ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے تو نے جھوٹ کہا، تو نے اس لیے قتال کیا تا کہ کہا جائے کہ بڑا بہادر ہے سو کہا جاچکا (اور تیرا مقصد حاصل ہوگیا)۔ پس اس کے بارے میں حکم کیا جائے گا کہ اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے۔

اور ایک وہ شخص جس نے علم سیکھا اور (دوسروں) کو سکھلایا اور قرآن پاک پڑھا، اُسے لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتیں یاد دلائیں گے۔ وہ سب کو یاد کرے گا اور اقرار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے تو نے ان نعمتوں میں کیا عمل کیا؟ (ان نعمتوں کا کیا شکر ادا کیا) وہ شخص کہے گا۔ میں نے علم حاصل کیا اور دوسروں کو سکھلایا اور تیری خوشنودی کے لیے قرآن پاک پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو جھوٹا ہے، تو نے علم اس لیے سیکھا تا کہ تجھ کو کہا جائے کہ تو بڑا عالم ہے اور قرآن پاک اس لیے پڑھا تا کہ کہا جائے کہ بڑا قاری ہے۔ سو یہ کہا جاچکا (اور جو مقصد تھا حاصل ہوگیا) اور حکم کیا جائے گا کہ منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے۔

اور ایک وہ شخص ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے (دنیا) میں اس پر روزی کو خوب کشادہ کیا

اور اس کو ہر قسم کا مال عطا فرمایا، اس کو لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنے نعمتیں یاد دلائیں گے۔ وہ سب کا اقرار کرے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے تو نے ان نعمتوں کا کیا حق شکرادا کیا۔ وہ کہے گا کہ میں نے خیر کا کوئی راستہ جس میں خرچ کیا جانا تجھے محبوب ہو نہیں چھوڑا کہ میں نے اس میں خرچ نہ کیا ہو بلکہ ہر ہر راستے میں تیری رضا وخوشنودی کے لیے خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے تو جھوٹ کہتا ہے۔ یہ سب تو نے اس لیے کیا تا کہ تجھ کو کہا جائے کہ بڑا سخی ہے، سو کہا جا چکا (اور تیرا مقصد حاصل ہو گیا) پس حکم کیا جائے گا اور اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔"

حدیث مذکورہ میں اعمال میں اصلاح نیت اور اخلاص نہ ہونے پر جہنم کی سخت وعید سنائی گئی ہے۔ اعمال چاہے چھوٹا ہو یا بڑا، اخلاص نہ ہونے پر یہ سزا جہنم کی ہے۔

اعمال کی قبولیت کا دارومدار نیتوں پر ہے

اسلام اپنے ماننے والوں کو بڑا اہم اور پہلا حکم یہ دیتا ہے کہ اپنے تمام اعمال وافعال اور اقوال میں اپنی نیتوں کو درست رکھیں اور اللہ تعالیٰ خاص طور پر تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے اور یہی نیت انسان کے تمام اعمال کی اصل محرک ہے۔ اسلام کے ماننے والوں کے اعمال کی قدر و قیمت اس وقت ہوگی جب ان اعمال کے کرتے وقت ان کی نیت درست ہوگی۔ اگر نیت، وجہ اور سبب درست ہے تو اس اچھے عمل کی بہترین جزا ہے۔ کیونکہ اس نے ایسا اچھا عمل کیا جس میں اخلاص ہے۔ خیر وشر دونوں ہر شخص کے نفس وذات میں داخل ہو کر اسے عمل خیر وشر پر آمادہ کرتے ہیں۔

احادیث کی اکثر کتابوں کی ابتدا مشہور حدیث مبارکہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَاتِ سے ہوئی ہے۔ جس میں سب سے پہلے انسانوں کو اپنی نیتوں کو درست کرنے کی تاکید ہے اور یہ بتلادیا ہے کہ تمہارے تمام اعمال کا دارومدار تمہاری نیتوں پر اور اجر وثواب سب اچھی نیتوں کے ساتھ کیے ہوئے اعمال پر ہی ملتا ہے۔ نیت میں اگر فساد ہے تو پھر وہ عمل ریاکاری اور دکھلاوے میں آتا ہے۔ اس پر اجر وثواب کے بجائے وہ اس کے لیے وبال جان بن جائے گا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: اعمال کا دارومدار صرف نیت پر ہے اور آدمی کو وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہوگی۔ (مثلاً) جس نے اللہ اور رسول ﷺ کے لیے ہجرت کی ہوگی، واقعی اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لیے ہوگی تو اس کی ہجرت دنیا کے لیے یا عورت کے لیے ہی شمار ہوگی۔ (بخاری ومسلم)

یہ حدیث اصلاح وتربیت کے باب کی نہایت اہم حدیث ہے۔ حضور پاک ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ نیک اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ اگر نیت ٹھیک ہے تو اس کا ثواب ملے گا، ورنہ نہیں ملے گا۔ کوئی عمل چاہے وہ دیکھنے میں نیک ہو، اس کا اجر آخرت میں صرف اسی صورت میں ملے گا جب کہ وہ خدا کی خوشنودی کے لیے کیا گیا ہو۔ اگر اس عمل کا محرک دنیا طلبی ہو، اگر اسے کسی اپنی دنیاوی غرض پوری کرنے کے لیے ہی انجام دیا گیا ہو تو آخرت کے بازار میں اس کی کوئی قیمت نہ لگے گی۔ اس کا یہ عمل وہاں کھوٹا سکہ قرار پائے گا۔ اس حقیقت کو آپ ﷺ نے ہجرت کی مثال دے کر واضح فرمایا کہ دیکھو! ہجرت جتنا بڑا نیکی کا کام ہے، لیکن اگر کوئی شخص خدا اور رسول ﷺ کے لیے نہیں بلکہ اپنی دنیاوی غرض پوری کرنے کے لیے ہجرت (ترک وطن) کرتا ہے تو آخرت میں اسے اس عمل کا جو بظاہر بہت بڑی نیکی ہے، کچھ ثواب نہیں ملے گا بلکہ الٹا اس پر جعل سازی اور فریب دہی کا مقدمہ قائم ہوگا۔

ریاکاری کے معنی اور حقیقت

ریا کے معنی دکھاوا اور نمائش کے ہیں۔ انسانی اعمال کی حقیقت ان کی نیت اور ان کی غرض پر مبنی ہے۔ اس لیے اعمال کی راستی و ناراستی اور اچھائی و برائی کا بہت کچھ مدار غرض و نیت پر ہے۔ اسی لیے حدیث مبارکہ میں فرمایا:

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ

''عمل کا تعلق نیت سے ہے۔''

ریاکاری اور دکھلاوا اسی نیت، یعنی اعمال کی غرض و غایت ہی کی بنیاد کو کھوکھلا کر دیتی ہے، جس سے ساری عمارت ہی بودی اور کمزوری ہو جاتی ہے۔ اس دکھلاوے کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنی اچھائی و برائی کا اظہار کر کے لوگوں میں اپنی نسبت حسن ظن پیدا کرے اور اپنے

آپ کو بڑا کر کے دکھائے۔ یہ ریا اور نمائش انسان کے ہر اس عمل میں ظاہر ہوتی ہے جو خالص اللہ کے لیے نہ کیا جائے بلکہ اس سے کوئی اور دنیوی غرض مطلوب ہو۔ اسی لیے اسلام نے ریا کاری کا نام شرک خفی اور شرک اصغر رکھا ہے۔

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو اپنی امت کی نسبت شرک کا سب سے زیادہ خوف ہے، لیکن میں نہیں کہتا ہے کہ وہ چاند، سورج اور بتوں کی پرستش کرنے لگے گی بلکہ خدا کے علاوہ اور لوگوں کے لیے یا کسی مخفی خواہش سے عمل کرے گی۔ (ابن ماجہ)

سنن ابن ماجہ میں ہی ہے کہ ایک بار حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسیح دجال کا ذکر کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ آ نکلے اور فرمایا کیا میں تم کو وہ چیز بتاؤں جو میرے نزدیک تمہارے لیے مسیح دجال سے بھی زیادہ خطرناک ہے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ضرور بتائیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا شرک خفی اور (وہ) یہ کہ آدمی نماز کے لیے کھڑا ہو اور اس کو زیب و زینت کے ساتھ ادا کرے، اس لیے کہ وہ دیکھ رہا ہے کہ اس کو دوسرا شخص دیکھتا ہے۔ (ابن ماجہ باب الریاء والسمعۃ)

شہرت کے لیے عمل کرنا حضور ﷺ کی نظر میں

ریا کاری اور نمائش اعمال کی اصل شکل و صورت کو ہی بگاڑ دیتی ہے۔ اسی لیے حضور ﷺ نے اس کے ایک ایک نقصان سے امت کو آگاہ فرمایا۔ چنانچہ انسان کی عام فطرت کے لحاظ سے اور عرب کی مخصوص اخلاقی حالت کے لحاظ سے ریا کاری کی جو صورتیں پیدا ہو سکتی ہیں، آپ ﷺ نے ان سب کی ممانعت فرمائی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ ایک شخص مال غنیمت کے لیے، ایک شخص شہرت کے لیے اور ایک شخص اظہار شجاعت کے لیے لڑتا ہے تو ان میں سے کس کا جہاد خدا کی راہ میں ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کا جو اس لیے لڑتا ہے کہ خدا کا کلمہ بلند ہو۔ (ابوداؤد)

آپ ﷺ سے پھر کسی موقع پر ایک شخص نے سوال کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ایک شخص اظہار شجاعت کے لیے لڑتا ہے۔ ایک شخص قومی حمیت سے اور ایک شخص ریا کاری سے جہاد کرتا

ہے۔ تو کس کا جہاد خدا کی راہ میں ہے؟

وہی پہلا والا جواب ملا (اس شخص کا جو اس لیے لڑتا ہے کہ خدا کا کلمہ بلند ہو)۔ (مسلم شریف)

ریاکاروں کی قیامت کے دن ذلت ورسوائی

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس امت کو اس بات کی خوشخبری سنادو کہ ان کو بلندی اور رفعت نصیب ہوگی اور (ان کا) دین (غالب ہوگا) اور زمین میں ان کو اقتدار نصیب ہوگا۔ پس جو شخص آخرت والا عمل دنیا کے لیے کرے گا آخرت میں اس کے لیے کچھ بھی حصہ نہ ہوگا۔ (الترغیب والترہیب، از احمد وابن حبان وحاکم وبیہقی)

حضرت ابوسعید بن ابی فضالہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے سب لوگوں کو جمع فرمائیں گے تو ایک پکارنے والا پکارے گا: جس شخص نے اپنے کسی ایسے عمل میں جو اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے کیا تھا کسی اور کو بھی شریک کیا تو وہ اس کا ثواب اسی دوسرے سے جا کر مانگ لے، کیونکہ اللہ تعالیٰ شرکت میں شرکاء سے زیادہ بے نیاز ہے۔ (ترمذی)

اخلاص وللّٰہیت کی برکات

ریاکاری ضد ہے اخلاص کی۔ یعنی ہر وہ کام جو صرف اللہ کی رضا وخوشنودی کے لیے کیا جائے۔ جہاں آپ نے ریاکاری کی مذمت اور اس کے اثرات بد اور قیامت کے دن ایسے لوگوں کی ذلت و رسوائی کو پڑھا، اب تھوڑا سا اخلاص کی برکات اور اس کے اچھے نتائج وثمرات بھی پڑھ لیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: تم سے پہلے کسی امت کے تین شخص (ایک ساتھ سفر پر) نکلے۔ (چلتے چلتے رات ہوگئی) رات گزارنے کے لیے ایک غار میں داخل ہوگئے۔ اسی دوران پہاڑ سے ایک چٹان گری، جس نے غار کے منہ کو بند کر دیا۔ (یہ دیکھ کر) انہوں نے کہا کہ اس چٹان سے نجات کی یہی صورت ہے کہ سب کے سب اپنے اعمال صالحہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ (چنانچہ انہوں نے اپنے اپنے عمل کے واسطے سے دعائیں کیں) ان میں سے ایک نے کہا:

یااللہ! (آپ جانتے ہیں کہ) میرے ماں باپ بہت بوڑھے تھے۔ میں اہل وعیال اور غلاموں کو ان سے پہلے دودھ نہیں پلاتا تھا۔ ایک دن میں کسی چیز کی تلاش میں دور نکل گیا، جب واپس لوٹ کر آیا تو والدین سو چکے تھے) پھر بھی) میں نے ان کے لیے شام کا دودھ دوہا (اور اسے پیالے میں لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا) تو دیکھا کہ (اس وقت بھی) سو رہے ہیں۔ میں نے ان کو جگانا پسند نہیں کیا اور ان سے پہلے اہل وعیال یا غلاموں کو دودھ پلانا بھی گوارا نہ کیا۔ میں دودھ کا پیالہ ہاتھ میں لیے ان کے سرہانے کھڑا ان کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور بیدار ہوئے (تو میں نے انہیں دودھ دیا) اس وقت انہوں نے اپنے شام کے حصے کا دودھ پیا۔ یااللہ! اگر میں نے یہ کام صرف آپ کی خوشنودی کے لیے کیا تھا تو اس چٹان کی وجہ سے ہم جس مصیبت میں پھنس گئے ہیں، اس سے ہمیں نجات عطا فرمادیں۔ اس دعا کے نتیجے میں وہ چٹان تھوڑی سی سرک گئی، لیکن باہر نکلنا ممکن نہ ہوا۔

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ دوسرے شخص نے دعا کی یااللہ! میری ایک چچازاد بہن تھی، جو مجھے سب سے زیادہ محبوب تھی۔ میں نے (ایک مرتبہ) اس سے اپنی نفسانی خواہش پوری کرنے کا ارادہ کیا، لیکن وہ آمادہ نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ ایک وقت آیا کہ قحط سالی نے اسے (میرے پاس) آنے پر مجبور کردیا۔ میں نے اسے اس شرط پر ایک سو بیس دینار دیے کہ وہ تنہائی میں مجھ سے ملے۔ وہ آمادہ ہوگئی، یہاں تک کہ جب میں اس پر قابو پاچکا (اور قریب تھا کہ میں اپنی نفسانی خواہش پوری کروں) تو اس نے کہا کہ میں تمہارے لیے اس بات کو حلال نہیں سمجھتی کہ تم اس مہر کو ناحق توڑو۔ (یہ سن کر) میں اپنے برے ارادے سے باز آگیا اور میں اس سے دور ہوگیا، حالانکہ مجھے اس سے بہت زیادہ محبت تھی اور وہ دینار بھی چھوڑ دیے جو اسے دیے تھے۔ یااللہ! اگر میں نے یہ کام آپ کی رضا کے لیے کیا تھا تو ہماری اس مصیبت کو دور فرمادیں۔ چنانچہ چٹان کچھ اور سرک گئی لیکن (پھر بھی) نکلنا ممکن نہ ہوا۔

تیسرے نے دعا کی یااللہ! کچھ مزدوروں کو میں نے مزدوری پر رکھا تھا۔ سب کو میں نے مزدوری دے دی، صرف ایک مزدور اپنی مزدوری لیے بغیر چلا گیا تھا۔ میں نے اس کی مزدوری کی رقم کو کاروبار میں لگادیا، یہاں تک کہ مال میں بہت کچھ اضافہ ہوگیا۔ کچھ عرصہ بعد وہ ایک دن آیا اور آکر کہنے لگا: اللہ کے بندے! مجھے میری مزدوری دے دے۔ میں نے کہا یہ اونٹ،

گائے، بکریاں اور غلام جو تمہیں نظر آ رہے ہیں، یہ تمہاری مزدوری ہے۔ یعنی تمہاری مزدوری کو کاروبار میں لگا کر یہ منافع حاصل ہوئے ہیں۔ اس نے کہا: اللہ کے بندے! مذاق نہ کر۔ میں نے کہا: مذاق نہیں کر رہا (حقیقت بیان کر رہا ہوں) چنانچہ (میری وضاحت کے بعد) وہ سارا مال لے گیا، کچھ نہ چھوڑا۔ یا اللہ! اگر میں نے یہ کام صرف آپ کی رضا کی خاطر کیا تھا تو یہ مصیبت جس میں ہم پھنسے ہوئے ہیں، دور فرما دیں۔ چنانچہ وہ چٹان بالکل سرک گئی (اور غار کا منہ کھل گیا) اور سب باہر نکل آئے۔ (بخاری) (یہ ہے اخلاص کی برکت)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اخلاص سے خالی عمل کرنے والے شخص سے کہہ دو کہ خواہ مخواہ اپنے آپ کو نہ تھکائے، کیونکہ بغیر اخلاص کے عمل کرنے والے کی مثال اس مسافر کی سی ہے جو اپنے زادِ راہ کی جگہ مٹی سے اپنی چادر بھر رہا ہو، کیونکہ اس طرح وہ خود کو فضول کام میں تھکا رہا ہے۔ جس میں اسے کوئی نفع نہیں ہے۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تم نیت کی درستی اور اس کی حقیقت اچھی طرح سیکھ لو، کیونکہ یہ عمل سے زیادہ طاقتور ہے اور یہ نیت بسا اوقات انسان کو اتنی بلندی تک پہنچا دیتی ہے، جہاں تک عمل نہیں پہنچا سکتا۔

(اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے کاموں میں اخلاص نصیب فرمائے
اور ریاکاری و دکھلاوے سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین)

فاسد نیت سے علم سیکھنے اور اسے چھپانے پر وعید جہنم

عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ أَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ أَوْ يَصْرِفَ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ أَدْخَلَهُ اللهُ النَّارَ

(الترمذی ورواہ ابن ماجہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ، کتاب العلم)

''حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے اس لیے علم حاصل کیا کہ عالموں سے مقابلہ کرے یا بے وقوفوں سے جھگڑا کرے یا لوگوں کو اپنی طرف جھکائے تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں داخل فرمائے گا۔'' (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۴ از ترمذی)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهُ ثُمَّ كَتَمَهُ أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِّنْ نَارٍ

(مشکوٰۃ از ترمذی وابوداؤد)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس سے کوئی علم کی بات پوچھی گئی، جسے وہ جانتا ہے، پھر اس نے اس کو چھپا دیا تو قیامت کے دن اس کو آگ کی لگام لگائی جائے گی۔''

دونوں حدیث مذکورہ میں سے پہلی حدیث مبارکہ میں ایسے شخص کا ذکر ہے جو علم صرف اور صرف عالموں سے مقابلہ کرنے یا لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے اور جھکانے کے لیے سیکھتا ہے۔ اس کا انجام ذکر ہوا کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو دوزخ میں داخل فرمائیں گے۔

دوسری حدیث میارکہ جس میں ایسے شخص کا ذکر ہے، جس کو اللہ نے علم عطا فرمایا، پھر اس نے اس علم کو لوگوں کو نہ بتایا، اسے چھپایا تو اس کا انجام بتلایا گیا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن آگ کی لگام لگائیں گے اور اس کا ٹھکانہ بھی دوزخ ہی ہوگا۔

دین اسلام میں علم کی اہمیت

اللہ تعالیٰ نے علم دین کو بڑی اہمیت دی ہے۔ اگر دیکھا جائے تو انسان کو جو عظمت اور دوسری مخلوقات پر فوقیت اور فضیلت حاصل ہے یہ صرف علم وعقل کی وجہ سے ہے۔ علم کی ایک امتیازی شان یہ ہے کہ علم کے بغیر انسان نہ تو خدا تعالیٰ کی صحیح معرفت حاصل کرسکتا ہے اور نہ ہی اپنے دین کے بارے میں کچھ جان سکتا ہے۔ زندگی گذارنے میں ہر موڑ پر علم کی شدید ضرورت ہے۔ علم کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے نزول کا آغاز ہوا تو سب سے پہلے جو حکم ملا وہ پڑھنے پڑھانے سے متعلق ملا۔ ارشاد ہوا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝۱ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝۲ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝۳ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝۴ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝۵

(سورۃ العلق، آیت ۱ تا ۵)

”آپ پڑھیے اپنے رب کا نام لے کر جس نے پیدا کیا انسان کو خون کے لوتھڑے سے۔ آپ پڑھیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے، جس نے علم سکھایا قلم سے انسان کو ان اشیاء کا علم دیا جن سے وہ ناواقف تھا۔“

دین اسلام میں علم کی اہمیت ایسی ہے جیسی اندھیرے میں روشنی کی۔ حقیقت یہ ہے کہ کرۂ ارض کا آخری اور مکمل دین یہی دین اسلام ہے۔ جس نے مذہب کی بنیاد علم پر رکھی اور بار بار لوگوں کو تحصیل علم اور کائنات پر غور وفکر کی دعوت دی۔ اسلام ہی وہ دین ہے جس نے

عقائد سے لے کر عبادات اور اخلاقیات سے لے کر سیاسیات و اقتصادیات اور تمدن و معاشرت تک کی بنیاد علم پر رکھی اور اس کی ضرورت پر زور دے کر اسے سیکھنے اور حاصل کرنے کی تاکید کی۔

حصول علم ایک فریضہ ہے

دین اسلام میں اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ اس کی اہمیت اور افادیت کو آپ ﷺ نے محسوس کرتے ہوئے علم کو پورے معاشرے میں جاری فرمانے کے لیے تمام مسلمانوں کے لیے حصول علم کو فرض قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

طلب العلم فریضة علی کل مسلم ومسلمة

''علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کسی نے اپنے آپ کو مسلمان کہہ دیا اس پر فرض ہو گیا کہ اسلامی تعلیم کو سیکھے اور اس کے مطابق اپنے عقائد درست رکھے۔ اللہ کے احکامات سے وابستہ ہونے کے لیے اس کی معلومات رکھے۔

حصول علم کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایئے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ مسجد نبوی میں تشریف لائے، وہاں دو مجالس قائم تھیں۔ ایک حلقہ ذکر تھا اور دوسرا حلقہ علم سیکھنے اور سکھانے کا تھا۔ آپ ﷺ نے دونوں کی تعریف فرمائی اور پھر آپ ﷺ علم کے حلقے میں بیٹھ گئے اور فرمایا یہ حلقہ پہلے حلقے سے بہتر ہے۔ (تفسیر انوار البیان، جلد ۱)

علم سیکھنے والے پر اللہ کی رحمت اور فرشتوں کی دعائیں

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا جن میں ایک عابد تھا اور دوسرا عالم۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے ایک معمولی شخص پر۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کو بھلائی سکھانے والے پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے، آسمان اور زمین کی تمام مخلوقات یہاں تک کہ چیونٹی اپنے بل میں اور مچھلی (پانی میں اپنے اپنے انداز میں) رحمت بھیجتی

ہیں اور دعائیں کرتی ہیں۔ (ترمذی)

علم زندگی میں بھی نافع اور آخرت میں بھی نافع

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مومن کے مرنے کے بعد جن اعمال کا ثواب اس کو ملتا رہتا ہے ان میں ایک علم ہے جو کسی کو سکھایا اور پھیلایا ہو اور دوسرا عمل وہ صالح اور نیک اولاد ہے جس کو وہ اپنے پیچھے چھوڑ گیا ہو۔ تیسرا قرآن شریف ہے جس کا کسی کو جانشین بنایا گیا ہے۔ چوتھا مسجد ہے جو تعمیر کر گیا ہو۔ پانچواں مسافر خانہ ہے جس کو اس نے تعمیر کیا ہو۔ چھٹا نہر ہے جس کو اس نے کھدوایا اور جاری کیا ہو۔ ساتواں وہ صدقہ ہے جس کو اپنی صحت اور زندگی میں اس طرح دیا گیا ہو کہ مرنے کے بعد اس کا ثواب ملتا رہے۔ (مثلاً وقف کی شکل میں صدقہ کر گیا ہو)۔ (ابن ماجہ)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہم دعا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے:

اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔ ایسے دل سے جس میں خشوع نہ ہو (یعنی جو نہ ڈرے) اور ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو اور ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو (یعنی جس میں لالچ ہو) اور ایسے علم سے جو نفع مند نہ ہو اور میں پناہ چاہتا ہوں آپ کی ان چاروں کے مجموعہ سے۔ (جامع ترمذی)

ریاکار عالموں کے لیے جہنم کا سخت ترین عذاب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ جُبُّ الْحُزْنِ (غم کے کنویں یا غم کے خندق) سے پناہ مانگا کرو۔ بعض صحابہ نے عرض کیا حضرت جُبُّ الْحُزْنِ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جہنم میں ایک وادی (یا خندق) ہے جس کا حال اتنا برا ہے کہ) خود جہنم ہر دن چار سو مرتبہ اس سے پناہ مانگتی ہے۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ! اس میں کون لوگ جائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ بڑے عبادت گذار اور زیادہ قرآن پڑھنے والے (عالم) جو دوسروں کو دکھانے کے لیے اچھے اعمال کرتے ہیں۔ (معارف الحدیث از ترمذی)

ریاکاراور مکار عالموں کی قیامت کے دن ذلت ورسوائی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے دن (دوزخ میں ڈالے جانے کا) کا تین لوگوں کا فیصلہ سب سے پہلے کیا جائے گا۔ایک مجاہد جو میدان جہاد میں شہید کیا گیا ہوگا۔دوسرا مالدار جس کو اللہ نے خوب مال و دولت دی اور اس نے دنیا میں خوب خرچ کیا۔ تیسرا وہ شخص ہوگا جس نے علم دین حاصل کیا ہوگا، دوسروں کو بھی تعلیم دی ہوگی۔اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوگا۔اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتوں کو یاد دلائے گا۔وہ سب کا اقرار کرے گا۔اللہ تعالیٰ پوچھے گا تم نے میری ان نعمتوں سے کیا کام لیا؟ وہ کہے گا خداوند میں نے علم حاصل کیا۔دوسروں کو بھی سکھایا اور آپ ہی کی رضا کی لیے آپ کی کتاب قرآن کریم میں مشغول رہا۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو نے یہ بات جھوٹ کہی۔تو نے علم دین اس لیے سیکھا تھا کہ لوگ تجھ کو عالم وقاری کہیں (تیرا یہ مقصد دنیا میں تجھے حاصل ہو چکا) حکم ہوگا کہ اوندھے منہ جہنم میں گھسیٹ کر ڈال دیا جائے۔ (بقیہ دونوں کے لیے بھی یہی حکم ہوگا)۔(از معارف الحدیث، جلد ۲)

(یہ ہے ریاکاری، مکاری، دین کے نام پر دنیا حاصل کرنے والوں کا انجام۔اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔آمین)

علم دین کا اظہار واجب، چھپانا حرام ہے

جہاں علم دین کا سیکھنا ضروری ہے، سیکھ کر اس کا اظہار یعنی اس کو بتانا بھی ایک ذمہ داری ہے۔علم کی باتوں کو چھپانا بہت بڑا جرم ہے۔اس پر اللہ تعالیٰ بھی لعنت فرماتے ہیں اور تمام مخلوق لعنت بھیجتی ہے۔لعنت کے معنی ہیں رحمت سے دور کر دینا۔اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیتا ہے اور دوسرے لعنت کرنے والے بھی ان کے لیے بددعا کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوں۔

سنن ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کوئی ایسا علم چھپایا جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ دینی معاملے میں نفع پہنچاتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے منہ میں آگ کی لگام لگائے گا۔(انوارالبیان، جلد ۱)

ایک جگہ یوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص دین کے کسی حکم کا علم رکھتا ہے اور اس سے وہ حکم دریافت کیا جائے اگر وہ اس کو چھپائے گا تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔'' (معارف القرآن، جلد ا)

اہم وضاحت

حضرات فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ یہ وعید اس صورت میں ہے جب کہ اس کے سوا کوئی دوسرا آدمی (عالم) مسئلہ بیان کرنے والا وہاں موجود نہ ہو۔ اگر دوسرے علماء موجود ہوں تو گنجائش ہے کہ یہ کہہ دے کہ دوسرے علماء سے دریافت کرلو۔

علم چھپانے پر یہ وعید ان علوم ومسائل کے متعلق ہے جو قرآن وسنت میں واضح بیان کیے گئے ہیں اور جن کے ظاہر کرنے اور پھیلانے کی ضرورت ہے اور وہ باریک ودقیق مسائل جو عوام نہ سمجھ سکیں بلکہ خطرہ ہو کہ وہ کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں گے تو ایسے مسائل واحکام عوام کے سامنے بیان نہ کرنا ہی بہتر ہے اور وہ کتمان علم کے حکم میں نہیں ہے۔ (معارف القرآن، جلد ا)

(اللہ تعالیٰ صحیح نیت کے ساتھ علم کو سیکھنے، سکھانے
اور اس کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین)

والدین کو ناراض اور ان کی نافرمانی کرنے پر وعید جہنم

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَاحَقُّ الْوَالِدَیْنِ عَلٰی وَلَدِہِمَا قَالَ ھُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ۔ (معارف الحدیث، جلد ۲)

"حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضور اولاد پر ماں باپ کا کتنا حق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ تمہاری جنت اور دوزخ ہیں۔"

حدیث مذکورہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم ماں باپ کی فرمانبرداری و خدمت کرو گے اور ان کو راضی رکھو گے تو جنت پالو گے اور اس کے برعکس اگر ان کی نافرمانی، ایذارسانی کر کے انہیں ناراض کرو گے اور ان کا دل دکھاؤ گے تو پھر تمہارا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

والدین کی اطاعت قرآن کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ نے انسان کو وجود بخشنے کے لیے دنیا میں والدین کو ذریعہ اور سبب بنایا ہے۔ ماں نو (۹) ماہ تک حمل کا بوجھ برداشت کرتی ہے اور اس دوران باپ محنت و مشقت کر کے ان پر خرچہ کرتا رہتا ہے۔ پھر ولادت کے وقت ماں سخت مشقت و تکلیف برداشت کرتی ہے۔ اس کے علاوہ پیدائش کے بعد ماں باپ دونوں اس کی نگہداشت اور خدمت و پرورش کرنے میں لگ جاتے ہیں اور اپنی پوری توانائیاں خرچ کر دیتے ہیں۔ اس لحاظ سے اس دنیا میں ماں باپ ہی انسان کے سب سے بڑے محسن ہیں۔

اسی لیے اولاد پر والدین کا بڑا حق ہے۔ قرآن مجید نے متعدد جگہوں پر ان کے حقوق کے ساتھ حسن سلوک کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کا اندازہ آپ قرآن پاک کی ان آیتوں سے باآسانی لگا سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے سورہ بنی اسرائیل میں ان کے ادب واحترام اور ان کے حقوق سے متعلق نازل فرمائی ہیں:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾ (سورہ بنی اسرائیل، آیت ۲۳ تا ۲۵)

"اور تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ بجز اس کے کسی کی عبادت مت کرو اور تم ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو۔ اگر تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں، سو ان کو کبھی "ہونہہ" بھی مت کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا، اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور یوں دعا کرتے رہنا کہ "اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرما، جیسا کہ انہوں نے مجھ کو بچپن میں پالا، پرورش کی (اور صرف اس ظاہری توقیر وتعظیم پر اکتفاء مت کرنا۔ دل میں بھی ان کا ادب اور قصد اطاعت رکھنا) کیونکہ تمہارا رب تمہارے مافی الضمیر کو خوب جانتا ہے۔ اگر تم سعادت مند ہو تو وہ توبہ کرنے والوں کی خطا کو معاف کر دیتا ہے۔" (از بیان القرآن)

سورہ بقرہ میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۔ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۔ (سورہ بقرہ، آیت ۸۳)

"اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ عبادت نہ کرنا (کسی کی) بجز اللہ کے اور حسن سلوک سے پیش آنا (اپنے) والدین سے۔"

والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم صرف قرآن نے نہیں دیا بلکہ تورات اور انجیل میں بھی ان کے حقوق ادا کرنے کی بڑی تاکید آئی ہے۔

سورہ لقمان میں اللہ تعالیٰ نے اپنے شکر کے ساتھ والدین کے شکر کو ملا کر لازم فرمایا ہے۔ ارشاد ہے اَنِ اشْکُرْلِیْ وَلِوَالِدَیْکَ یعنی میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا بھی...... اس سے ثابت ہوتا ہے اللہ جل شانہ کی عبادت کے بعد والدین کی اطاعت سب سے اہم ہے اور اللہ تعالیٰ کے شکر کی طرح والدین کا شکر گذار ہونا بھی واجب ہے۔

اولاد سے والدین کی محبت مفادات سے بالاتر ہے

استاذ محترم شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم اپنے خطبات میں فرماتے ہیں کہ اس دنیا میں جتنی محبتیں اور تعلقات ہیں ان سب میں انسان کی کوئی نہ کوئی غرض شامل ہوتی ہے، سوائے والدین کی محبت کے کہ وہ اپنی اولاد سے جو محبت کرتے ہیں وہ بے غرض ہوتی ہے، اس میں ان کا کوئی مفاد وابستہ نہیں ہوتا...... مثلاً شوہر بیوی سے محبت کرے تو اس میں غرض شامل ہے، بیوی شوہر سے محبت کرے تو اس میں بھی غرض وابستہ ہے، بھائی بھائی سے محبت کرے یا دوست دوسرے دوست سے محبت کرے، غرضیکہ جتنے تعلقات ہیں سب کے اندر غرض اور مفاد شامل ہے۔ ماں باپ ہی ایسی چیز ہیں کو وہ ہمہ وقت اپنی اولاد کے لئے مخلص ہوتے ہیں، اس لئے پوری کوشش ہو کہ ماں باپ کو کبھی ناراض نہ کیا جائے اور نہ ہی انہیں تکلیف پہنچائی جائے۔

والدین کے راضی ہونے پر اولاد کے لیے جنت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص سے اس سے والدین راضی ہوں اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ (کنز العمال)

ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُس کی ناک خاک آلود ہو (یعنی ذلیل ہو) یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ فرمائی۔ لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کون ذلیل ہو؟ (یعنی یہ جملہ کن لوگوں کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ

شخص جس نے اپنے والدین کو بڑھاپے کی حالت میں پایا، یا ان دونوں میں سے ایک کو (پھر ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہ ہوا۔ (مسلم شریف)

ماں باپ کی زیادتی کے باوجود اولاد کو حسن سلوک کا حکم

معارف القرآن میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کے لئے اپنے ماں باپ کا فرمانبردار رہا، اس کے لئے جنت کے دروازے کھلے رہیں گے اور جو ان کا نافرمان ہوا اس کے لئے جہنم کے دروازے کھلے رہیں گے اور اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک ہی تھا تو ایک دروازہ (جنت یا دوزخ کا) کھلا رہے گا۔ اس پر ایک شخص نے سوال کیا کہ (یہ جہنم کی وعید) کیا اس صورت میں بھی ہے کہ ماں باپ نے اس (اولاد) پر ظلم کیا ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: وَاِنْ ظَلَمَا وَاِنْ ظَلَمَا وَاِنْ ظَلَمَا یعنی ماں باپ کی نافرمانی اور ان کو ایذاء رسانی پر جہنم کی وعید ہے، خواہ ماں باپ نے ہی اولاد پر ظلم کیا ہو۔ (معارف القرآن جلد ۵)

والدین کی خدمت وحسن سلوک کے لیے ان کا مسلمان ہونا ضروری نہیں

حدیث میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا واقعہ ملتا ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میری والدہ جو مشرکہ ہیں مجھ سے ملنے آتی ہیں، کیا میرے لئے جائز ہے کہ میں ان کی خاطر مدارت کروں؟ آپ نے فرمایا: صِلِيْ اُمَّكِ یعنی اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی اور ان کی خاطر مدارات کیا کرو۔ پھر قرآن پاک مین بھی کافر ماں باپ کے لئے ارشاد باری تعالیٰ موجود ہے۔ وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا یعنی جس کے ماں باپ کافر ہوں اور اس کو بھی کافر ہونے کا حکم دیں تو اس معاملہ میں ان کا حکم تو قطعاً ماننا جائز نہیں مگر دنیا میں ان کے ساتھ معروف طریقہ کا برتاؤ کیا جائے اور معروف طریقہ یہی ہے کہ ان کے ساتھ خاطر ومدارات کا معاملہ کیا جانا چاہیے۔

(از معارف القرآن، جلد ۵)

رضاعی ماں کی بھی تعظیم ضروری ہے

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام جعرانہ میں دیکھا

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گوشت تقسیم فرمار ہے تھے کہ اتنے میں ایک عورت آئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر بچھادی جس پر وہ بیٹھ گئی۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے مجھے بتایا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں ہے، جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا ہے۔

خدمت کے لحاظ سے ماں کا درجہ زیادہ ہے

باپ سے بھی پہلا درجہ ماں کا ہے۔ یہ ماں ہی ہے جو فطرۃً کمزور ہونے کے باوجود حمل اور وضع حمل کے جان لیوا مرحلے سے گزرتی ہے، تربیت اولاد کی تکلیفیں ہنسی خوشی برداشت کرلیتی ہے، خوددکھ اٹھاکر سکھ دیتی ہے، اپنی نیند غارت کر کے بچے کو میٹھی نیند مہیا کرتی ہے، کانٹا بچے کے پاؤں میں چبھتا ہے تکلیف وہ محسوس کرتی ہے۔

ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! سب سے زیادہ میرے حسن سلوک کا مستحق کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیری ماں۔ پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: تیری ماں! اس نے عرض کیا: پھر کون؟ فرمایا: تیری ماں۔ تین دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی جواب دیا۔ چوتھی مرتبہ پوچھنے پر ارشاد ہوا: تیرا باپ۔ (مسلم شریف)

علماء نے لکھا ہے کہ جہاں تک ادب وتعظیم کا سوال ہے باپ زیادہ مستحق ہے اور خدمت کے لحاظ سے ماں کا درجہ بڑھا ہوا ہے۔

شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ والدین کی نافرمانی ہے

اس زمانے میں معاشرے کے بگاڑ میں اس کا بھی بڑا دخل ہے کہ والدین کی نافرمانی کرنا، ان کوستانا عام ہوگیا ہے۔ بکثرت لوگ شکایت کرتے پھرتے نظر آتے ہیں کہ اولاد بات نہیں مان رہی ہے، بچے آوارہ لڑکوں کے ساتھ نکل جاتے ہیں، ہمارے قابو میں نہیں یا یہ کہ رات کو دیر سے گھر آتے ہیں۔ یا لڑکا بیوی کی بات مانتا ہے ماں کی نہیں مانتا۔ ماں سے لڑتا ہے، باپ کو جھڑک دیتا ہے۔ حتیٰ کہ باپ کی پٹائی کردی۔ اسی جیسی طرح طرح کی شکایات سننے میں آتی رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ والدین کی نافرمانی کو قرار دیا ہے۔ پھر اپنی عبادت کے حکم کے ساتھ والدین کے ساتھ حسن سلوک کا بھی ذکر فرمایا، خصوصاً جب کہ وہ بڑھاپے کی عمر کو

پہنچ جائیں، کیونکہ پہلے باپ خود کما کر کھلاتا رہا اور بچوں کی ہر طرح کی ناز برداری کرتا رہا اور ان کی خاطر طرح طرح کی مشقت برداشت کرتا رہا، ان کی خاطر فکر کرتا رہا۔ (حقوق الوالدین)

اولاد احسان فراموشی نہ کرے

آج بڑھاپے میں والدین کے قویٰ کمزور ہو گئے ہیں، اعضاء و جوارح میں طاقت کم ہوتی جارہی ہے، اب وہ خود دوسروں کی خدمت کے محتاج ہیں، آج تم احسان فراموشی نہ کرو بلکہ ہر طرح سے ان کی دلجوئی کرو، ان کے دلوں کو ٹھنڈک پہنچاؤ۔ پہلے تمہارا بچپن تھا تو تم ناسمجھ تھے، اب تمہاری جوانی ہے، تم کمانے اور والدین کی خدمت کرنے پر قادر ہو۔ اب وقت ہے ان کے حق میں دعا مانگو۔ ان کی ہر طرح خدمت کر کے ان سے دعا حاصل کرو۔ خبردار! انہیں تمہاری طرف سے کوئی تکلیف وہ کلمہ سننے کو نہ ملے۔ کسی معاملے میں اُف تک نہ کہو۔ ہوں بھی نہ کرو۔ نہ ان کو جھڑکو، لہٰذا ان کو گالی دینا اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنا یہ انتہائی خست و دنائت اور احسان فراموشی ہے۔ یہ ایسی حرکات ہیں جو اللہ تعالیٰ کو بھی برداشت نہیں، اس لیے اس پر آخرت کی سزا کے علاوہ دنیا میں بھی سزا دیتے ہیں۔ (حقوق الوالدین)

والدین کی حق تلفی کی سزا مرنے سے پہلے ملتی ہے

بیہقی نے شعب الایمان میں بروایت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ اللہ کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”اور سب گناہوں کی سزا تو اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں قیامت تک مؤخر کر دیتے ہیں۔ لیکن والدین کی حق تلفی اور نافرمانی کی سزا آخرت سے پہلے اس دنیا میں بھی دی جاتی ہے۔“

(معارف القرآن، جلد ۵)

اس حدیث شریف کی صداقت کے ثبوت میں ہم کچھ چشم دید جان کنی کے وقت کے واقعات پروفیسر ڈاکٹر نور احمد صاحب کے الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ (ڈاکٹر صاحب کا تعلق تبلیغی جماعت سے ہے، جن کی دینداری اور ثقہ مسلّم ہے)۔

فرماتے ہیں: ”بطور ڈاکٹر ہم ہر قسم کے مسلمانوں کو اپنے سامنے مرتے دیکھتے ہیں۔ ہم نے دیکھا ہے کہ جو لوگ والدین سے اچھا سلوک کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے دنیا کے مسائل بھی حل

کر دیتا ہے اور موت بھی ان کو اچھی نصیب ہوتی ہے۔ اس کے برعکس والدین کے ساتھ بدسلوکی کرنے والوں کو دنیا میں بھی سزا ملتی ہے اور ان کی موت بھی عبرتناک ہوتی ہے۔ چند واقعات پڑھیے، جو ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب ''موت کے وقت کے عبرتناک واقعات اور مشاہدات'' میں لکھے ہیں۔

(۱)......ماں کی دعا سے اچھی موت کا مشاہدہ

ایک پروفیسر صاحب کو دل کا دورہ پڑا اور اتنا شدید کہ ان کا بچنا محال تھا۔ ان کی والدہ ان کے سرہانے بیٹھی ہوئی یہ دعا کر رہی تھیں جو ہم سب نے سنی کہ اے باری تعالیٰ میں اپنے اس لڑکے سے راضی ہوں تو بھی راضی ہو جا اور اس کا خاتمہ اچھا فرما۔

ہم لوگ تو علاج میں مشغول تھے اور وہ بی بی برابر دعا میں مشغول تھیں۔ جب پروفیسر صاحب کا آخری وقت آیا تو ایک دم بلند آواز سے کلمہ پڑھا، مسکرائے اور اللہ کو پیارے ہو گئے۔

(اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی موت نصیب فرمائے۔ آمین)

(۲)......ماں کی بددعا سے بری موت کا مشاہدہ

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ میرے والد کے ایک دوست کے متعلق مشہور تھا کہ جب اس کی والدہ سکرات کی حالت میں تھی تو اس نے اس کے ساتھ بدتمیزی کی اور تنہا چھوڑ کر چلا گیا۔ وہ بے چاری اکیلی پڑی رہی اور اسی حالت میں مر گئی۔ اس واقعہ کے بتیس سال کے بعد یہ صاحب خود بیمار ہوئے اور اسہال کی بیماری کی وجہ سے بہت کمزور ہو گئے۔ والد صاحب ان کے علاج کے لئے مجھے لے گئے۔

میں نے دیکھا کہ وہ بہت کمزور تھے اور برابر روئے جا رہے تھے۔ میں نے ان کو غذا بتائی تو کہنے لگے کہ میرے تین لڑکے ہیں، مگر میری پرواہ نہیں کرتے۔ میں جب سے بیمار ہوا ہوں، ایک دفعہ بھی مجھے دیکھنے نہیں آئے۔ چنانچہ اسی حالت بیچارگی میں ان کی موت واقع ہو گئی۔ جانکنی کے وقت اس کے پاس کوئی نہ تھا۔ صبح کے وقت جب محلہ والوں نے دیکھا تو چیونٹیاں اس کے بدن کو کاٹ رہی تھیں۔ اپنی والدہ کے ساتھ جیسا سلوک کیا تھا یہ اس کی سزا

تھی۔اور والدہ کی بددعا کا نتیجہ تھی۔

(اللہ تعالیٰ ایسی بری موت سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔آمین)

(۳)......ماں کے ساتھ ظلم وزیادتی کی وجہ سے بری موت

میرے وارڈ میں ایک نوجوان گردے فیل ہوجانے کی وجہ سے مرا۔تین دن تک جان کنی کی حالت اس پر طاری رہی اور اتنی بری موت مرا کہ آج تک میں نے اپنی چالیس سالہ زندگی میں ایسی اذیت ناک اور بری موت نہیں دیکھی۔

حالت یہ تھی کہ اس کا منہ نیلا ہوجاتا،آنکھیں باہر نکل آتی تھیں اور حلق سے ایسی دردناک آواز نکلتی جیسے کوئی اس کا گلا گھونٹ رہا ہو۔مرنے سے ایک دن قبل یہ کیفیت اتنی زیادہ اور آواز اتنی تیز ہوگئی کہ وارڈ سے دوسرے مریض بھاگنا شروع ہوگئے۔چنانچہ اس کو دوسرے وارڈ میں منتقل کردیا گیا۔

اس کا باپ میرے پاس آیا اور بولا کہ ڈاکٹر صاحب اس کو زہر کا ٹیکہ لگادو تاکہ یہ جلد مرجائے۔ہم سے یہ حالت دیکھی نہیں جاتی۔میں نے ان سے پوچھا کہ اس مریض نے ایسا کونسا گناہ کیا،جس کی اس کو یہ سزا مل رہی ہے۔اس کا باپ کہنے لگا۔کیا بتاؤں ڈاکٹر صاحب،یہ لڑکا اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لئے اپنی ماں کو مارا کرتا تھا۔میں اس کو بہت سمجھاتا،مگر یہ باز نہیں آتا تھا۔یہ بری موت اسی کی سزا ہے۔جو ہمارے سامنے ہے۔فاعتبروا یااولی الابصار

ماں باپ کو ستانے والا جنت میں نہیں جائے گا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں احسان جتانے والا اور ماں باپ کو ستانے والا اور شراب کی عادت رکھنے والا داخل نہ ہوگا۔(مشکوٰۃ)

والدین کے مرنے کے بعد بھی ان کے حقوق ہیں

ابواسید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ بنوسلمہ کا ایک آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا:اے اللہ کے رسول!کیا ماں باپ کے وفات پاجانے کے

بعد ان کا کوئی حق باقی رہتا ہے، جسے میں ادا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! ان کے لیے دعا و استغفار کرو اور جو (جائز) وصیت وہ کر گئے ہیں، اسے پورا کرو اور والدین سے جن لوگوں کا رشتہ داری کا تعلق ہے ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو اور باپ کے دوست اور ماں کی سہیلیوں کی عزت اور خاطر داری کرو۔ (ابوداؤد)

خلاصہ کلام

بہرحال قرآن وسنت کے ان ارشادات میں واضح طور پر ہدایت دی گئی ہے کہ والدین کی اطاعت کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ نیز ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور انہیں راحت وسکون پہنچانے کی کوشش کرنا بھی لازم ہے اور انہیں کسی طرح تنگ کرنا، ان کو ستانا اور دل آزاری کا باعث بننا حرام ہے۔

(اللہ تعالیٰ ہم سب کو والدین کی فرمانبرداری کی توفیق نصیب فرمائے۔ ان کے اس دنیا سے جانے کے بعد کے جو حقوق ہیں، انہیں بھی ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین)

مسلمان کو ناحق قتل کرنے پر وعید جہنم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿٩٣﴾

(سورۃ النساء، آیت ۹۳)

"اور جو شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ اس پر غضب نازل کرے گا اور لعنت بھیجے گا اور اللہ نے اس کے لیے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اشْتَرَكُوْا فِيْ دَمِ مُؤْمِنٍ لَاَكَبَّهُمُ اللّٰهُ فِي النَّارِ (رواہ الترمذی)

"حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر آسمان اور زمین والے سب مل کر کسی مومن کے خون مین شریک ہوں (یعنی اسے قتل کردیں) تو اللہ تعالیٰ ان سب کو اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دے گا۔"

مذکورہ آیت مبارکہ اور حدیث مبارکہ میں مسلمان کو ناحق قتل کرنے والوں کی سزا جہنم بتلائی گئی ہے۔ حتیٰ کہ اگر بہت سارے لوگ اس قتل میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ سب ہی کو جہنم میں داخل فرمادے گا۔

دین اسلام میں انسانیت کی تکریم

جس مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھوں بنایا اور جس کے لیے ساری کائنات کو مسخر کیا گیا اور جو رب العزت کی تخلیق کا شاہکار ہو، اس کے وجود اور اس کی حیات اللہ کو کتنی محترم ہوگی؟ اسی لیے دین اسلام اپنے ماننے والوں کو نہ صرف امن و آشتی، تحمل و برداشت کی تعلیم دیتا ہے بلکہ ایک دوسرے کے عقائد و نظریات اور مکتب و مشرب کا احترام بھی سکھاتا ہے۔ یہ نہ صرف مسلمان بلکہ بلاتفریق رنگ و نسل تمام انسانوں کو نقصان پہنچانے اور انہیں قتل کی سختی سے ممانعت کرتا ہے۔

اسلام کو انسانی جان کی عظمت و اہمیت اتنی ملحوظ ہے کہ خود انسان کو اپنی حیات عزیز پر اختیار نہیں دیا گیا۔ اسے یہ حق قطعاً حاصل نہیں کہ وہ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالے یا ختم کردے۔ اس لیے خودکشی اسلام کے نزدیک ایک سنگین جرم اور گناہ ہے۔ جب اسلام کے نقطہ نگاہ سے انسان اپنی جان کے تلف کرنے کا اختیار نہیں رکھتا تو دوسروں کی زندگیوں سے کھیلنے کا اختیار اسے کیوں حاصل ہوسکتا ہے۔

اسلام میں کسی انسانی جان کی قدر و قیمت اور حرمت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی وجہ کے ایک فرد کے قتل کو پوری انسانیت کے قتل کے مترادف قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تکریم انسانیت کے حوالے سے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا: جس نے کسی شخص کو بغیر قصاص کے یا زمین میں فساد (پھیلانے کی سزا) کے (بغیر ناحق) قتل کردیا تو گویا اس نے (معاشرے کے) تمام لوگوں کو قتل کرڈالا۔ (سورۃ المائدہ)

ایک مسلمان کی تعریف

یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ اسلام شدت پسندی اور تشدد، قتل وغارت گری کے سخت

خلاف ہے بلکہ اسلام کے لفظ ہی میں سلامتی کا مفہوم پوشیدہ ہے۔ چنانچہ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حدیث میں کہا گیا ہے کہ:

"صحیح مسلمان وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامت رہیں۔"

بلکہ ایک حدیث میں مومن کی تعریف یوں کی گئی ہے:

"حقیقی مومن وہی ہے جس سے لوگوں کے اموال اور جانیں مامون رہیں اور حقیقت میں مہاجر وہ ہے جو اپنے گناہوں اور غلطیوں سے ہجرت (گناہوں کو ترک) کرے۔" (ابن ماجہ)

ایک مسلمان کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرنا بھی حرام ہے

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل اسلام کو اپنے مسلمان بھائی کی طرف اسلحہ سے محض اشارہ کرنے والے کو بھی ملعون و مردود قرار دیا ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے، تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ شاید شیطان اس کے ہاتھ کو ڈگمگا دے اور وہ (قتل ناحق کے نتیجے میں) جہنم کے گڑھے میں جا گرے۔"

یہاں استعارے کی زبان میں بات کی گئی ہے، یعنی ممکن ہے کہ ہتھیار کا اشارہ کرتے ہی وہ شخص طیش میں آ جائے اور غصے میں بے قابو ہو کر اسے چلا دے۔ اس عمل کی مذمت اور قباحت بیان کرنے کے لیے اسے شیطان کی طرف منسوب کیا گیا ہے تاکہ لوگ اسے شیطانی فعل سمجھیں اور اس سے باز رہیں۔ یہی مضمون صحیح مسلم کی ایک اور حدیث میں اس طرح بیان ہوا ہے:

"جو شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرتا ہے فرشتے اس پر اس وقت تک لعنت کرتے ہیں، جب تک وہ اشارے کو ترک نہیں کرتا، خواہ وہ اس کا حقیقی بھائی ہی کیوں نہ ہو۔"

مسلمان کی جان و مال کعبہ کی حرمت سے بھی زیادہ ہے

سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم

ﷺ کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اور یہ فرماتے سنا:

"(اے کعبہ) تو کتنا عمدہ ہے اور تیری خوشبو کتنی پیاری ہے، تو کتنا عظیم المرتبت ہے اور تیری حرمت کتنی زیادہ ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! مومن کی جان و مال کی حرمت اللہ کے نزدیک تیری حرمت سے زیادہ ہے اور ہمیں مومن کے بارے میں نیک گمان ہی رکھنا چاہیے۔"

اسلام نے ایک نفس انسانی کے قتل کو ساری انسانیت کے قتل سے تعبیر کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"جو شخص کسی کو نہ جان کے بدلے میں اور نہ ملک میں فساد پھیلانے کی سزا میں (بلکہ ناحق) قتل کر ڈالے گا تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کر ڈالا اور جس نے ایک آدمی کو بچالیا تو گویا اس نے سب لوگوں کو بچالیا۔" (سورۃ المائدہ)

دنیا میں نوع انسانی کی حیات کی بقا اس پر منحصر ہے کہ ہر انسان کے دل میں دوسرے انسانوں کی جان کا احترام موجود ہو اور ایک دوسرے کی زندگی کی بقا و تحفظ میں مددگار بننے کا جذبہ رکھتا ہو۔ جو شخص کسی کی ناحق جان لیتا ہے، وہ صرف ایک فرد پر ظلم نہیں کرتا بلکہ یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ اس کا دل حیات انسانی کے احترام سے اور ہمدردی کے جذبے سے خالی ہے، لہٰذا وہ پوری انسانیت کا دشمن ہے۔ انسانیت کی حیات اور بقا کا احترام نہ کرنے والوں کے لیے سخت وعید ہے۔

کسی مسلمان کے قتل میں اعانت کی سزا

جس طرح خود قتل کا اقدام ایک عظیم گناہ ہے، اسی طرح کسی کے قتل پر مدد کرنا بھی باعث گناہ اور موجب عذاب ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے:

من اعان علی قتل مومن بشطر کلمۃ لقی اللہ مکتوب بین عینیہ آیس من رحمۃ اللہ

جس شخص نے کسی مسلمان کے قتل میں ایک کلمہ سے بھی مدد کی تو وہ قیامت میں حق تعالیٰ کی پیشی میں اسی طرح لایا جائے گا۔ اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم و

مایوس ہے۔ (معارف القرآن، جلد ۲، صفحہ ۲۹۸ بحوالہ مظہری)

ایک دوسری حدیث میں فرمایا:

''حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اگر تمام آسمان اور تمام زمین والے کسی مومن کے خون کرنے میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ ان تمام کو اوندھے منہ جہنم میں ڈالے گا۔'' (ترمذی)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ ایک مومن کے خون کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتنی قدر و قیمت ہے، جسے آج دنیا کی سب چیزوں سے سستا اور بے قیمت بنا دیا گیا ہے۔

قاتل و مقتول دونوں جہنم میں

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب دو مسلمان آپس میں ملیں، ان میں سے ایک اپنے بھائی پر ہتھیار اٹھادے تو وہ دونوں جہنم کے کنارے میں ہیں۔ پس جب ان میں سے ایک اپنے ساتھی کو قتل کردے گا تو دونوں جہنم میں داخل ہوں گے اور انہیں سے ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ ایک دوسرے سے ملیں (یعنی دونوں ایک دوسرے پر حملہ کریں) تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ قاتل کا حال تو ظاہر ہے کہ وہ ظالم ہے، اس لیے جہنم میں جائے گا۔ باقی مقتول (تو مظلوم ہے) وہ جہنم میں کیوں جائے گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے ساتھی کے قتل کرنے کا وہ بھی حریص تھا (یعنی اس کا ارادہ بھی قتل کرنے کا تھا، گویا اس کو موقع نہ مل سکا) پس یہ بھی ظالم ہوا۔'' (مسلم)

فائدہ:...... یہ اس وقت ہے جب دونوں میں سے ایک بھی حق پر نہ ہو۔ اگر ایک حق پر ہو، دوسرا باطل پر تو اس صورت میں جہنم میں وہی جائے گا جو باطل پر ہوگا اور یہ بھی اس صورت میں جبکہ یہ قتل اشتباہ یا تاویل کے طریقے پر صادر نہ ہوا ہو۔

انه كان حريصا على قتل صاحبه سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اگر کسی کا اپنے ساتھی کے قتل کا ارادہ نہ ہو، اپنے سے دفع کرنا مقصود ہو تو اس صورت میں یہ حکم نہیں ہے۔

قتل کی سزا ایک نظر میں

چونکہ اسلام سلامتی کی تلقین کرتا ہے اور سلامتی قائم کرنے والا دین ہے، اس لیے جو شخص اس راہ میں حائل ہو کر فساد پھیلائے اور قتل و غارت گری کا ارتکاب کرے اسلام اس کا سخت مخالف ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ (سورۃ البقرہ، آیت ۱۹۱)

"فتنہ قتل سے زیادہ شدید ہے۔"

جبکہ خود قتل کا بھی شدید گناہ اور وبال ہے۔ باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے، اس کی سزا جہنم ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اس پر اللہ کا غضب ہے اور اس کی لعنت۔ اللہ نے اس کے لیے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (سورہ نساء، آیت ۹۳)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اگر آسمان اور زمین والے سب مل کر بھی کسی مومن کے خون میں شریک ہوں، تو اللہ تعالیٰ سب کو آگ میں ڈال دیں گے۔" (ترمذی، مشکوۃ صفحہ ۹-۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت میں مقتول کا سر اس کے ہاتھوں میں ہوگا اور دوسرے ہاتھ سے قاتل کا گریبان پکڑے ہوئے ہوگا۔ مقتول کی رگوں سے تازہ خون بہہ رہا ہوگا۔ یہ اسی حالت میں عرش کے نزدیک پہنچ کر عرض کرے گا کہ الٰہی مجھے اس نے قتل کیا ہے۔ پروردگار کی طرف سے قاتل کو پیغام ہلاکت سنایا جائے گا اور دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن جہنم میں ایک گردن نمودار ہوگی جو میدان حشر کی مخلوق کو مخاطب کرتے ہوئے کہے گی: میں اس لیے مقرر کی گئی ہوں کہ تین قسم کے آدمیوں کو جہنم میں گھسیٹ کر لے جاؤں۔ ایک مشرک کو، دوسرے سرکش متکبر کو اور تیسرے اس قاتل کو جس نے ناحق کسی انسان کو قتل کیا۔ (مسند احمد)

شرک اور قتل کا گناہ معاف نہیں

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:
''اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ تمام گناہ بخش دیں گے، سوائے اس شخص کے گناہ کے جو مشرک ہو کر مرا یا اس نے کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کیا۔'' (جامع الاصول، جلد ا صفحہ ۲۰۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''قیامت کے دن سب سے پہلے خون کا حساب چکایا جائے گا۔'' (مسند احمد، نسائی)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ روایت ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''ہر گناہ کے متعلق یہ امید کی جاسکتی ہے کہ خدا تعالیٰ اس کو بخش دے گا، لیکن کفر پر مرنا کسی بے گناہ مسلمان کو قتل کر دینا یہ دونوں جرم ناقابل معافی ہیں۔''

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قاتل کے فرض و نفل کچھ بھی قبول نہیں ہوتے۔ (ابوداؤد)

حضرت خرشتہ بن حشر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:
''کسی مقتول کے پاس جا کر کھڑے نہ ہو، شاید وہ مظلوم ہو اور تم بھی خدا کے غصے کی لپیٹ میں نہ آ جاؤ۔'' (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مقتول مظلوم کی امداد نہ کی اور محض تماشائی بن کر چلے گئے تو خدا کا غصہ ایسے لوگوں پر بھی نازل ہو جائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
''جہاں کوئی شخص ظلماً مارا جائے تو وہاں اللہ تعالیٰ کی لعنت نازل ہوتی ہے اور پھر اگر کوئی شخص باوجود قدرت و استطاعت کے مقتول کی اعانت نہ کرے تو وہ بھی لعنت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔''
(بیہقی، طبرانی)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش گوئی

ان تمام قرآنی احکام اور احادیث نبویہ کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی

ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے نزدیک مومن کی جان، مال اور آبرو کی کتنی اہمیت ہے۔ ان کے نقصان کو معمولی سمجھ کر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کسی زمانے میں اگر کبھی کوئی قتل ہو جاتا تو مہینوں، ہفتوں اسے یاد کر کے تذکرہ کیا جاتا اور وہ موضوع گفتگو بنا رہتا تھا۔ لیکن موجودہ دور میں ایک کے بجائے کئی کئی قتل روزانہ ہو جاتے ہیں، لیکن اسے کوئی قابل ذکر واقعہ شمار نہیں کیا جاتا۔ اگر کوئی زیادہ ہی حساس قسم کا انسان ہو تو وہ بے چارہ ایک سرد آہ بھر کر رہ جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اسی کے بارے میں ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:

''زمانہ قریب قریب ہو جائے گا اور علم قبض کر لیا جائے گا اور فتنے نمودار ہوں گے اور بخل پیدا ہو جائے گا اور ھرج بڑھ جائے گا۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ ھرج کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: قتل۔''

زمانے کے قریب قریب ہونے کا بعض حضرات نے یہی مطلب بیان فرمایا کہ پہلے جو واقعات برسوں اور مہینوں میں ہوا کرتے تھے، وہ ہفتوں اور مہینوں میں ہوں گے، بلکہ ایک روایت میں یہ تک آیا ہے کہ سال مہینوں کی مانند اور مہینے ہفتوں کے مانند ہو جائیں گے۔ مثلاً آج کل قتل کی وارداتیں روزانہ کا معمول ہیں، بلکہ ایک زمانہ تھا کہ برسوں اور مہینوں میں کہیں کوئی قتل ہوتا تھا۔ یعنی کہ پہلے زمانہ دور دور تھا اور اسی طرح کے واقعات کبھی کبھار ہوا کرتے تھے۔ لیکن اب زمانہ قریب قریب ہو گیا ہے اور اس طرح کے واقعات روزمرہ کا معمول ہو گئے ہیں۔

قتل کی مستثنیٰ صورتیں

قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ؕ (سورۃ الاسراء، آیت ۳۳)

''نہ قتل کرو اس کو جس کا خون اللہ نے حرام کیا ہے، مگر حق کے ساتھ۔''

حق کے ساتھ قتل کرنا کیا ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کسی مسلمان کا خون حلال نہیں، مگر تین چیزوں میں سے ایک یہ کہ وہ شادی شدہ ہونے کے باوجود بدکاری میں مبتلا ہو جائے، یعنی زنا کر بیٹھے۔ دوسرے یہ کہ اس نے کسی کو ناحق قتل کر دیا

ہو، پھر اس کے بدلے میں قصاص کے طور پر اسے قتل کر دیا جائے۔ تیسرے یہ کہ کوئی مسلمان اپنا دین اسلام چھوڑ کر مرتد ہو گیا ہو، پھر اسے مرتد ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا جائے۔ (مسلم شریف)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جس وقت باغیوں کے نرغے میں محصور تھے اور لوگ انہیں قتل کرنا چاہتے تھے تو اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حدیث بالا سنا کر کہا کہ اللہ کے فضل سے میں ان تینوں چیزوں سے بری ہوں۔ میں نے زمانہ اسلام میں تو کیا زمانہ جاہلیت میں بھی کبھی بدکاری نہیں کی اور نہ میں نے کسی کو قتل کیا اور نہ کبھی میرے دل میں یہ وسوسہ آیا کہ میں اپنے دین اسلام کو چھوڑ دوں۔ پھر تم مجھے کس بنیاد پر قتل کرتے ہو؟

آج جو حالات ہیں ان میں تو الزام کی ضرورت بھی باقی نہیں رہی۔ ایک درندہ صفت انسان بندوق ہاتھ میں لے کر نکلتا ہے اور دو چار بے گناہ انسانوں کو بھون ڈالتا ہے۔ نہ قاتل جانتا ہے کہ میں کیوں قتل کر رہا ہوں اور نہ ہی مقتول کو معلوم ہوتا ہے کہ مجھے کس جرم میں قتل کیا جا رہا ہے۔ آج دنیا میں امن وسکون اور بقائے انسان کے لیے ضروری ہے کہ ہم اسلام کے پیغام امن وسلامتی کو عام کریں۔ اللہ تعالیٰ کا مطلوب بھی یہی ہے اور سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے اس کو اپنانے کا تقاضا بھی کرتی ہے۔

(اللہ تعالیٰ ہمیں احترام انسانیت اور مسلمانوں کے حقوق کے حوالے سے
ہماری جو ذمے داریاں ہیں، اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین)

کسی مسلمان کو بلاوجہ بدنام کرنے پر وعید جہنم

عَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَمٰی مُؤْمِنًا مِنْ مُنَافِقٍ بَعَثَ اللّٰهُ مَلَكًا يَحْمِیْ لَحْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ وَمَنْ رَمٰی مُسْلِمًا بِشَیْءٍ يُرِيْدُ بِهٖ شَيْنَهٗ جَلَسَهُ اللّٰهُ عَلٰی جِسْرِ جَهَنَّمَ حَتّٰی يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ (رواہ ابوداود)

”حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص حفاظت کرے کسی مسلمان کی منافق (کے شر) سے مقرر فرمادیں گے اللہ تعالیٰ فرشتہ کو جو اس کے گوشت (یعنی اس کے بدن) کی جہنم کی آگ سے حفاظت کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کو کوئی تہمت لگادے درانحالیکہ وہ اس کو عیب لگانا چاہتا ہے تو محبوس (قید) فرمادیں گے۔ اس کو اللہ تعالیٰ جہنم کے پل پر یہاں تک کہ نکل جائے (بری ہوجائے) اپنے کہی ہوئی بات سے۔“

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ ذَكَرَ امْرَأً بِشَیْءٍ لَيْسَ فِيْهِ لِيَعِيْبَهٗ بِهٖ حَبَسَهُ اللّٰهُ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ حَتّٰی يَأْتِیَ بِنَفَاذِ مَا قَالَ فِيْهِ۔ (رواہ الطبرانی)

”حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص کسی کو بدنام کرنے کے لیے اس میں ایسی برائی بیان کرے جو اس میں نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے دوزخ کی آگ میں قید رکھیں گے، یہاں تک کہ وہ اس برائی کو ثابت کردے۔"

ان دونوں احادیث مذکورہ میں ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا حق یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ وہ اسے بدنام نہ کرے اور اگر اس کے ساتھ کوئی شرارت ہو رہی ہے تو اس سے اس کی حفاظت کرے اور اس پر کوئی عیب اور تہمت لگ رہی ہو تو اس کا دفاع کرے، اس کو تنہا نہ چھوڑے۔ تہمت لگانے اور بدنام کرنے والے کی سزا جہنم ہے۔

ایک مسلمان پر عام مسلمان کے حقوق

ماں باپ، اولاد، اقرباء واحباء اور پڑوسیوں کے ایک دوسرے پر بکثرت حقوق ہیں جن کو حضور اقدس ﷺ نے بہت ہی اہتمام وتاکید کے ساتھ تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ حقوق کی ادائگی پر اجر وثواب اور حقوق ادا نہ کرنے پر سزا وعتاب کا بھی تفصیل کے ساتھ بیان موجود ہے۔ لیکن خصوصی رو ورعایت، مروت واحسان کے مستحق شریعت اسلامی میں صرف یہ خواص ہی نہیں بلکہ عامۃ المسلمین کے اسلامی اخوت کے اعتبار سے بھی ایک دوسرے پر بہت سے حقوق ہیں اور مذہب سے قطع نظر نفس انسان ہونے کی حیثیت وناطہ سے مسلمانوں پر کچھ حقوق وذمہ داریاں اسلام کی جانب سے عائد ہوتی ہیں اور صرف انسانوں ہی تک محدود نہیں حیوانات کے ساتھ بھی نرمی اور ان کے حقوق کی نگہداشت اور ان کے ساتھ رحم کا معاملہ کرنے کی حضور اقدس ﷺ نے تاکید فرمائی ہے۔

حدیث بالا میں ایک مسلمان کو اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے دکھ درد کے دور کرنے اور اس کے عیوب پر پردہ پوشی کرنے اور اس کے مددگار بننے کے اجر وثواب کا مختصر بیان ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی مسلمان بھائی کو غم و پریشانی اور مصیبت میں مبتلا دیکھ کر اگر کوئی اس کے بروقت کام آجائے اور اس کو پریشانی ومصیبت سے نجات دلادے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس وقتی دنیوی پریشانی کے دور کرنے کے بدلے میں قیامت کے نہایت ہولناک دن کی اس کی کسی پریشانی ومصیبت کو دور فرمادیں گے۔

دنیوی پریشانی ومصیبت کا قیامت کی ہولناک پریشانی سے کیا مقابلہ؟ قیامت کی پریشانی اس سے لاکھوں درجہ بڑھی ہوئی ہے۔ لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس دن کی انتہائی پریشانی کو دور فرما کر اس کو اعلیٰ بدلہ عطا فرمائیں گے۔ بحیثیت مسلمان ہونے کے اس کی شان سے یہ بہت بعید ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ کوئی ظلم کا معاملہ کرے یا اس کی کسی پریشانی میں اس کی مدد نہ کرے۔ تعلیمات اسلام اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے وہ کسی بھی وقت میں کسی پر ظلم نہ کرے اور کسی بھی پریشان حال کی مدد کرنے سے نہ رکے۔ عدل وانصاف، رحم دلی اور بے یارومددگار کی مدد اور اعانت اسلام سکھاتا ہے۔ (مشکوٰۃ وروضۃ الصالحین)

اہل ایمان کے ساتھ ہمدردانہ معاملہ کرنے کا حکم

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ اس پر ظلم نہیں کرتا اور اس کی مدد نہیں چھوڑتا اور جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان سے کوئی غم دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے قیامت کے غموں سے کوئی غم دور فرمادیں گے اور جو شخص کسی مسلمان کے عیبوں پر پردہ ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔
(مشکوٰۃ شریف)

مسلمان آپس میں اخوت ومحبت کے رشتے میں

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں انسانوں کو شرک وظلمت کے اندھیروں سے نکال کر توحید کی راہ دکھائی۔ وہاں ان کے درمیان اخوت ومحبت کا مضبوط رشتہ بھی قائم کردیا اور بنی نوع انسان کو پکار کر کہا:

لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے۔ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں، مگر تقویٰ کے سبب سے۔ (معارف الحدیث)

جن لوگوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لبیک کہا ان کے درمیان کیسی مضبوط برادری قائم کردی گئی کہ دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے اور کتنی عمدہ مثال سے سمجھایا گیا۔

حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن مومن کے لیے مانند عمارت کے ہے، ایک اینٹ دوسری اینٹ کو مضبوط کرتی ہے۔ (مشکوٰۃ)

مسلمان کو رسوائی کے موقع سے بچانے کا ثواب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کی مدد ایسے موقع پر کرتا ہے جہاں اس کی آبرو کو گھٹایا جاتا ہے اور اس کی ہتک عزت کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے حامی و مددگار انسان کی ایسی جگہ ایسے موقع پر مدد فرماتا ہے جہاں وہ اپنی نصرت میں نصرت الٰہی و تائید ربانی کا سخت محتاج ہوگا۔ (مسند احمد، جلد ۴)

حفاظت عزت اور مدافعت کا ثواب

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک آدمی نے ایک آدمی کے خلاف کہنا شروع کر دیا تو ایک دوسرے آدمی نے اس کی طرف سے مدافعت شروع کر دی۔

اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی عزت و آبرو کی حفاظت جواب دہی اور صفائی پیش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند کرے گا۔ (کنز العمال، جلد ۱)

اسی طرح ایک اور موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان کسی مسلمان کی بے عزتی اور تذلیل کے موقع پر اپنے بھائی کی عزت و آبرو کا محافظ بنے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے چہرے کو جہنم کی آگ میں جلنے سے محفوظ رکھیں گے۔ (جمع الفوائد، جلد ۲)

مسلمان کی عظمت و حرمت

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے ہیں اور (بیت اللہ سے خطاب کرتے ہوئے) یہ فرما رہے ہیں کہ تو کتنا پاکیزہ اور تیری ہوا کتنی پاکیزہ، تو کتنا عظیم ہے اور تیری حرمت کتنی عظیم ہے۔ (مگر) میں اس ذات کی قسم کھاتا ہوں جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے۔ ایک مومن کی حرمت اللہ

تعالیٰ کے نزدیک یقیناً تیری حرمت سے بھی زیادہ عظیم ہے۔ اس کا مال اور اس کا خون بھی۔
(سنن ترمذی وابن ماجہ)

مسلمانوں کا خون، اس کا مال اور اس کی آبرو سب حرام ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ اس پر کوئی ظلم وزیادتی نہ کرے اور اس کو بے یار ومددگار نہ چھوڑے۔ اس کو حقیر نہ جانے اور نہ اس کے ساتھ حقارت کا برتاؤ کرے (کیا خبر ہے کہ اس کے دل میں تقویٰ ہو، جس کی وجہ سے وہ اللہ کے نزدیک مکرم ومحترم ہو)۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار اپنے سینہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تقویٰ یہاں ہوتا ہے۔ آدمی کے برا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے اور اس کے ساتھ حقارت سے پیش آئے۔ مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان کے لیے قابل احترام ہے۔ اس کا خون، اس کا مال اور اس کی آبرو (اس لیے ناحق اس کا خون گرانا، اس کا مال لینا اور اس کی آبروریزی کرنا یہ سب حرام ہیں)۔
(معارف الحدیث، جلد ۲ بحوالہ مسلم)

مسلمان کو ستانے اور رسوا کرنے والوں کا حشر

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک مرتبہ) منبر پر چڑھے اور آپ نے بلند آواز سے پکارا اور فرمایا: اے وہ لوگو! جو زبان سے اسلام لائے ہو اور ان کے دلوں میں ابھی ایمان پوری طرح اترا نہیں ہے۔ مسلمان بندوں کو ستانے سے اور ان کو عار دلانے اور شرمندہ کرنے اور ان کے چھپے ہوئے عیبوں کے پیچھے پڑنے سے باز رہو، کیونکہ اللہ کا قانون ہے کہ جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کے چھپے عیبوں کے پیچھے پڑے گا اور اس کو رسوا کرنا چاہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کے (قیامت کے دن) پیچھے پڑے گا۔ اور جس کے عیوب کے پیچھے اللہ تعالیٰ پڑے گا وہ اس کو ضرور رسوا کرے گا (اور وہ رسوا ہو کر رہے گا) اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر ہی ہو۔ (ترمذی)

تشریح:...... اس حدیث مبارکہ کو پڑھیں، بار بار پڑھیں۔ کیسی سخت تنبیہ ہے ان

لوگوں کے لیے جو ایک مسلمان بھائی کو ستاتے ہیں، ان کا دل دکھاتے ہیں، ان کی پچھلی برائیوں کا ذکر کر کے ان کو شرمندہ کرتے ہیں اور ان کی زندگی کے چھپے ہوئے عیوب اور کمزور پہلوؤں کی تلاش میں لگے رہتے ہیں، ان کا مقصود صرف اور صرف یہ ہے کہ یہ لوگوں کی نظروں سے گر جائے اور لوگوں میں بدنام و ذلیل ہو جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے لوگوں کو آگاہ فرمایا کہ وہ اس حرکت سے باز آ جائیں۔ انہیں آپ نے آخرت یاد دلائی کہ آخرت میں ذلیل و رسوا تو ہوں گے ہی، دنیا میں بھی وہ ذلیل و رسوا ہوں گے (موجودہ دور میں لوگوں کے لیے مسلمانوں کی عزت سے کھیلنا ایک بہترین مشغلہ بن گیا ہے)۔

(معارف الحدیث، جلد ۲)

(اللہ تعالیٰ ہماری اس سے حفاظت فرمائے اور مومن کا جو حق ہے
پوری طرح ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین)

کسی مسلمان کو نقصان پہنچانے یا دھوکہ دینے پر وعید جہنم

عَنْ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَلْعُوْنٌ مَنْ ضَارَّ مُؤْمِنًا اَوْ مَکَرَ بِہٖ

ایک دوسری روایت میں ہے:

وَالْمَکْرُ وَالْخِدَاعُ فِی النَّارِ (ترمذی)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کو نقصان پہنچائے یا دھوکہ دے وہ ملعون ہے۔ ایک دوسری روایت کے الفاظ کے معنی ہیں (اس طرح کی) دغابازی اور فریب کا انجام جہنم ہے۔

حدیث مذکورہ میں اس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملعون قرار دیا ہے جو کسی مسلمان بھائی کو نقصان پہنچائے یا اس کے ساتھ مکر و فریب اور دھوکہ بازی کا معاملہ کرے۔ یا دھوکہ، فریب یا نقصان کسی بھی طور پر پہنچائے۔ یہ بڑا سخت جرم ہے اور انجام جہنم بتلایا گیا ہے۔

یہاں پر صرف کاروباری دھوکہ، ملاوٹ اور عیب چھپا کر چیزوں کے فروخت کرنے کے حوالے سے کچھ تذکرہ ہے۔

کاروبار میں دھوکہ اور فریب کی مختلف صورتیں

ایک اچھے کاروباری اور تاجر کی بہترین پہچان یہ ہے کہ وہ حرص و طمع سے دور رہتا ہے اور

حرص وطمع میں آ کر حلال وحرام کی تمیز نہیں کھو دیتا۔ دھوکہ اور فریب دینے سے بچتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ سب کچھ غلط ہے اور کاروبار میں اور تجارت میں دھوکہ وفریب بھی ناجائز ذرائع میں سے ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں تجارت اور کاروبار میں دھوکہ وفریب کی مختلف صورتیں نظر آتی ہیں۔

ایک صورت یہ ہے کہ خراب چیز کو اچھا کہہ کر فروخت کیا جائے۔ یعنی مال خراب دیا جائے مگر قیمت پوری وصول کی جائے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ مال کا عیب چھپایا جائے اور خریدار پر ظاہر نہ ہونے دیا جائے کہ اس میں یہ نقص اور خرابی ہے۔ بعض چیزوں میں ایسی خرابیاں ہوتی ہیں جو ظاہر میں دکھائی نہیں دیتی، لیکن استعمال کرنے سے ان کا پتہ چل جاتا ہے۔

ان کاروباری اور تجارتی بداعمالیوں اور خرابیوں میں ایک خرابی ''ملاوٹ'' کی ہے۔ ملاوٹ ایک اعتبار سے تجارت کا بدترین طریقہ ہے اور دھوکہ وفریب کی بدترین شکل ہے۔ ملاوٹ کا مطلب یہ ہے کہ کھانے پینے کی کسی چیز میں کوئی ایسی چیز ملا دی جائے جو اصل چیز سے ملتی جلتی ہو، لیکن اس کے اثرات اور خواص مختلف ہوں بلکہ بالکل متضاد ہوں۔ مقصد اس کا یہ ہوتا ہے کہ اصل چیز میں نقل ملا کر اصلی چیز کے دام وصول کیے جائیں۔ اس طرح خریدار بہت بڑے دھوکے سے دوچار ہو جاتا ہے۔ یہ وہ ناپسندیدہ عمل ہے جو کسی بھی مذہب میں اور سوسائٹی کے شایان شان نہیں۔ خصوصاً ایک مسلم معاشرہ کے لیے انتہائی مضر اور انتہائی شرمناک ہے، کیونکہ ایک مسلمان کبھی دھوکہ نہیں دے سکتا۔ جعل وفریب مسلمان کے مزاج کے خلاف ہے۔

دھوکہ وفریب ایک ایسی چیز ہے جو باہمی تعلقات اور اعتماد کو ختم کر دیتی ہے۔ اس کے نتیجے میں شک وشبہ، بداعتمادی، عداوت اور دشمنی جنم لیتی ہے۔ پیار ومحبت، آپس کے تعلقات اور ہمدردی کے جذبات بالکل سرد پڑ جاتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارکہ ہے کہ دھوکہ باز، بخیل اور احسان جتلانے والا جنت میں نہیں جائے گا۔

ملاوٹ ایک دھوکہ اور اس کے نقصانات

ملاوٹ ایک ایسا فعل ہے جس کے اثرات غیر محدود ہوتے ہیں۔ صرف تاجر اور خریدار تک

نقصانات محدود نہیں ہوتے بلکہ اس کے مضر اثرات پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں اور اس سے سب ہی متاثر ہوتے ہیں۔ دوسری سماجی برائیوں کی طرح یہ برائی بھی متعدی ہوتی ہے اور ایک سے دوسرے سے لگتی چلی جاتی ہے۔ ملاوٹ سے معاشرے کو تین بڑے نقصانات ہوتے ہیں۔

(۱)......مالی نقصان (۲)......صحت کا نقصان (۳)......سماجی نقصان

مالی نقصان:......اس کا اندازہ خریدار کو فوراً ہی ہو جاتا ہے۔

صحت کا نقصان:......یہ بہت آہستہ آہستہ ظاہر ہوتا ہے۔ ملاوٹی غذائیں کھانے سے صحت پر برا اثر پڑتا ہے اور طرح طرح کی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ اس کا ذمے دار ملاوٹ کرنے والا تاجر ہے۔ اس تاجر کی منافع خوری قوم کے کتنے ہی افراد کو صحت جیسی نعمت سے محروم کر دیتی ہے۔

سماجی نقصان:......اس میں سب سے بڑا نقصان جو سرفہرست ہے وہ یہ ہے کہ خریدار اور تاجر کے درمیان باہمی اعتماد مجروح ہوتا ہے کیونکہ سماج کی بنیاد تو باہمی اعتماد پر ہی قائم ہوتی ہے اور یہ بات طے شدہ ہے کہ اعتماد سے محروم سماج سکون و اطمینان سے بھی محروم ہو جاتا ہے کیونکہ ملاوٹی اشیاء کی خرید و فروخت کسی سماج کے افراد کو ایک دوسرے پر بھروسہ کرنے سے روک دیتی ہے اور مایوسی و بددلی پیدا کر دیتی ہے۔ اسی لیے مسلمانوں کو ہر اس فعل سے روکا گیا ہے جس میں باہمی اعتماد مجروح ہوتے ہوں اور جس کے نتیجے میں ایک کا فائدہ اور دوسرے کا نقصان ہوتا ہو۔

قرآن پاک کی ہدایت مسلمانوں کے لیے یہ ہے، فرمایا:

وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (سورہ بقرہ، آیت ۱۸۸)

''آپس میں ایک دوسرے کا مال جھوٹ اور فریب سے مت کھاؤ۔''

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

من غش فليس منا

''جو ملاوٹ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔''

ملاوٹ ایک دھوکہ اور لعنت کا کام ہے۔ اس لعنت میں مبتلا لوگ ہرگز مہذب مسلم

معاشرے کے رکن بننے کے لائق نہیں، لہٰذا ہر شخص کا فرض ہے کہ ایسے کام سے بچے اور جو لوگ اس میں مبتلا ہیں، ان کی ہمت شکنی کریں۔ ان سے نفرت اور بے زاری کا اظہار کریں۔

ملاوٹ کا لا ناگ، عبرتناک انجام

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ شعب الایمان میں عبدالحمید بن محمود رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ اتنے میں ایک شخص آیا، اس نے بیان کیا کہ ہم چند رفقاء حج کے لیے گئے۔ جب صفاح (ایک مقام کا نام ہے) پر پہنچے تو ہمارے ایک رفیق حج کا انتقال ہو گیا۔ ہم نے اسے دفن کرنے کے واسطے قبر کھودی تو دیکھتے ہیں کہ ایک کالا ناگ ہے جس نے پوری لحد (قبر) کو گھیر رکھا ہے۔ ہم نے پھر ایک اور جگہ قبر کھودی تو اس میں بھی کالا ناگ تھا۔ تیسری قبر کھودی اس میں بھی وہی کالا ناگ دیکھا۔ پھر ہم اس کو اسی حالت میں چھوڑ کر آپ کے پاس یہ دریافت کرنے آئے ہیں کہ اس کا کیا کیا جائے؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ خود اس کا اپنا عمل ہے جو وہ کرتا تھا۔ جاؤ اسے انہیں میں سے کسی قبر میں دفن کر دو۔ خدا کی قسم اگر تم اس کی خاطر ساری زمین کھود ڈالو تب بھی وہ کالا ناگ تمہیں بہر حال ملے گا۔ چنانچہ اس شخص کو ہم نے ان ہی میں سے ایک قبر میں ڈال دیا۔ جب ہم سفر حج سے واپس ہوئے اور جا کر اس کی بیوی سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ وہ گندم کی تجارت کیا کرتا تھا۔ اس میں سے گھر کی ضرورت کے لیے نکال لیتا اور اتنی مقدار جو ملا دیتا تھا۔ اس کا یہی عمل کالے ناگ کی شکل میں ظاہر ہوا۔ (یہ ہے ملاوٹ کا انجام)

(بحوالہ تجارت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں)

عیب چھپا کر بیچنے والے پر اللہ کا غضب وغصہ

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ بَاعَ عَیْبًا وَلَمْ یُنَبِّهْهُ لَمْ یَزَلْ فِیْ مَقْتِ اللّٰهِ اَوْلَمْ تَزَلِ الْمَلٰئِکَةُ تَلْعَنُهٗ (رواہ ابن ماجہ)

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ: ”میں نے خود سنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ جس شخص نے کوئی عیب والی چیز کسی کے ہاتھ فروخت کی اور خریدار کو وہ عیب بتلا نہیں دیا تو اس پر ہمیشہ خدا کا غضب رہے گا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ اللہ کے فرشتے اس پر ہمیشہ لعنت کرتے رہیں گے۔“

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم غلہ کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے جو مالک نے بیچنے کے لیے رکھا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رک کر اس ڈھیر میں ہاتھ ڈالا۔ غلہ میں کچھ نمی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک سے فرمایا یہ کیا ہے؟ یعنی یہ غلہ گیلا کیوں ہو رہا ہے؟ اس مالک نے عرض کیا غلہ بارش کی وجہ سے بھیگ گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے گیلا غلہ اوپر کیوں نہیں رکھا کہ لوگ تیرے غلہ کے عیب کو دیکھ لیتے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

من غش فلیس منا

”جس نے فریب کیا اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔“ (مسلم)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ تقویٰ

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑے تاجر تھے۔ کپڑوں کی تجارت کیا کرتے تھے۔ ایک بار ایک تھان جس میں کچھ عیب تھا اپنے ملازم کو بتایا کہ جب کوئی اس کا خریدار آئے تو اس کا عیب بتا دینا۔ وہ ملازم عیب بتانا بھول گیا اور پورا تھان فروخت کر دیا اور خیال نہ رہا کہ عیب دار تھان کو الگ کر کے رکھتا۔

شام کو جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ملازم سے اس عیب دار تھان سے متعلق پوچھا تو پتہ چلا کہ وہ تو فروخت ہو گیا ہے۔ اس کا عیب بتلایا نہیں گیا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کپڑے کے سارے تھانوں کی قیمت خیرات کر دی۔

عیب کو نہ بتلانا، اسے ظاہر نہ کرنا یہ بھی ایک دھوکہ اور فریب ہے جو کسی طور پر بھی جائز نہیں۔ حدیث مذکورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو ملعون فرمایا ہے۔

خلاصہ کلام

یہ بات بالکل طے ہے کہ جو لوگ غلط راستے اختیار کرتے ہیں وہ کبھی خوش اور مطمئن نہیں رہتے۔ وہ اس دنیا میں بھی بالآخر خوار ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی ان کے لیے سزا ہی سزا ہے۔ حلال روزی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اللہ کا انعام خاص ہے۔ جو مل جائے اس پر قناعت کیا جائے۔ دیانت اور امانت کو ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے۔ بے شک ایسے بندوں کے لیے اللہ کی طرف سے برکت ہی برکت ہے۔

(اللہ تعالیٰ رزق حلال کی فکر نصیب فرمائے۔ رزق حرام
اور کاروباری دھوکہ وفریب سے حفاظت فرمائے۔ آمین)

پڑوسیوں کوستانے اور تکلیف دینے پر وعید جہنم

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَایَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ لَّا یَأْمَنُ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ۔ (رواہ مسلم)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کی ایذاؤں سے اس کے پڑوسی مامون و محفوظ نہ ہوں۔''

حدیث مذکورہ میں ایسے شخص کو جس کی ایذاؤں اور تکلیفوں سے پڑوسی مامون ومحفوظ نہ ہوں اس سے تنگ اور پریشان ہوں، ایسوں کو جہنم کی نوید سنائی گئی ہے۔

مسلم معاشرے میں پڑوسی کی اہمیت

اسلامی تعلیمات میں پڑوسیوں کے حقوق کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ مسلم معاشرے میں پڑوسی بلاتفریق مذہب وملت احترام اور حسن سلوک کا مستحق ہے۔ قرآن کریم اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس حوالے سے جو تعلیمات ملتی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ پڑوسیوں کے حقوق میں رعایت کی جائے۔ اس سے حسن سلوک کیا جائے۔ ایذارسانی اور بدسلوکی سے ہر حال میں بچا جائے۔

اسلام میں جس طرح رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اسی طرح پڑوسیوں کے بھی حقوق بتا کر ان کو ادا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ پڑوسیوں پر ظلم و

زیادتی اوران کواپنے کسی عمل سے تکلیف وایذا پہنچانے پر وعید وارد ہوئی ہے اور پڑوسیوں کے ساتھ ہمدردی وغمگساری اور خیر خواہی کا معاملہ کرنے پر خوشخبری سنائی گئی ہے۔لہٰذا اسلام اپنے ماننے والوں کو بہترین پڑوسی دیکھنا پسند کرتا ہے۔

بہتر وہ جو پڑوسی کے حق میں بہتر ہو

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ساتھیوں میں سب سے بہتر اللہ کے نزدیک وہ ہے جو اپنے ساتھی کے حق میں بہتر ہو اور پڑوسیوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے حق میں سب سے بہتر ہو۔'' (ترمذی)

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی تاکید

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام پڑوسی کے حقوق کے بارے میں مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) برابر وصیت اور تاکید کرتے رہے، یہاں تک کہ میں خیال کرنے لگا کہ وہ اس کو وارث قرار دے دیں گے۔(صحیح بخاری ومسلم)

مطلب یہ ہے کہ پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی کی مسلسل تاکید کو دیکھ کر مجھے یہ خیال ہوا کہ شاید دوسرے اقارب ماں باپ، بھائی بہنوں کی طرح پڑوسیوں کو بھی ایک دوسرے کا وارث قرار دیں گے۔یعنی پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی کی جب اتنی تاکید کی گئی ہے تو اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ کتنا اہم معاملہ ہے۔

مومن ہونے کی پہچان

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

''اللہ کی قسم مومن نہیں ہے، اللہ کی قسم مومن نہیں ہے، اللہ کی قسم مومن ہے۔

دریافت کیا گیا کون شخص (مومن نہیں) اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جس کا پڑوسی اس کی ایذا رسانی سے محفوظ نہیں ہے۔'' (بخاری ومسلم)

اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ:

لایدخل الجنۃ من لایامن جارہ بوائقہ

''وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کا پڑوسی اس کی تکلیف دہ باتوں سے محفوظ نہیں ہے۔''

یہ احادیث ان لوگوں کے لیے ایک تازیانہ سے کم نہیں جو بظاہر صلاح وتقویٰ کے پیکر تو ہیں اور اوراد ونوافل کے عادی اور تلاوت واذکار کا اہتمام کرنے والے ہیں لیکن پاس پڑوس والوں کے ساتھ ان کے معاملات اچھے نہیں اور پڑوسی ان کی تکلیف دہ باتوں سے محفوظ نہیں۔

ایک حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے کہ وہ شخص مومن نہیں جو خود سیر ہو کر کھائے اور اس کا ہمسایہ بھوکا رہے۔ (مشکوۃ)

پڑوسیوں کے بعض متعیّنہ حقوق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسیوں کے بعض متعین حقوق بیان فرمائے ہیں، آیئے پڑھتے ہیں:

حضرت معاویہ بن حیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

پڑوسی کے حق تم پر یہ ہیں کہ اگر وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت اور خبر گیری کرو اور اگر انتقال کر جائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ جاؤ (اور تدفین کے کام میں ہاتھ بٹاؤ) اور اگر وہ (اپنی ضرورت کے لیے) قرض مانگے تو (بشرط استطاعت) اس کو قرض دو اور اگر وہ برا کام کر بیٹھے تو اس کی پردہ پوشی کرو اور اگر اسے کوئی نعمت ملے تو اس کو مبارکباد دو اور اگر کوئی مصیبت پہنچے تو تعزیت کرو (یعنی اسے تسلی دو) اور اپنی عمارت اس کی عمارت سے اس طرح بلند نہ کرو کہ اس کے گھر کی ہوا بند ہو جائے اور (جب تمہارے گھر کوئی اچھا کھانا پکے تو اس کی کوشش کرو کہ) تمہاری ہانڈی کی مہک اس کے لیے (اور اس کے بچوں کے لیے) باعث ایذا نہ ہو (یعنی اس کا اہتمام کرو کہ ہانڈی کی مہک اس کے گھر تک نہ جائے) الّا یہ کہ اس میں سے تھوڑا سا اس کے گھر بھی بھیج دو (اس صورت میں کھانے کی مہک اس کے گھر تک جانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

ایک روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ:

اگر تم کوئی پھل فروٹ خرید کر لاؤ تو اس میں سے پڑوسی کے یہاں بھی ہدیہ بھیج دو اور اگر ایسا نہ کر سکو تو اس کو چھپا کے لاؤ (کہ پڑوس والوں کو خبر نہ ہو اور اس کی بھی احتیاط کرو کہ) تمہارا بچہ وہ

پھل لے کر گھر سے باہر نہ نکلے کہ پڑوسی کے بچے کے دل میں اسے دیکھ کر جلن پیدا ہو۔

(معارف الحدیث، جلد ٦)

حقوق کی ادائیگی میں مذہب کی تخصیص نہیں

حقوق ہمسائیگی کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو احکامات دیے ہیں وہ بلا تخصیص ہیں جن کی ادائیگی سب پر لازم ہے۔ ہمسایہ خواہ یہودی ہو یا عیسائی، ہندو ہو یا دھریہ، مسلمانوں پر سب کے حقوق ہیں۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ہمسایہ کے حقوق کی ادائیگی بلا امتیاز مذہب وملت کیا کرتے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے یہاں ایک مرتبہ ایک بکری ذبح ہوئی، جب آپ گھر میں آئے تو پوچھا کہ ہمارے یہودی پڑوسی کو حصہ بھیجا۔ اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے پڑوسی کے متعلق اس قدر وصیت کی کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ یہ پڑوسی کو کہیں وارث نہ بنادیں۔ (سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، جلد ٦)

پڑوسیوں کو تکلیف دینے والی عورت کا انجام

حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فلانی عورت کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ کثرت سے نماز، روزہ اور صدقہ وخیرات کرنے والی ہے لیکن اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے تکلیف دیتی ہے (یعنی برا بھلا کہتی ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ دوزخ میں ہے۔ پھر ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فلانی عورت کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ نفلی روزہ، صدقہ وخیرات اور نماز تو کم پڑھتی ہے، بلکہ اس کا صدقہ وخیرات پنیر کے چند ٹکڑوں سے آگے نہیں بڑھتا لیکن اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے کوئی تکلیف نہیں دیتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ جنت میں ہے۔ (مشکوٰۃ)

پڑوسی کی تین قسمیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

پڑوسی تین قسم کے اور تین درجے کے ہوتے ہیں۔

(۱)......ایک وہ پڑوسی جس کا صرف ایک ہی حق ہے اور وہ (حق کے لحاظ سے) سب سے کم درجے کا پڑوسی ہے۔

(۲)......دوسرا وہ پڑوسی جس کے دو حقوق ہیں۔

(۳)......تیسرا وہ پڑوسی جس کے تین حقوق ہیں۔

تو ایک حق والا وہ کافر و مشرک (غیر مسلم) پڑوسی ہے جس سے کوئی رشتہ داری بھی نہ ہو (تو اس کا صرف پڑوسی ہونے کا حق ہے اور دو حق والا پڑوسی وہ ہے جو پڑوسی ہونے کے ساتھ ساتھ مسلم (یعنی دینی بھائی) بھی ہو۔ اس کا ایک حق مسلمان ہونے کی وجہ سے ہوگا اور دوسرا پڑوسی ہونے کی وجہ سے ہوگا۔ تین حق والا پڑوسی وہ ہے جو پڑوسی بھی ہو، مسلم بھی ہو اور رشتہ دار بھی ہو۔ تو اس کا ایک حق مسلمان ہونے کا ہوگا، دوسرا حق پڑوسی ہونے کا اور تیسرا حق رشتہ داری کا ہوگا۔

(معارف الحدیث، جلد ۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

قیامت کے دن سب سے پہلے جن کا مقدمہ پیش ہوگا وہ پڑوسیوں کا ہوگا، لہٰذا پڑوس کے حقوق کا زیادہ خیال رکھنے کی ضرورت ہے، تاکہ اللہ کی رضا و خوشنودی اور جنت کے مستحق بن سکیں اور جہنم سے بچ سکیں۔

(اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین)

دنیا میں دوسروں کا حق مارنے پر وعید جہنم

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوا الْمُفْلِسُ فِیْنَا مَنْ لَّا دِرْهَمَ لَهٗ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ يَّاْتِیْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِصَلٰوةٍ وَّصِيَامٍ وَّزَكٰوةٍ وَيَاْتِیْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ يُّقْضٰى مَا عَلَيْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ۔ (مشکوۃ از مسلم)

”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے دریافت) فرمایا: کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم تو مفلس اسے سمجھتے ہیں جس کے پاس درہم نہ ہو اور مال و سامان نہ ہو۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکوۃ لے کر آئے اور ساتھ ہی (اس حال میں) آئے کہ اس نے گالی دی ہوگی اور تہمت لگائی گئی ہو۔ کسی کا مال کھایا ہوگا۔ کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا، لہٰذا اس کی نیکیاں کچھ اس کو دے دی جائیں گی

اور کچھ اس کو دے دی جائیں گی۔ پس اگر اس کی نیکیاں لوگوں کے حقوق ادا ہونے سے پہلے ختم ہوگئیں تو ان لوگوں کے گناہ اس کے سر پر ڈال دیے جائیں گے۔ پھر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔"

حدیث مذکورہ میں ایسے شخص کو جہنم کی سزا سنائی گئی ہے جنہوں نے اس دنیا میں دوسروں کے حقوق غصب کیے ہوں گے۔

بندوں کے تین رجسٹر

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اعمالنامے (جن میں بندوں کے گناہ لکھے گئے ہوں، تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ جن کی ہرگز معافی اور بخشش نہ ہوگی، وہ شرک ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمادیا ہے کہ اللہ تعالیٰ شرک کا گناہ ہرگز نہ بخشے گا۔

اور گناہوں کی ایک وہ فہرست ہے جن کو اللہ تعالیٰ انصاف کے بغیر نہیں چھوڑے گا۔ وہ بندوں کے باہمی مظالم، زیادتیاں اور حق تلفیاں ہیں، ان کا بدلہ ضرور دیا جائے گا۔

اور گناہوں کی ایک فہرست وہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ کے یہاں اہمیت اور پرواہ نہیں۔ یہ بندوں کے وہ مظالم اور وہ تقصیرات ہیں جن کا تعلق بس ان بندوں سے اور ان کے اللہ سے ہے۔ ان کے بارے میں فیصلہ بس اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ چاہے تو سزا دے اور چاہے تو بالکل معاف کردے۔ (از معارف الحدیث، جلد ٦)

حقوق العباد کی اہمیت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا ایک حصہ تو وہ ہے جس کو حقوق اللہ کہا جاتا ہے۔ حقوق اللہ میں نماز، زکوٰۃ، روزہ وغیرہ شامل ہیں جو ایمان لانے کے بعد ہر مسلمان پر لازم ہوجاتے ہیں۔ دوسرا حصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا وہ ہے جنہیں حقوق العباد کہا جاتا ہے، جس میں بتلایا گیا ہے کہ بندوں کا بندوں پر ایک دوسرے کے کیا حقوق ہیں اور ایک دوسرے پر کیا ذمے داریاں ہیں۔

حقوق العباد اس حوالے سے زیادہ اہمیت کے حامل ہیں کہ اگر اس میں کمی وکوتاہی ہوتی ہے

تو پھر اس کا معاملہ انتہائی سنگین ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس میں معافی کی کوئی امید نہیں رکھی جا سکتی باوجود اس کے کہ وہ غفور الرحیم ہے۔ وہ معاف نہیں کرے گا اور اس کی معافی اس نے اپنے ہاتھ میں نہیں رکھی ہے۔ اگر معافی مل سکتی ہے تو صرف اور صرف اسی بندے سے مل سکتی ہے جس کا حق ہم سے تلف ہوا ہے۔ اگر دنیا میں اس کا تدارک کر لیا جائے تو ٹھیک ورنہ آخرت میں اس کی سزا بھگتنی پڑے گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ بھی روایت فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنے بھائی پر کسی قسم کا کوئی ظلم کیا ہو، اس کی بے آبروئی کر کے یا اور کسی طرح کی کوئی زیادتی کر کے (مثلاً قرض دبا کر یا مال میں خیانت کر کے) تو آج ہی اسے حلال کر لے (یعنی ادا کر کے یا معافی مانگ کر ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائے) اس دن سے پہلے جس دن نہ دینار ہو گا نہ درہم ہو گا (اور نیکیوں و برائیوں سے لین دین ہو گا) اگر ظلم و زیادتی کرنے والے کے نیک عمل ہوں گے تو ظلم و زیادتی کے بقدر اس سے لے لیے جائیں گے اور اگر اس کی نیکیاں نہ ہوئیں تو مظلوم کی برائیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی۔ (بخاری)

استاذ محترم حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں احادیث مبارکہ کو نقل کرنے کے بعد اس کی تشریح میں اپنی کتاب "زبان کی حفاظت" میں جو لکھا ہے، اسی کو ملاحظہ فرمائیں جو بہت کافی ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ظلم کے بہت سے شعبے ہیں۔ بہت سے لوگ مال دبا لینے کو یا مار پٹائی کو ظلم و زیادتی سمجھتے ہیں، لیکن گالی دینا، غیبت کرنا، غیبت سننا، تہمت لگانا، ڈانٹ دینا، جھڑک دینا، رسوا کرنا اور کسی بھی طرح سے آبرو ریزی کرنا جو روزمرہ کا مشغلہ رہتا ہے اس کو بالکل بھی ظلم نہیں سمجھتے۔ حالانکہ جس طرح ناجائز طور پر مال کھا جانا ظلم ہے، اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر بے آبرو کرنا ظلم ہے۔ حدیث بالا میں صاف مذکور ہے کہ بڑی بڑی نیکیاں لے کر آنیوالے میدان قیامت میں اس لیے مفلس رہ جائیں گے کہ جو لوگوں پر انہوں نے مظالم کیے تھے ان کی وجہ سے نیکیاں دینی پڑیں گی اور مظلوموں کے گناہ اپنے سر لینے پڑیں گے۔ ان مظالم میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے گالی دینے، تہمت لگانے کا بھی ذکر فرمایا اور یہ دونوں زبان کے گناہ ہیں۔ ناجائز مال کھانا، خون بہانا، مار پٹائی کرنا بھی مظالم کی فہرست میں ذکر فرمایا ہے۔ یہ چیزیں

زبان کے علاوہ دوسرے اعضاء سے صادر ہوتی ہیں اور بعض مرتبہ زبان کا بھی ان میں دخل ہوتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی نے کسی پر کسی بھی طرح کا ظلم کیا ہوا ہے آج ہی اس دنیا میں حلال کرلے کیونکہ قیامت کے دن حقوق کی ادائیگی کرنی پڑی تو بہت ہی سخت معاملہ ہوگا۔ وہاں روپیہ پیسہ تو ہوگا نہیں، نیکیوں اور برائیوں سے لین دین ہوگا۔ جن لوگوں پر کسی بھی طرح کا ظلم کیا تھا، ان کو اپنی نیکیاں دینی ہوں گی اور وہ ختم ہوگئیں تو ان کے گناہ اپنے سر لینے ہوں گے۔ پھر اپنے اور ان کے گناہوں کا بوجھ لے کر دوزخ میں جانا ہوگا اور یہ کوئی سمجھداری کی بات نہیں کہ اپنی نیکی دوسروں کو دے دیں۔ دوسروں پر ظلم کرنا اپنے اوپر ظلم کرنا ہے۔ ہر شخص اپنا حساب لے گا اور جو مظالم ہو چکے ان کے بارے میں فکر کر کے قابل ادئیگی حقوق کی ادائیگی کرے۔ یعنی مالی حقوق ادا کردے اور جو کسی کو مارا پیٹا ہو، ڈانٹا ڈپٹا ہو یا کسی بھی طرح کسی کی بے آبروئی کی ہو، گالی دی ہو، تہمت لگائی ہو، غیبت سنی ہو، ان سب کی معافی مانگ لے اور جن جن لوگوں پر ظلم کیا ہو ان کا دل خوش کردے۔ (زبان کی حفاظت)

معاشرے کی بے حسی کا ایک بڑا المیہ

آج معاشرے پر نظر ڈالیں تو ہر شخص اپنے مسلمان بھائی کے لیے برائی کا خواہاں ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اس کے پاس جو کچھ ہے سب خود ہی ہڑپ کر جائے اور اس کی جمع پونجی سب تباہ کردے اور مال و دولت اور زندگی کی آسائشوں میں سب سے بڑھ جائے۔

ایک ظالم کو اپنے ظلم سے کیا امید ہوسکتی ہے؟ اس کے انجام سے متعلق کیا توقع کی جاسکتی ہے؟ اس نے ایسے دن کے لیے کیا تیاری کی ہے جب اس کے خلاف خدا کے سامنے فریاد کی جائے گی۔ مظلوم کا حق اس سے دلایا جائے گا۔ ظالم افسوس اور حسرت کے ساتھ اپنے ہاتھ کاٹے گا اور کہے گا کاش میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ اختیار کی ہوتی؟ اس دن اس کی آنکھوں کے پردے اٹھ جائیں گے۔ نافرمان اور ظالم سے اس کے اصحاب اور انصار دور بھاگیں گے اور صرف وہی باقی رہ جائے گا جو خیر وشر میں سے وہ پہلے روانہ کر چکا ہے۔ اس دن اس کا ہاتھ پکڑ کے اسے لوگوں کے سروں پر ایک بلند جگہ ٹھہرایا جائے گا اور منادی ندا دے گا "یہ فلاں بن فلاں ہے، جس کا کوئی حق ہو وہ آئے۔" لوگ آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ ان لوگوں کا حق ادا کر۔ وہ

کہے گا: یارب! میں تو دنیا ختم کر چکا ہوں انہیں کہاں سے دوں؟ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے اس کے نیک اعمال میں سے حصہ لے کر ہر شخص کو اس کے مطالبہ کے مطابق دے دو۔ (تفصیل پیچھے گذر چکی ہے)

دنیا کے دھوکے سے نکلنے کی ضرورت ہے

انسان کسی دھوکے میں نہ رہے۔ اگر اسے اقبال مندی کے دور اور زمانے کی موافقت نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے تو اسے اس عارضی دور کے بدل جانے اور زمانے کی آنکھیں پھیر لینے سے بھی ڈرتے رہنا چاہیے۔ اگر اپنی جسم کی قوت پر نازاں ہے اور سمجھتا ہے کہ میری قوت پائیدار اور تسلط بہت مدت تک قائم رہے گا تو اس بات سے بے خوف نہ ہونا چاہیے کہ اسے بہت جلد اپنے ظلم وسرکشی اور جبر وتعدی کا مزہ چکھنا پڑے گا۔

(اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی پکڑ سے حفاظت فرمائے اور حقوق اللہ و
حقوق العباد دونوں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین)

خودکشی کرنے یعنی اپنی جان کو ہلاک کرنے پر وعید جہنم

عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ بِهٖ جُرْحٌ فَجَزِعَ فَاَخَذَ سِكِّيْنًا فَحَزَّ بِهَا يَدَهٗ فَمَا رَقَأَ الدَّمُ حَتّٰى مَاتَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى بَادَرَنِيْ عَبْدِيْ بِنَفْسِهٖ فَحَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ (بخاری ومسلم)

”حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں میں ایک زخمی شخص تھا، جس نے بے صبری کی اور چھری لے کر اپنا (زخمی) ہاتھ کاٹ ڈالا، جس سے خون نہ رکا (برابر بہتا رہا) یہاں تک وہ مر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جلدی کی مجھ سے میرے بندے نے اپنے نفس کو ہلاک کرنے میں۔ پس میں نے اس پر جنت حرام کر دیا۔“

حدیث مذکورہ میں خودکشی کرنے کو واضح طور پر جہنم والا عمل بتلایا گیا ہے اور ایسے شخص پر جنت کو حرام فرما دیا گیا ہے اور سزا جہنم ہے۔

اسلام میں خودکشی کی ممانعت

جب انسان کسی مصیبت، دکھ، بیماری یا مالی پریشانی میں مبتلا ہو جائے تو اسے بہت رنج و تکلیف ہوتی ہے۔ بعض اوقات یہ غم اور کرب اتنا بڑھ جاتا ہے کہ کچھ لوگ خودکشی بھی کر لیتے ہیں، تا کہ ان کا واسطہ مزید کسی ناکامی و نامرادی سے نہ پڑے۔ آج کل تو خودکشی کا رجحان اتنا

عام ہوتا جارہا ہے کہ پاکستان ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں آئے روز ایسے واقعات رونما ہورہے ہیں، جن کی خبریں ہم اخبارات اور مختلف نیوز چینلز پر دیکھتے رہتے ہیں، حالانکہ خودکشی کو کسی بھی ملک اور معاشرے میں اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ یہ بھی بڑی عجیب بات ہے کہ قانون میں یہ اقدام بذات خود کوئی برا نہیں ہے، تاہم اقدام خودکشی کو ضرور جرم قرار دیا گیا ہے۔ گویا کوئی شخص خودکشی کی کوشش کرے اور کسی وجہ سے وہ اس میں ناکام ہوجائے تو ایسی صورت میں اسے سزا دی جائے گی۔

اس کے مقابلے میں اسلامی تعلیمات اس کے برعکس ہیں۔ اسلام اس کی کسی بھی صورت میں اجازت نہیں دیتا۔ مصائب وآلام اور ناکامی وقتی ہوتی ہیں۔ یہ کبھی جلد رفع ہوجاتی ہیں اور کبھی وقت لگتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ انسان اللہ سے مایوس ہوجائے، مصائب کا مقابلہ نہ کرے اور ہمت ہار بیٹھے۔ اللہ نے انسان کو دنیا کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے اور اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے تو پھر کیوں نہ اس کے حکم کی تعمیل کی جائے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو کفران نعمت ہے اور بزدلی بھی۔

حالات سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنا بھی جائز نہیں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی کو بھی موت کی تمنا نہیں کرنی چاہیے، اس لیے کہ وہ نیک ہے تو امید ہے کہ اس سے اس کی نیکی میں مزید اضافہ ہوگا اور اگر وہ برا ہے تو ہوسکتا ہے کہ گناہوں سے تائب ہوجائے۔ قرآن حدیث کے مطابق اہل ایمان کو موت کی دعا نہیں کرنی چاہیے۔ اگر کوئی شخص خودکشی کرتا ہے تو وہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے۔

ایک شرعی مسئلہ

انسان کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ جسم کے اعضا میں سے کسی جز کا انسان خود مالک نہیں ہے بلکہ یہ جسم اس کے پاس اللہ کی طرف سے بطور امانت ہے، لہٰذا اس میں اپنی مرضی سے تصرف نہیں کرسکتا کہ اپنے کسی عضو کو مثلاً ہاتھ، پیر، آنکھ، گردہ وغیرہ نکال کر کسی کو عطیہ کردے یا بیچ دے۔ اسی طرح کسی تکلیف و پریشانی کی وجہ سے اپنے آپ کو ہلاک کردے، ایسا کرنا بھی شرعاً حرام ہے۔

دنیا بندے کے لیے امتحان گاہ ہے

دنیا امتحان کی جگہ ہے یہاں انسان کا واسطہ نت نئے مسائل سے پڑتا ہے۔ وہی شخص اس میں کامیاب ہے جو ہر طرح کی پریشانیوں کا مقابلہ کرے۔ جو شخص مشکلات میں صبر کا دامن چھوڑ بیٹھے اور جلد بازی میں متاع حیات ہی کو ختم کردے وہ موت کے بعد والی زندگی کو اپنے ہی ہاتھ تباہ کردیتا ہے۔ اخروی زندگی میں وہی شخص کامران ہوگا اور اس کا لطف اٹھائے گا جس نے اس دنیا میں مشکلات کا مقابلہ کیا اور اللہ سے مایوس نہیں ہوا۔

اسلام نے اس دنیا کو آنے والی دوسری دنیا کا ضمیمہ قرار دیا ہے۔ یہاں جو اچھا یا برا عمل کیا جائے گا اس کا بدلہ اسے دوسری زندگی میں مل کر رہے گا۔ خودکشی غلط و ناپسندیدہ عمل ہے جس سے انسان کی آخرت خراب ہوجاتی ہے۔

خودکشی کرنے والے کو جہنم میں سزا

(۱)...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر ہلاک کرڈالے تو وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ (اسی طرح) اپنے کو گراتا رہے گا اور جس شخص نے زہر پی کر اپنے آپ کو ہلاک کرڈالا تو جہنم میں اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور ہمیشہ ہمیشہ اس کو پیتا رہے گا اور جو شخص اپنے آپ کو کسی دھاردار چیز سے سے ہلاک کردے تو وہ دھاردار چیز اس کے ہاتھ میں ہوگی، اس کو جہنم میں (اسی طرح) ہمیشہ، ہمیشہ، اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا اور دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ اس سے کبھی نہیں نکلے گا۔ (بخاری و مسلم)

(۲)...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنا گلا گھونٹ کر (اپنے آپ کو ہلاک کرڈالے) وہ جہنم میں اپنا گلا (اسی طرح) گھونٹے گا اور جو شخص نیزہ وغیرہ مار کر اپنے کو ہلاک کرڈالے تو جہنم میں (اسی طرح) اپنے کو نیزہ مارتا رہے گا۔ (بخاری)

خوشی ملنے پر عیش تو مصائب پر صبر بھی لازم ہے

اسلام نے کسی بھی حال میں خودکشی کی اجازت نہیں دی۔ اندازہ لگایئے جس نے انسان کو

پیدا کیا۔ ماں کے شکم سے لے کر زندگی کے آخری لمحات تک اس کی حفاظت و نگرانی فرمائی، نعمتوں سے سرفراز کیا، وہی اپنے بندوں کو مصائب میں مبتلا کرتا ہے اور ان مصائب کے پیچھے بھی انسان کے لیے اچھائی ہوتی ہے۔ انسان کو جب خوشی ملتی ہے تو وہ عیش کرتا ہے اور جب پریشانی آتی ہے تو اس سے فرار کی راہ اختیار کرتا ہے اور خودکشی کر لیتا ہے۔ اس دور میں مسائل اور پریشانی ضرور بڑھ گئی ہیں، لیکن ایک مسلمان کو اللہ سے مدد طلب کرتے ہوئے ہمت و حوصلے سے ان کا مقابلہ کرنا چاہیے نہ کہ ہمت ہار کر اپنی جان لے لے اور پسماندگان کو مزید پریشانیوں کا شکار کر دے۔
آج ہمارا معاشرہ انتشار کا شکار ہے اور نفسا نفسی کا عالم ہے جس کی وجہ سے پریشان حال لوگ مایوس ہو کر خودکشی جیسے گناہ کا ارتکاب کرنے لگے ہیں۔ ہمیں اللہ کی رحمت سے بالکل مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ مایوسی کفر ہے اور اللہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔ ہمیں مصیبت و پریشانی میں صبر سے کام لینا چاہیے۔ اللہ سے لو لگانی چاہیے اور اس برے وقت کے ٹلنے اور اچھے وقت کا انتظار کرنا چاہیے۔

جہاد جیسا عمل بھی جہنم سے نہ بچا سکا

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مسلمان مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ کفار سے جہاد کر رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ کر فرمایا۔ ہماری جماعت میں یہ جہنمی ہے۔ لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات سے تعجب ہوا کہ ایک مسلمان جو جہاد میں شریک ہے جہنمی کیسے ہوگا؟ چنانچہ ایک شخص نہایت خاموشی کے ساتھ اس کی نگرانی کرنے لگا، یہاں تک کہ وہ شخص زخموں سے چور ہو کر گر پڑا۔ زخموں کی تکلیف برداشت نہ کرتے ہوئے اپنی تلوار سے خود ہی اپنی گردن کاٹ ڈالی۔ تو وہ شخص جو نگرانی کر رہا تھا بھاگا ہوا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ بیان کیا۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی تمام عمر اچھے کام کرتا ہے لیکن آخر وقت میں اس سے ایسا فعل سرزد ہو جاتا ہے جس کے باعث وہ جہنم میں پھینک دیا جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)
خودکشی کرنا حد درجہ بزدلی اور نامردی کا کام ہے کہ انسان پریشانیوں کو برداشت کرنے میں بزدلی دکھاتا ہے اور اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالتا ہے۔ بجائے اس کے کہ مردانہ وار تمام

پریشانیوں اور مصیبتوں کا مقابلہ کرتا رہے۔ یہ تو انتہائی پست ہمتی، بزدلی، کمزوری ہے کہ انسان ناسازگار حالات کی تاب نہ لا کر اور حوادثات زمانہ سے متاثر ہو کر خود اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالے۔ اسلام میں اس کی قطعاً اجازت نہیں۔

خودکشی کے بجائے دعاؤں کا سہارا لیجیے

دعا پریشانی دور کرنے کا ذریعہ ہے۔ اس کے علاوہ دعا انسان کے لیے نجات کا بھی ذریعہ ہے۔ قرآن پاک میں کئی جگہ پر دعا مانگنے اور اس سے مسائل حل کرنے کا ذکر آیا ہے۔ دعا ہی واحد ذریعہ ہے جس سے انسان کے بڑے بڑے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ ایک مشہور ماہر نفسیات کا کہنا ہے کہ دعا ہمارے مسائل اور پریشانی کو الفاظ میں ڈھال دیتی ہے۔ گویا دعا مانگنا ایک لحاظ سے اپنے مسئلے کو کاغذ پر لکھ لینے کے مترادف ہے، جو ذہن کو سکون بخشتا ہے۔

دعا کے لیے ضروری ہے کہ انسان سچے دل سے اور بے قراری سے دعا مانگے۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ کوئی شخص سچے دل سے دعا مانگے اور اس کا ظاہری یا باطنی کوئی نہ کوئی اچھا نتیجہ نہ نکلے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

"جب اور جہاں کوئی مجھے پکارے گا میں اس کی پکار سنتا ہوں اور جواب دیتا ہوں۔ پس لوگوں کو چاہیے کہ وہ میرا کہنا مانیں......"

دعا پریشانی سے نجات کا ذریعہ

حقیقت یہ ہے کہ اکیلے شخص کو باآسانی شکست دی جا سکتی ہے لیکن جس شخص کو خدا کی قدرت اور اس کی طاقت وقوت پر یقین کامل ہو وہ ناقابل تسخیر ہو جاتا ہے۔ پورے وثوق سے یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ...... مانگو...... اور تمہیں دیا جائے گا۔ ڈھونڈو...... اور تم پالو گے...... دستک دو...... اور تمہارے لیے دروازے کھول دیے جائیں گے...... لہٰذا زندگی کی جنگ تنہا لڑنے کے بجائے ایک اعلیٰ اور برتر طاقت سے مدد لینی چاہیے جو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

شاید ہی کوئی شخص ہو جو کسی مقصد کی تکمیل کے لیے مسلسل دعا مانگتا رہے اور اس کے ساتھ بہتری کا نتیجہ برآمد نہ ہو۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ تھوڑی دیر ہو جائے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے

گھر دیر ہے اندھیر نہیں (دعا ضرور قبول ہوتی ہے)۔

آدمی دعا مانگنے کے بعد اس کی قبولیت کے انتظار میں جو وقت گزارتا ہے وہ اس کی بہترین عبادتوں میں شمار کیا جاتا ہے اور اس کے نامہ اعمال میں اجر لکھا جاتا ہے۔ اگر کوشش اور دعا سے کچھ نہ ہو تو پھر یہ قسمت ہے۔ حالات کے اس جبر پر اللہ کی مشیت پر راضی بہ رضا رہنا مومن کی شان ہے۔ اگرچہ ہمیں بتا دیا گیا ہے کہ تقدیر الٰہی کو کوئی چیز نہیں ٹال سکتی، سوائے دعا کے۔ یعنی دعا قسمت بھی بدل دیتی ہے۔ بس دعا مانگنے والے دل میں پختہ یقین کامل اور جذبہ جاگزیں ہونا چاہیے۔

خلاصہ کلام

کوئی شخص کسی تکلیف میں مبتلا ہو تو اس پر صبر کرنا چاہیے۔ ان شاء اللہ اس کے بدلے میں جنت کی دائمی راحت نصیب ہوگی۔ بہت ممکن ہے کہ یہ تکلیف عارضی ہو اور دنیا میں بھی جلد راحت مل جائے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا تو کفر ہے۔ رحمت خداوندی کی امید رکھے۔ اللہ کی طرف رجوع کرے۔ اپنے اعمال سیئہ سے توبہ کرے۔ اللہ توکل پر کلام واعتماد کرکے دعا مانگے۔ خودکشی کا غلط قدم کبھی نہ اٹھائے۔ ایک مسلمان کو ایسی بات سوچنی بھی نہیں چاہیے کہ اتنے بڑے جرم کا ارتکاب کرے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین میں سمجھ عطا فرمائے اور اس پر چلنے کی توفیق دے۔ (آمین)

سودی معاملات کرنے پر وعیدِ جہنم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٢٧٨﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿٢٧٩﴾ (سورۃ البقرۃ، آیت ۲۷۸۔۲۷۹)

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ”سود“ کا جو حصہ رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو اگر تمہارے اندر ایمان ہے اور اگر تم ”سود“ کو نہیں چھوڑو گے (یعنی سودی معاملات کرتے رہو گے) تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان جنگ سن لو (یعنی ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے لڑائی کا اعلان ہے)۔“

دوسری جگہ ارشاد ہے:

فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٧٥﴾ (سورۃ البقرۃ، آیت ۲۷۵)

”جس شخص کو ان کے رب کی طرف سے نصیحت پہنچے اور آئندہ کے لیے وہ سود خوری سے باز آجائے تو جو کچھ وہ پہلے کھا چکا اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جو اس حکم کے بعد پھر بھی اسی حرکت کا اعادہ کرے وہ جہنمی ہے، جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔“

ان دونوں مذکورہ آیات میں سود کی حرمت کے واضح اعلان کے ساتھ ساتھ ان کے معاملات سے وابستہ رہنے والوں کو جہنم کی وعید بھی سنائی گئی ہے۔ ایسے شخص سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ بھی ہے۔ بڑی سخت وعید ہے (اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے)۔

سودی معاملات ایک لعنت

اسلام نے جن چیزوں کو بڑی سختی کے ساتھ حرام اور ممنوع قرار دیا ہے انہیں میں سے ایک سود بھی ہے۔

سود ایک معاشرتی عفریت اور لعنت ہے اور بہت پرانی لعنت ہے جس کی اقتصادی تباہ کاریوں نے ہمیشہ ہی غربت کے لہو سے سرمایہ داروں کی آبیاری کی ہے اور غربت کے سسکتے وجود سے سرمایہ داروں کی ہوس کو جلا بخشی ہے۔

اسلام نے تجارت اور قرض دونوں میں سود کو حرام قرار دیا ہے اور اس کا ارتکاب گناہ کبیرہ بتلایا ہے اور جو مسلمان سود کے حرام ہونے کا قائل نہ ہو، اسلامی قانون کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

اس سود کی لعنت میں مبتلا شخص کے لیے اوپر کی آیت مبارکہ میں اعلان جنگ فرمایا ہے۔

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ أَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿٢٧٩﴾ (سورۃ البقرہ، آیت ۲۷۹)

''اگر تم ''سود'' کو نہیں چھوڑو گے اور یہ سودی معاملات کرتے رہو گے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اعلان جنگ سن لو۔''

اس آیت مبارکہ میں سود کی حرمت کا حکم اور اس کے نتائج پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ آیت مبارکہ کے مخاطب اہل ایمان ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے تعلق جوڑ چکے ہیں۔ بھلا ایسے لوگ جو مسلمان ہو کر سودی کاروبار کر کے اللہ سے لڑائی مول لے رہے ہیں، ان کو سوچ لینا چاہیے کہ اس کے نتائج کیا ہو سکتے ہیں؟ کیا ایسے مجرم کو کسی میدان میں نصرت و کامیابی نصیب ہو سکتی ہے؟ کیا ممکن ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے ہمارے خلاف اعلان

جنگ ہو اور ہمیں امن وسکون نصیب رہے؟

ہماری بدقسمتی اور شامت اعمال

اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں بھی اس کا رواج تھا۔ چنانچہ قریش مکہ اور یہود مدینہ میں اس کا وجود بکثرت پایا جاتا تھا اور ان میں صرف شخصی ضرورتوں مثلاً قرض وغیرہ ہی کے لیے نہیں بلکہ تجارتی مقاصد کے لیے بھی سود کا لین دین تھا۔

البتہ ایک نئی بات اب یہ ضرور ہوئی کہ جب سے یورپ کے دلال دنیا کی مسند اقتدار اور تجارت پر چھائے ہیں، انہوں نے اس خاص کاروبار کو نئی نئی شکلیں اور نئے نئے نام دے کر اس کا دائرہ اتنا عام اور وسیع کر دیا ہے کہ وہ سود جو پہلے انسان کی معاشرتی زندگی میں گھن سمجھا جاتا تھا اور گھناؤنا جرم سمجھا جاتا تھا، آج معاشیات، اقتصادیات اور تجارت کے لیے ریڑھ کی ہڈی سمجھا جانے لگا ہے۔ ہماری بدقسمتی اور شامت اعمال کہ آج مسلمان کی اکثریت کے نزدیک بھی سود کی حرمت کا تصور محض خیالی اور اعتقادی رہ گیا ہے اور ہم نے عملاً اس معاشی نظام کو قبول کر لیا ہے اور غیر ملکی آقاؤں کی بات پر یقین کر لیا ہے کہ آج کوئی تجارت یا صنعت یا کوئی معاشی نظام سود کے بغیر چل نہیں سکتا۔ (نعوذ باللہ من ذالك)

ایک وقت وہ بھی تھا جب مسلمان سود خوری کو نہ صرف گناہ عظیم بلکہ ایک گھناؤنا جرم سمجھتے تھے۔ آج سے چند سال پہلے تک حال یہ تھا کہ اگر کسی مسلمان کے بارے میں معلوم ہو جاتا کہ وہ سود خور ہے تو اسے عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔ مسلمان اور سود میں ایسی مغائرت تھی کہ کوئی کافر بھی یہ یقین کرنے کے لیے آمادہ نہ ہوتا تھا کہ ایک مسلمان کبھی سود خور ہو سکتا ہے؟

آج کل سود کا کاروبار اکثر متمدن اور غیر متمدن اقوام کے نظام مالیات کا ایک اہم حصہ بن چکا ہے اور اس نے وہ اس واہمہ میں مبتلا ہیں کہ اس سے دولت بڑھتی ہے اور کاروبار میں اضافہ ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ ذات جس کے قبضہ قدرت میں ساری دنیا کے خزانے ہیں وہ اس کے بارے میں بہت واضح بات کہتا ہے، جس کے مانے بغیر چھٹکارا نہیں۔ فرمایا:

وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ

(پارہ ۲۱، سورہ روم، رکوع ۴)

''اور جو تم دیتے ہو بیاج پر کہ بڑھتا رہے لوگوں کے مال میں سو وہ نہیں بڑھتا اللہ کے یہاں۔''

دوسری جگہ فرمایا:

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ؕ (سورہ بقرہ، آیت ۲۷۶)

''اللہ تعالیٰ سود کو گھٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔''

سود کی افادیت کا رونا شیطانی چال ہے

ہمارے بزرگوں نے اس کی مثال بڑی اچھی دی ہے کہ جیسے ایک آدمی کا بدن پھول جائے اور اس کو وہ محض اپنی تندرستی کا موٹاپا تصور کرنے لگے، حالانکہ یہ صحت کی علامت نہیں بلکہ پیام موت ہے۔

آج ہمارے غیر ملکی آقاؤں نے ہمیں ''سود'' کی ناگزیری اور اس کی افادیت ذہن نشین کرانے کے لیے جو استدلال پیش کیے ہیں (جس کو ہم نے رٹ بھی لیا ہے) اس کی تان غربت و ناداری اور عدم تحفظ پر ٹوٹتی ہے۔ یہ غیر ملکی ہمیں غربت و نادار و مفلسی کا خوف دلا کر اس لعنت سے چپٹے رہنے کی تاکید کرتے ہیں۔ حالانکہ قرآن کریم اس کو شیطانی منطق قرار دیتا ہے۔

فرمایا:

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ (سورۃ البقرہ، آیت ۲۶۸)

''اور شیطان تم کو فقر سے ڈراتا ہے۔''

آج سود کے بارے میں جو تاویلیں کی جاتی ہیں یا اس کو جو نئی نئی شکلیں دی جاتی ہیں، یاد رکھیے وہ سب اسی درجہ میں حرام ہیں، جس درجہ میں خود سود کی حرمت ہے۔ اس لیے مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے تجارتی معاملات کو اسی انداز میں استوار کرے جس سے حتی الامکان اس لعنت سے نجات مل سکے۔

سود کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات

آئیے اس حوالے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات بھی ملاحظہ کرتے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی سود لینے اور کھانے والے پر اور سود دینے اور کھانے والے پر اور سودی دستاویز لکھنے والے پر اور اس کے گواہوں

پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ (گناہ کی شرکت میں) یہ سب برابر ہیں۔ (مسلم شریف)

مطلب یہ ہے کہ یہ سودی کاربار ایسا خبیث اور لعنتی کاروبار ہے کہ اس میں کسی طرح کی شرکت بھی لعنت خداوندی کا موجب ہے، اس لیے جو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لعنت سے بچنا چاہے وہ اس کاروبار سے دور رہے

سود کھانے پر وعید شدید

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سودخوری کے ستر حصے ہیں، ان میں سے ایک ادنیٰ اور معمولی ایسا ہے جیسے کہ اپنی ماں سے منہ کالا کرنا (یعنی صحبت کرنا)۔

حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سود کا ایک درہم جسے انسان کھالے اور وہ جانتا ہو (کہ یہ سود کا ہے) تو (اس کا گناہ) چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے بھی بدتر اور زیادہ بڑا گناہ ہے۔ (مشکوٰۃ)

سودخوروں کی عالمِ برزخ میں بدحالی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس رات مجھے معراج کرائی گئی میں ایسے لوگوں پر گذرا جن کے پیٹ اتنے بڑے تھے جیسے (انسانوں کے رہنے کے) گھر ہوتے ہیں، ان میں سانپ، بچھو وغیرہ بھرے ہوئے ہیں جو باہر سے ان کے پیٹ میں نظر آرہے تھے۔ میں نے کہا اے جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ سود کھانے والے لوگ ہیں۔ (مشکوٰۃ)

سود کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک پیش گوئی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ ہر شخص سود کھانے والا ہوگا (کوئی بھی اس سے محفوظ نہ ہوگا) اگر خود سود نہ بھی کھاتا ہوگا تو اس کے بخارات یا اس کا غبار ضرور اس کے اندر پہنچے گا۔

اس ارشاد مبارکہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد صرف ایک پیش گوئی کرنا ہی نہیں بلکہ اصل

مقصد امت کو خبردار کرنا ہے کہ ایک ایسا وقت آنے والا ہے جب سود کی وبا عام ہو جائے گی اور اس سے محفوظ رہنا دشوار ہوگا۔

یقیناً ہمارا زمانہ بھی وہی زمانہ ہے، لیکن اللہ کے جو بندے سود کی لعنت کو سمجھتے ہیں وہ بتوفیق خداوندی اس سے پرہیز کرتے ہیں۔

سود سے بخل، خود غرضی اور ہوس کی بو بھی پیدا ہوتی ہے۔ اسلام کے ماننے والوں کو ان بدبودار چیزوں سے بچنے کی فکر کرنی چاہیے اور پھر یہ کہ سودی کاروبار کرنے والے اللہ تعالیٰ سے لڑائی مول رہے ہیں۔ ان کو سوچ لینا چاہیے کہ اس کے نتائج کیا ہو سکتے ہیں۔

(اللہ ہماری اس سے حفاظت فرمائے اور اس سے دور رہنے کی فکر نصیب فرمائے۔ آمین)

رشوت کے لینے دینے پر وعید جہنم

عَنْ اَبِیْ سَلْمَۃَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ فِی النَّارِ۔

''رشوت لینے اور دینے والے دونوں جہنم میں ڈالے جائیں گے۔''

حدیث مذکورہ میں رشوت لینے اور دینے والے دونوں کی سزا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم بتائی ہے۔ ان کا یہ عمل جنت میں جانے سے رکاوٹ بنے گا۔

رشوت کی تعریف

رشوت کی تعریف یہ ہے کہ ہر وہ کام جس کا معاوضہ لینا شرعاً درست نہ ہو اس کا معاوضہ لیا جائے۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھیے کہ جس کام کا کرنا آدمی کے فرائض میں داخل ہو اور اس کو پورا کرنا اس کے ذمہ لازم ہو اس کام کے کرنے پر معاوضہ لینا یا جس کام کا چھوڑنا آدمی کے لیے لازم ہو اس کے کرنے پر معاوضہ لینا رشوت ہے۔ (معارف القرآن، جلد ۵)

رشوت معاشرتی بگاڑ کا بنیادی سبب

رشوت کا لین دین اور کسی بھی معاشرہ میں اس کا عام ہونا اس معاشرہ کی بربادی، استحصال اور اس کی تہذیب وثقافت کے بگاڑ کا بنیادی سبب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دین فطرت یعنی اسلام میں رشوت کے حوالہ سے سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔ حلال اور حرام میں امتیازات بتا کر ایک مسلمان کو اس سے روکا گیا ہے۔ رشوت کا لین دین کرنا ایک ناپاک اور حرام کمائی ہے۔

رزق حلال پر سب سے زیادہ زور

کتاب وسنت میں رزق حلال اختیار کرنے اور پاکیزہ غذا پر زور دیا گیا ہے، کیونکہ غذا کا اثر انسان کے قلب ودماغ پر پڑتا ہے۔ غذا کا اثر انسان کے جذبات وخیالات پر پڑتا ہے۔ غذا کا اثر انسان کی اولاد پر پڑتا ہے۔ غذا کا اثر انسان کے اعمال وافعال پر پڑتا ہے۔ اگر غذا حرام اور ناپاک ہوگی تو دل سیاہ ہوگا۔ اس میں قساوت اور ظلمت آ جائے گی۔ قبول ہدایت کی صلاحیت اور استعداد ختم ہوجائے گی۔ دماغ میں ناپاک خیالات پرورش پائیں گے۔ جذبات کا رخ شیطان اور شہوات کی طرف بدل جائے گا۔ اعمال خیر کی توفیق سلب ہوجائے گی۔ نیکی کا کرنا مشکل اور بدی کا کرنا آسان معلوم ہوگا۔ اولاد نافرمان ہوگی، وہ چوری چکاری اور دنگا فساد کی عادی ہوجائے گی۔ لیکن اگر رزق حلال میسر ہو تو دل میں رقت ولطافت پیدا ہوتی ہے۔ دل خوف وخشیت سے لبریز ہوجاتا ہے۔ ہدایت کی باتیں سن کر اس میں نور پیدا ہوتا ہے۔ کلام اللہ کی آیات اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سن کر وہ اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ شکر وصبر اور استغناء کے جذبات اس میں پرورش پاتے ہیں۔ دماغ میں پاکیزہ خیالات آتے ہیں۔ انوار ربانی کی بارش برستی محسوس ہوتی ہے۔ اعمال صالحہ کی توفیق میسر آتی ہے۔ عبادت کا کرنا بہت آسان اور معصیت کا کرنا بڑا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اولاد فرمانبردار اور نیک ہوتی ہے۔ دل میں ایک عجیب سا سکون اور کیف محسوس ہوتا ہے۔ نہ کسی حاکم کی ناراضی کا اندیشہ ستاتا ہے، نہ پکڑے جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اسی لیے حلال کی طلب پر زور سب سے زیادہ شریعت نے دیا ہے اور حرام سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔ (ندائے منبر ومحراب)

رشوت اور اس کی مضرتیں

کسی قوم پر جو بدترین مصیبت نازل ہوتی ہے اس میں رشوت کا پھیلنا اور حکام اور ذمے دار اور ارباب حکومت کا ایسی چیزوں کے لیے ہاتھ بڑھانا ہے، جن پر ان کا کوئی حق نہ ہو۔ آج معاشرے میں رشوت مختلف شکل وصورت میں موجود ہے اور وبائے عام کی صورت اختیار کرگئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ:

''ہم نے جس کو کسی کام کے لیے نوکر رکھا (اس کے معاوضے کے طور پر) اس کی کچھ روزی مقرر کی ہے۔ اس کے بعد وہ جو کچھ لے گا وہ چوری ہے۔ (یعنی وہ چور ہے اور آج کل یہ چوری بہت بڑھ چکی ہے)۔''

رشوت کی وبا کیوں پھیلتی ہے؟

رشوت کا چلن کسی قوم میں اس وقت عام ہوتا ہے جب عدل وانصاف ختم ہو جائے اور لوگوں کو ان کے حقوق جائز طریقے سے نہ مل سکیں یا کچھ لوگ ناجائز ذرائع سے دوسروں کے حقوق چھیننے کی کوشش کریں۔ کسی بھی مجرم کے لیے یہ حالت اس کے معاشرتی بگاڑ اور ظلم کی ایک نہایت خراب صورت ہے۔ جس معاشرے میں انسان کے جائز حقوق کی راہ میں ظالم اہل کاروں کے ناجائز مطالبے حائل ہو جائیں وہاں پھر امن وسکون باقی نہیں رہتا۔ اسی تباہ کن صورتحال کے پیش نظر شریعت اسلامیہ نے رشوت لینے والے اور دینے والوں دونوں کو جہنم کا ایندھن بتایا ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ حدیث مبارکہ میں رشوت دینے والے کا ذکر پہلے ہوا ہے، جس سے واضح ہوا کہ رشوت دینے والا بھی اس گناہ کی سزا سے بچ نہیں سکتا کیونکہ رشوت دینے والا رشوت لینے والے کو دوسروں کے حقوق تلف کرنے میں مدد دیتا ہے اور ایک برائی کو نشوونما دیتا ہے۔ رشوت لینے والا دوسرے کا مال ناحق لیتا ہے اور حق کو حقدار تک پہنچنے سے روکے رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ اس سے رشوت مل جائے۔

موجودہ دور میں خاص طور پر کسی صاحب منصب کو اپنے منصب سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے رشوت وصول کرنا عام ہو گیا ہے اور اس کو بھی کمائی کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ اس پر اسے ندامت اور شرمندگی بھی نہیں ہوتی کہ میں ایک غلط اور حرام کام کر رہا ہوں۔ حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ ایک انتہائی قبیح اور ناپسندیدہ فعل ہے۔ اسی لیے رشوت لینے اور دینے کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۲﴾ (سورۃ المائدہ، آیت ۶۲)

''تو دیکھے گا بہتوں کو ان میں سے کہ دوڑتے ہیں گناہ پر، ظلم اور حرام کھانے پر، بہت برے کام ہیں جو وہ کر رہے ہیں۔''

اس آیت کی تفسیر میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حرام مال کھانے کی جو مذمت کی گئی ہے اس میں رشوت خوری بھی شامل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے لعنت

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلرَّاشِيْ وَالْمُرْتَشِيْ

(رواہ ابوداؤد وابن ماجہ والترمذی)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رشوت دینے اور لینے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔'' (ابوداؤد وابن ماجہ)

اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ بھی اضافہ ہے (اور لعنت فرمائی ہے) اس شخص پر جو ان دونوں کے درمیان ہو (رشوت کا معاملہ طے کرانے والا) ہو۔ (احمد وبیہقی)

اس حدیث مبارکہ میں رشوت ستانی جیسی لعنت اور برائی کی مذمت کی گئی ہے۔ رشوت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ناجائز کام نکالنے کے لیے یا کسی پر ظلم کرنے کے لیے یا کسی کا حق مارنے کے لیے روپیہ پیسہ قبول کیا جائے یا تحفے یا نذرانے کے طور پر دیا جائے۔ رشوت لینے والا اور رشوت دینے والا دونوں برائی میں برابر شامل ہیں۔ اس لیے دونوں پر گناہ لازم آتا ہے۔ رشوت کا مفہوم سمجھنے کے لیے ہمیں سیرۃ طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

رشوت اور ہدیہ میں فرق

اسلام نے رشوت کی ان قباحتوں اور مذموم اثرات ہی کی وجہ سے صرف رشوت ہی کو حرام نہیں کیا بلکہ رشوت کے تمام دروازے بند کر دیے ہیں۔ رب العالمین جانتا تھا کہ کچھ لوگ ہدیہ، تحفہ اور عطیہ کی صورت میں رشوت لینے کی کوشش کریں گے۔ اس لیے رب العالمین نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے وقت کے حاکموں کو ایسے ہدیے لینے سے بھی منع فرما دیا جن سے رشوت کی بو آتی ہو۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ایک علاقے کا حاکم القبیۃ جب زکوٰۃ وصدقات جمع کر کے دربار نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لایا تو اس نے عرض کیا کہ یہ آپ کا واجب الوصول ہے اور یہ مجھے

بطور ہدیہ دیا گیا ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے ایک تاریخی خطبہ دیا جس میں فرمایا کہ میں تم میں سے کچھ لوگوں کو ان کاموں کا حاکم بناتا ہوں جو اللہ نے میرے سپرد فرمائے ہیں تو تم میں سے ایک آتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ تمہارا ہے اور یہ ہدیہ ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔ تو وہ اپنے والدین کے گھر کیوں نہ بیٹھا رہا اور پھر دیکھتا کہ گھر بیٹھنے پر اس کو یہ ہدیہ دیا جاتا ہے یا نہیں۔

حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ کے نزدیک رعایا کی طرف سے بادشاہوں کو جو ہدیے دیے جاتے ہیں وہ بھی سخت حرام ہیں۔ اسی لیے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ہدیہ قبول نہیں کیا کرتے تھے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ جب حضور نبی کریم ﷺ ہدیہ قبول فرماتے تھے تو آپ کیوں انکار کرتے ہیں؟

فرمایا کہ حضور ﷺ کو نبوت کی وجہ سے ہدیہ دیا جاتا تھا اس لیے اس کی صورت نہیں بدلتی تھی وہ ہدیہ ہی رہتا تھا مگر ہمیں حکومت کی وجہ سے ہدیہ پیش کیا جاتا ہے اس لیے اس کی نوعیت بدل جاتی ہے۔ وہ ہدیہ نہیں رہتا بلکہ رشوت بن جاتی ہے۔

ابن جریر ازدی کی روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہر سال اونٹ کی ایک ران کا ہدیہ دیا کرتا تھا۔ اتفاق سے اس کا آپ کے پاس مقدمہ آ گیا تو اس نے اپنا تعلق جتانے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اشارۃً کہا کہ اے امیر المومنین ہمارے درمیان اس طرح فیصلہ کیجیے جیسے اونٹ سے ران جدا ہوتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کا مطلب سمجھ گئے اور اسی وقت آپ نے اپنے تمام حاکموں کو لکھ بھیجا:

لا تقبلوا الهدية فانها رشوة

"ہدیہ قبول نہ کرو، یہ اب رشوت ہے۔"

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی اسی احتیاط اور دور اندیشی کی وجہ سے اسلام کے روشن دور میں رشوت کا دور دور تک نام و نشان نہیں تھا۔ اصل میں وہاں صرف قانون نہیں تھا بلکہ انسان کے باطن کو بدل دیا گیا تھا۔ حضور ﷺ کی تعلیمات کے نتیجے میں اس کی سوچ بدل گئی تھی۔ اس کا مزاج بدل گیا تھا۔ اس کے جذبات بدل گئے تھے۔ اس کی زندگی کی ترجیحات بدل گئی تھیں۔

علماء نے لکھا ہے کہ جو ہدیے قاضیوں یا ان کے مثل اشخاص کو دیے جاتے ہیں وہ ایک قسم کی رشوت ہے کیونکہ جس نے ہدیہ دیا ہے اگر وہ قاضی کے برسرِ اقتدار ہونے سے پہلے اسے ہدیہ دینے کا عادی نہ تھا تو اب اسے بغیر کسی غرض کے ہدیہ نہیں دیتا اور وہ غرض یا تو باطل چیز کو تقویت

پہنچاتی ہے یا ہدیہ کے ذریعے اپنے حق کو پہنچنا ہو سکتی ہے یا اپنے حریف کے خلاف مقدمہ کو طول دینا۔ ان تمام اغراض سے وہی نتیجہ نکلتا ہے جو رشوت سے نکلتا ہے۔ ان کا اور رشوت کا مرجع و مقام ایک ہی ہے، لہٰذا دونوں برابر ہیں۔ (ندائے منبر ومحراب)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات

رشوت کا لین دین عام طور پر زر نقد میں ہوتا ہے۔ بعض خوش فہم نقد نہیں لیتے، کھانے پینے یا استعمال کی چیزیں لے لیتے ہیں۔ انہیں بھی لعنتیوں کے زمرے میں شمار کیا گیا ہے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ سے ہیں، سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَعَنَ اللّٰهُ الْاٰكِلَ وَالْمُطْعِمَ الرِّشْوَةَ

''اللہ تعالیٰ نے رشوت کھانے اور رشوت کھلانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔''

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ان کے حق میں بددعا فرمائی۔ جس کے راوی حضرت عائشہ، حضرت ام سلمہ، حضرت ابوسلمہ اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہم ہیں۔

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ وَالَّذِيْ يَعْمَلُ بَيْنَهُمَا

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے رشوت دینے والے پر رشوت لینے والے پر اور اس پر جو ان دونوں کے درمیان واسطہ بن کر کام کرے۔''

رشوت کا لین دین زیادہ تر مقدمات کے سلسلے میں ہوتا ہے، اس لیے بعض احادیث میں خصوصیت کے ساتھ مقدمات کا ذکر آیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں بددعا فرمائی:

لَعَنَ اللّٰهُ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ فِي الْحُكْمِ

''مقدمہ کے سلسلے میں رشوت دینے اور لینے والے پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔''

حاکم نے مستدرک میں، بخاری اور مسلم کی شرط پر جو صحیح احادیث جمع کی ہیں ان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک یہ حدیث بھی نقل کی ہے:

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ فِي الْحُكْمِ

وَالرَّائِشِ يَعْنِي الَّذِي يَسْعَى بَيْنَهُمَا

''رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے مقدمات میں رشوت دینے والے پر، لینے والے پر، اس کے دلال پر یعنی اس پر جو درمیان میں کوشش کرتا ہے۔''

رشوت کے اثرات بد اور اس کی نحوست

رشوت کی نحوست پوری قوم کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے اور اسے بزدل بنا کر اس پر غیروں کی ہیبت بٹھا دیتی ہے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس قوم میں سود پھیل جائے وہ قحط اور گرانی کی مصیبت میں ڈال دی جاتی ہے اور جس قوم میں رشوتیں پھیل جائیں اس پر دشمن کا رعب ڈالا جاتا ہے۔ (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اَلرِّشْوَةُ فِي الْحُكْمِ كُفْرٌ وَهِيَ بَيْنَ النَّاسِ سُحْتٌ

''فیصلہ کرنے میں رشوت لینا کفر کے قریب ہے اور لوگوں کے درمیان خالص حرام۔''

رشوت راشی اور لعنت جنت کے درمیان حائل ہو جائے گی اور اسے جنت میں داخل نہ ہونے دے گی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لُعِنَ مَنْ أَخَذَ رِشْوَةً فِي الْحُكْمِ كَانَتْ سِتْرًا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ

''مقدمہ میں رشوت لینے والے پر لعنت فرمائی گئی ہے۔ یہ رشوت اس میں اور جنت میں حجاب بن جائے گی۔''

اندازہ لگائیے راشی کی بد نصیبی اور بدبختی کہ حضور اکرم ﷺ اس پر اللہ کی لعنت اور پھٹکار فرما رہے ہیں۔ ایسے شخص کو کہاں سکون نصیب ہو سکتا ہے۔ (از ندائے منبر و محراب)

ہمارے معاشرے کا المیہ

آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ رشوت کا بازار گرم ہے۔ کسی محکمے میں چلے جائیں رشوت کے بغیر کام نہیں ہوتا۔ کام میں جان بوجھ کر رکاوٹ ڈالی جاتی ہے۔ لوگوں کو تنگ کیا جاتا ہے اور وہ

مجبور ہوکر رشوت سے کام چلاتے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ خود سرکاری ملازمین کو رشوت کی ترغیب دیتے ہیں اوران سے غلط وناجائز قسم کے کام نکلواتے ہیں۔ اس طرح معاشرے کا امن وچین اور سکون تباہ ہوکر رہ جاتا ہے۔ ہر طرف طرح طرح کی برائیاں جنم لیتی ہیں۔ حرام کی کمائی کی وجہ سے معاشرے سے خیر وبرکت اور بھلائی اٹھ جاتی ہے۔ حرام کی کمائی ہوئی دولت حرام کاموں میں ہی صرف ہوتی ہے اور یوں رشوت ستانی معاشرے کے لیے ایک ناسور بن کر رہ جاتی ہے۔

کسی معاشرے میں جب رشوت کا دور دورہ ہوجاتا ہے تو وہاں کے عوام کا ضمیر مردہ اور روح گندی ہوجاتی ہے۔ اخلاقی اقدار تباہ ہوکر رہ جاتا ہے اور نظام کاروبار معطل ہوکر رہ جاتا ہے۔ انصاف ناپید ہوجاتا ہے اور غریب طبقے کی زندگی تلخ ہوکر رہ جاتی ہے۔

رشوت کے گناہ کی سنگینی

رشوت کا گناہ شراب نوشی اور بدکاری سے بھی زیادہ سنگین ہے کہ شراب نوشی اور بدکاری سے اگر کوئی شخص صدق دل کے ساتھ توبہ کرلے تو وہ معاف ہوسکتا ہے، لیکن رشوت کا تعلق چونکہ حقوق العباد سے ہے اس لیے جب تک ایک ایک حقدار کو اس کی رقم نہ چکائے یا اس سے معافی نہ مانگے اس گناہ کی معافی کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

(اللہ تعالیٰ اس سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین)

شراب نوشی کی عادت اپنانے پر وعید جہنم

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثَۃٌ لَا تَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَقَاطِعُ الرَّحِمِ وَمُصَدِّقٌ بِالسِّحْرِ

”حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین آدمی (اولاً) جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔“ (رواہ احمد ومشکوٰۃ)

(۱)......شراب کا عادی۔ (۲)......قطع رحمی کرنے والا۔

(۳)......جادو کی تصدیق کرنے والا۔ یعنی جادو کے مؤثر بالذات کو تصدیق ویقین کرنے والا۔

حدیث مذکور میں تین لوگوں کے لیے سخت سزا سنائی گئی ہے کہ یہ تینوں جنت میں داخل نہیں ہوں گے، جب تک یہ اپنی سزا نہ بھگت لیں۔ شراب کا عادی، قطع رحمی کرنے والا، جادو کی تصدیق کرنے والا۔ بقیہ دونوں کا ذکر آگے آرہا ہے۔ یہاں پہلے شراب کی حرمت اور اس کے پینے پلانے اور بنانے والوں کا انجام پڑھتے ہیں۔

اسلام اور حرمت شراب کا اعلان

شراب نوشی ان عادات خبیثہ میں سے ہے جن کی برائی کھلی ہوئی ہے۔ پھر بھی کتنی عجیب بات ہے کہ دنیا کی اکثر قومیں اس میں مبتلا نظر آتی ہیں۔ اسلام سے پہلے جتنے مذاہب تھے، ان میں بھی اس کا پینا اچھا نہیں سمجھا گیا ہے لیکن اس کو قطعی حرام قرار دینے کا اعزاز صرف اور صرف دین اسلام کو حاصل ہے۔ شراب عرب کے لوگوں کی گھٹی میں پڑی تھی۔ شراب پینا پلانا اچھے اچھے گھرانوں میں لطف وتفریح کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ بیویاں اپنے شوہروں کو اور چھوٹے

اپنے بڑوں اور بزرگوں کو اپنے ہاتھ سے شراب پلاتے تھے۔

اسلام نے جب شراب کو حرام کیا تو اس کے ساتھ اس کے خرافات اور اس کے متعلقات بھی سدّ ذرائع کے طور پر حرام کیے۔ یہاں تک کہ شروع شروع میں ان برتنوں کے استعمال کو بھی حرام کیا جن میں عموماً شراب بنائی جاتی ہے۔ پھر جب لوگ شراب چھوڑنے کے عادی ہو گئے تو اس سختی کو اٹھالیا گیا۔ (سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، جلد ۶)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعمیلِ حکم کا جذبہ

صحابہ رضی اللہ عنہم میں اطاعت اور تعمیل حکم کا جذبہ دیکھئے کہ جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو انہوں نے شراب کے بھرے ہوئے مٹکے توڑ دیے۔ مشکیزے بہادیے، کوئی تاویل نہیں کی۔ ذرہ بھر تذبذب کا اظہار نہیں کیا۔ بالکل نہیں ہچکچائے۔ یہ نہیں سوچا کہ یہ مٹکا اور مشکیزہ کتنے دراہم یا دنانیر کا ہے۔ اسے ہم کفار کے ہاتھوں بیچ کر پیسے ہی کمالیں۔ یہ نفع اور نقصان والی بات نہیں سوچی بلکہ فوراً شراب خانہ خراب کو مدینہ کی گلی کوچوں میں بہادیا۔ اتنی شراب بہائی گئی کہ کافی عرصہ تک اس کی بو اور اثر کو محسوس کیا جاتا رہا۔

بعض واقعات تو اس قسم کے بھی احادیث میں ملتے ہیں کہ محفل عروج پر تھی، بادہ وساغر کا اہتمام تھا۔ جام لنڈھائے جانے والے تھے کہ اچانک منادی کی آواز کان میں پڑ گئی:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ (سورۃ المائدہ، آیت ۹۰)

بس آیت کریمہ کا سننا تھا کہ ہاتھ کھینچ لیے اور پینے سے توبہ کرلی۔ پوری تاریخ انسانی دیکھ لیجیے۔ آپ کو تعمیل حکم کی ایسی مثال دکھائی نہیں دے گی۔ منشیات کا عادی انسان تو مرنے مارنے پر تل جاتا ہے۔ اس کے لیے نشہ کا چھوڑنا کوئی آسان کام نہیں ہوگا، مگر صحابہ رضی اللہ عنہم تو پتہ نہیں کس مٹی کے بنے ہوئے تھے۔ ان کے لیے خواہشات کا چھوڑنا آسان تھا اور اللہ کے رسول کے حکم کو توڑنا مشکل ہی نہیں ناممکن تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر خوف خدا بھی غالب تھا اور وہ اپنے رب کریم کے ظاہری وباطنی انعامات سے لطف اندوز اور اس کے جلال و جمال کی تجلیات سے لذت آشنا اور اس کی محبت میں گم بھی تھے۔ بھلا وہاں تعمیل ارشاد میں کیسے دیر ہوتی؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

حضور ﷺ کی تعلیم وتربیت سے اعمال واخلاق کی اس بلندی پر جا پہنچے تھے کہ اس پر تمام بلندیاں ختم ہو جاتی تھیں۔

ایک صحابی کا اہم واقعہ پڑھیے

ایک صحابی جو شراب کی تجارت کیا کرتے تھے اور ملک شام شراب درآمد کیا کرتے تھے، اتفاقاً اس زمانے میں ابھی ساری رقم جمع کر کے ملک شام سے شراب لینے کے لیے گئے ہوئے تھے اور جب یہ تجارتی مال لے کر واپس ہوئے تو مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی ان کو اعلان حرمت کی خبر مل گئی۔ جانثار صحابی اپنے پورے سرمایہ اور محنت کی حاصلات کو جس سے بڑی نفع کی امیدیں لیے ہوئے آرہے تھے اعلان حرمت سن کر سارا مال اسی جگہ ایک پہاڑی پر ڈال دیا اور خود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سوال کیا کہ اب میرے مال سے متعلق کیا حکم ہے؟ اور مجھ کو کیا کرنا چاہیے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمان خداوندی کے مطابق حکم دے دیا کہ سب مشکیزوں کو چاک کر کے شراب بہادو۔ فرمانبردار محبت خدا اور رسول ﷺ نے بلا کسی جھجک کے اپنے ہاتھ سے اپنا پورا سرمایہ زمین پر بہادیا۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حیرت انگیز اور بے مثال اطاعت ہے جو حضور ﷺ کی تربیت کا اثر تھا۔ (معارف القرآن، جلد ۳)

(اللہ تعالیٰ گناہوں سے نفرت کا یہ جذبہ ہمارے اندر بھی پیدا فرمادے۔ آمین)

شراب نوشی اور اس کی خرید وفروخت کا گناہ

یہ بات بہت ہی قابل افسوس ہے کہ ہمارے معاشرے میں دیگر گناہوں کی طرح شراب نوشی، اس کی خرید وفروخت اور اس کا استعمال عام ہوتا جارہا ہے۔ حالانکہ شرعاً جس طرح شراب نوشی حرام ہے، شراب کا کاروبار کرنا بھی حرام ہے اور اس کاروبار میں کسی طرح کا حصہ دار بننا بھی حرام ہے اور ان سے حاصل ہونے والی آمدن بھی حرام ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شراب کے معاملے میں دس آدمیوں پر لعنت فرمائی ہے:

(۱)......شراب کا بنانے والا۔

(۲)......شراب کشید کروانے والا۔

(۳)......شراب نوشی کرنے والا۔

(۴)......شراب کو ایک جگہ سے دوسری جگہ اٹھا کر پہنچانے والا ہے۔

(۵)......شراب اٹھوانے والا، یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے والا۔

(۶)......شراب فروخت کرنے والا۔

(۷)......شراب پلانے والا۔

(۸)......شراب کی قیمت کھانے والا۔

(۹)......ایجنٹ بن کر دوسرے کے لیے خریدنے والا۔

(۱۰)......شراب کا تاجر، ڈیلر۔ (ترمذی وابن ماجہ)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٩٠﴾ (سورہ المائدہ، آیت ۹۰)

''اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت کے پانسے (یہ سب) ناپاک کام اعمال شیطان سے ہیں۔ سو ان سے بچتے رہنا تا کہ نجات پاؤ۔''

فروخت شدہ شراب کی قیمت بھی حرام

شراب کی حرمت نازل ہونے کے بعد ابو عامر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شراب کا ہدیہ لے کر حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو عامر! اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام قرار دیا ہے، ہمیں تمہاری شراب کی ضرورت نہیں۔

عرض کیا: یا رسول اللہ اس کو فروخت کر کے قیمت کام میں لائیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب پینے سے اور اس کو فروخت کرنے اور اس کی قیمت استعمال کرنے کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ (ترکِ گناہ اور اصلاح معاشرہ بحوالہ مسند امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ)

شراب پینے والے کے لیے مختلف سزائیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے زنا کیا یا شراب پی تو اللہ تعالیٰ اس کا ایمان اس طرح چھین لیتا ہے جس طرح کسی سے اس کے کپڑے اتروا لیے جائیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے یہاں شراب پی وہ جنت کی شراب سے محروم رہے گا۔ مسلم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: جس نے شراب سے توبہ نہ کی وہ آخرت کی شراب سے محروم ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ تین آدمی جنت میں نہیں جاسکتے۔ ایک شراب کا عادی۔ دوسرا قاطع رحم اور تیسرا جادو کی تصدیق کرنے والا۔

جو شراب سے توبہ کیے مرجائے گا اس کو قیامت میں غوطہ کا پانی پلایا جائے گا۔ کسی نے دریافت کیا غوطہ کیا ہے؟ فرمایا: غوطہ ایک نہر ہے جس میں زانیوں کی شرمگاہ کا کچ لہو بہتا ہے۔ شرابیوں میں اس قدر بدبو ہوگی کہ اس سے اہل دوزخ بھی پریشان ہو جائیں گے۔ (حاکم)

شراب ملی ہوئی اشیاء کی خرید وفروخت

شراب شرعاً حرام اور نجس ہے۔ لہٰذا جس چیز میں شراب شامل ہو جائے وہ چیز بھی حرام اور نجس ہو جاتی ہے۔ اگرچہ قلیل مقدار میں کیوں نہ ہو۔ اس بناء پر جن ادویہ میں شراب شامل ہونے کا یقین یا ظن غالب ہو اور علاج دیگر متبادل دواؤں سے ممکن ہو تو ان کی خرید وفروخت اور استعمال ناجائز ہوگا۔ دیگر اشیاء کا حکم یہ ہے کہ شراب ملی ہوئی اشیاء کا استعمال حرام ہے۔

(از ترک گناہ اور اصلاح معاشرہ)

(اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام مسلمانوں کو شراب نوشی اور شراب کی
خرید وفروخت وغیرہ سے محفوظ فرمائے۔ آمین)

ہر نشہ آور چیز کے استعمال کرنے پر بھی وعید جہنم

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا قَدِمَ مِنَ الْیَمَنِ فَسَأَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَرَابٍ یَشْرَبُوْنَهٗ بِاَرْضِهِمْ مِنَ الذُّرَّةِ یُقَالُ لَهُ الْمِزْرُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمُسْکِرٌ هُوَ؟ قَالَ نَعَمْ! قَالَ کُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ اِنَّ عَلَی اللّٰهِ عَهْدًا لِّمَنْ یَّشْرَبُ الْمُسْکِرَ اَنْ یَّسْقِیَهٗ مِنْ طِیْنَةِ الْخَبَالِ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا طِیْنَةُ الْخَبَالِ قَالَ عِرْقُ اَهْلِ النَّارِ اَوْ عُصَارَةُ اَهْلِ النَّارِ۔ (رواہ مسلم)

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص یمن سے (دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم) آیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جوار کی شراب کے بارے میں پوچھا جو یمن میں پی جاتی ہے اور جس کو "مزر" کہا جاتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا وہ نشہ لاتی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نشہ لانے والی ہر چیز حرام ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ عہد فرمالیا ہے کہ جو شخص نشہ لانے والی چیز پیے گا اللہ تعالیٰ اس کو طِیْنَةُ الْخَبَالِ پلائے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ طِیْنَةُ الْخَبَالِ کیا ہے؟ فرمایا دوزخیوں کا پسینہ ہے۔ یا (فرمایا) وہ پیپ اور لہو جو دوزخیوں کے زخموں سے بہتا ہے۔"

حدیث مذکورہ میں شراب کے ساتھ ساتھ ہر اس چیز کی حرمت کا ذکر ہے جو نشہ آور ہو اور ساتھ ہی نشہ آور چیز کی استعمال کرنے والے کی سزا بھی ذکر فرمائی گئی ہے کہ اسے طینۃ الخبال یعنی جہنمیوں کا پسینہ یا دوزخیوں کے جسم کا نچوڑ پلایا جائے گا۔ یعنی وہ پیپ اور لہو جو دوزخیوں کے زخموں سے بہتا ہے۔ (العیاذ باللہ)

اسلام نے شراب کو قطعاً حرام قرار دیا ہے۔ سورۃ المائدہ میں اسے گندگی اور شیطان کا عمل بتایا گیا ہے۔ حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مومن جب شراب پینے لگتا ہے تو اس وقت اس کا ایمان اس سے رخصت ہو جاتا ہے۔ شراب کے لفظ سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس سے مراد کوئی خاص قسم کی شراب ہے بلکہ ہر وہ چیز جس سے نشہ ہو وہ حرام ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑے ہو کر فرمایا: ہر وہ شے جو نشہ پیدا کرے حرام ہے۔

نشہ لانے والی ہر چیز حرام ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پینے کی جو بھی چیز نشہ لائے وہ حرام ہے۔ (مشکوٰۃ از بخاری و مسلم)

نشہ لانے والی چیز کم ہو یا زیادہ سب حرام ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس چیز کا زیادہ حصہ نشہ لائے اس کا تھوڑا سا حصہ بھی حرام ہے۔ (مشکوۃ المصابیح از ترمذی، ابوداود، ابن ماجہ)

منشیات کا استعمال ایک خطرناک صورتحال

آج کی دنیا کو ایک اہم اور انتہائی خطرناک اور تباہ کن مسئلہ درپیش ہے وہ منشیات کا مسئلہ ہے۔ اس مسئلے نے لوگوں کی نیندیں حرام کر رکھی ہیں۔ اس وقت پریشان کن مسئلہ منشیات کی کثرت کا ہے۔ نئی نسل تیزی سے منشیات کے استعمال کی طرف راغب ہو رہی ہے اور دن بدن ان کی تعداد میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔ کسی زمانے میں نشہ کرنے والی چیز صرف شراب ہوا کرتی تھی۔ آج نشہ آور چیزوں کی بہت تعداد ہے۔ ان کی قسمیں اور ان کی کوالٹی بھی الگ الگ ہے۔ مثلاً وائن، ہیروئن، حشیش، افیون، شیشہ، مارفیا، چرس، بھنگ وغیرہ۔

اسلام نے ہر نشہ آور چیز کو حرام قرار دیا ہے اور آخرت کے حوالے سے سخت ترین صورتحال اور سخت ترین سزاؤں سے دوچار ہونے کا ذکر کرکے اس سے باز رہنے کا حکم دیا ہے۔

نشہ کرنے والے کی بدنصیبی

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر کسی نے دنیا کو نشہ کی حالت میں چھوڑا تو وہ قبر میں بھی مدہوش رہے گا اور اس کا حشر بھی نشہ کی حالت میں ہوگا۔ پھر اس کو جہنم میں داخل ہونے کا حکم دیا جائے گا۔ جہنم میں ایک نہر ہے جس میں پیپ اور لہو بہتا ہے۔ اس نہر سے اس کو کھولتا ہوا کیچ لہو پلایا جاتا رہے گا۔ (ندائے منبر و محراب)

ایک اور حدیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی نشہ آور چیز کو حرمت کا حکم آجانے کے بعد حلال سمجھتے ہوئے پیا، پھر نہ تو توبہ کی اور نہ اس سے باز آیا تو قیامت کے دن اس کا میرے ساتھ اور میرا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ (کنزالعمال، جلد ۵)

اسلام کی صداقت

آج دنیا ان تمام نشہ آور چیزوں کے نقصانات کو تسلیم کر رہی ہے، لیکن اسلام نے تو اول روز سے ہی اپنے ماننے والوں پر انہیں حرام کر دیا تھا اور ہر نشہ آور چیز کے استعمال سے سختی سے منع کر دیا تھا۔ خواہ وہ شراب ہو یا بھنگ یا چرس یا افیون یا ہیروئن یا کوکین وغیرہ ہو۔ ان احادیث کی بناء پر آپ سمجھ سکتے ہیں کہ چرس، بھنگ، ہیروئن اور ہر قسم کی منشیات حرام ہیں۔ جو لوگ منشیات کے عادی ہو جاتے ہیں وہ اپنی دنیا بھی تباہ کرتے ہیں اور آخرت بھی۔ صحت بھی تباہ کرتے ہیں اور مال و دولت بھی۔ نشہ آور چیز بنانا، بیچنا، خریدنا، لینا اور لے جانا سب حرام ہے۔

(اللہ تعالیٰ ہر نشہ آور چیز سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین)

یتیم کا مال ظلماً کھانے پر وعید جہنم

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ اَمۡوَالَ الۡیَتٰمٰی ظُلۡمًا اِنَّمَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ
بُطُوۡنِہِمۡ نَارًا ؕ وَ سَیَصۡلَوۡنَ سَعِیۡرًا ﴿۱۰﴾ (سورۃ النساء، آیت ۱۰)

''بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھا لیتے ہیں وہ بس اپنے پیٹ میں آگ ہی بھرتے ہیں اور عنقریب وہ دہکتی آگ میں جھونکے جائیں گے۔''

آیت مذکورہ میں یتیموں کے مال کو ناحق کھانے والے کے بارے میں بتلایا گیا ہے کہ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

یتیم کون ہے؟

یتیم انسانوں میں وہ ہے جس کا باپ اس کے بالغ ہونے سے پہلے انتقال کر جائے۔ یہ معاشرے کا بدنصیب ہے جو اپنے اس باپ سے محروم ہو چکا ہے جو اپنے جان و مال سے اس کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ دل کی گہرائیوں سے اس سے محبت کرتا تھا اور اس کی مصلحت کو اپنی مصلحت پر ترجیح دیتا تھا۔ مرتے وقت جس بات کو سوچ کر اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے۔ انہیں چھوٹے چھوٹے بچوں کی فکر تھی جو اپنے پیچھے چھوڑے جا رہا تھا۔ وہ ان کے لیے زندگی کے آلام و مصائب سے خائف تھا اور کسی ایسے شخص کا متمنی تھا جو ان کا رہبر اور مربی بنے اور اسے دنیا کے مصائب و آلام سے بچائے رکھے۔

ہمارے معاشرے کا المیہ

انسانیت کا تقاضا تو یہ تھا کہ لوگ خود یتیم کی کفالت کریں۔ اس کے مال کی حفاظت کریں

اوراس کے مال کو بڑھائیں اوراس کے ساتھ رعایت واعانت کا سلوک کریں، یہاں تک کہ وہ شعور حاصل کرلے اور بلوغ کو پہنچ جائے۔لیکن اس کے برخلاف دنیا میں ایسے بدطینت اور بدنفس لوگ پائے جاتے ہیں جو یتیموں کی کمزوری اور صغرسنی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے مال میں اسراف کرتے ہیں اور جلد بازی کے ساتھ کھا بیٹھتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ وہ بڑے ہو جائیں اور یہ اس مال سے ناجائز فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ایسے ہی لوگوں سے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ۞ (سورۃ النساء، آیت ۱۰)

”بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ظلماً کھاجاتے ہیں وہ دراصل اپنے پیٹوں میں آگ نگلتے ہیں اور عنقریب دوزخ میں داخل ہوں گے۔“

انسان کو سوچنا چاہیے کہ اگر خود اس کی اولاد چھوٹی اور کمزور ہو اور وہ انہیں چھوٹا چھوڑ کر دنیا سے منہ موڑ رہا ہو اور چل چلاؤ کا وقت ہو اور زندگی کی بقا کی کوئی امید نہ ہو تو کیا وہ پسند کرے گا کہ اس کے بعد کوئی ظالم آ کر ان کے پر کترے اور ان کے ساتھ ظلم و زیادتی کرے اور اس کی دولت کو تباہ کر دے۔جب اس بات سے نفرت فطری ہے تو دوسروں کی اولاد کے ساتھ خود ایسا کرنے کو کیوں برا نہیں سمجھا جائے۔

اس حوالے سے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ

”تم میں سے کوئی اس وقت تک پورا مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی (مسلمان) کے لیے وہی بات نہ چاہے جو خود اپنے لیے چاہتا ہے اور پسند کرتا ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۞ (سورۃ النساء، آیت ۹)

”چاہیے کہ وہ لوگ ڈریں جو اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اپنے پیچھے کمسن اولاد چھوڑ جائیں۔پس انہیں اللہ سے ڈرنا اور اچھی بات کہنا چاہیے۔“

یتیم کے مال کی خصوصیت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ۔ (سورۃ الاسراء، آیت ۳۴)

یوں تو کسی انسان کے مال کو بھی غصب کرنا، ہڑپ کرنا، چوری چکاری یا داؤ فریب سے ہتھیا لینا جائز نہیں مگر یتیم کے مال کے قریب نہ جانے کا خاص طور پر دو وجہ سے حکم دیا۔ ایک تو اس لیے کہ عام شخص اپنی ذاتی طاقت یا اپنے جتھے اور جماعت کی حمایت کے ساتھ اپنے حق کا دفاع کر سکتا ہے اور اپنا مال اور مکان اور زمین بچانے کے لیے لڑ سکتا ہے، مگر یتیم ایسا نہیں کر سکتا۔

اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ عرب معاشرہ جس سے قرآن کریم براہ راست خطاب کرتا ہے، اس معاشرے میں یہ ظلم ہو رہا تھا کہ یتیم لڑکوں اور لڑکیوں کے مال و دولت پر ان کے اپنے اعزا و اقارب ناجائز قبضہ جما لیتے تھے۔ خاص طور پر یتیم بچیوں کا معاملہ تو بہت ہی نازک تھا۔ بعض اوقات بالغ ہونے کے باوجود ان کے رشتے صرف اس لیے نہیں کرتے تھے کہ کہیں مال ہاتھ سے نہ نکل جائے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ بظاہر یتیموں کے متولی اور سرپرست بن کر بڑی شفقت و محبت دکھاتے کہ ہم ان کی حفاظت اور تربیت کی خاطر وقت دے رہے ہیں، لیکن درپردہ ان کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ ان کے بالغ ہونے سے پہلے جتنا کھا سکتے ہیں کھا جائیں۔ جہاں دس کی ضرورت ہوتی تھی وہاں سو خرچ کرتے اور خوب عیاشی کرتے۔ اسی لیے فرمایا گیا:

وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ۭ (سورۃ النساء، آیت ۶)

''یتیموں کے مال کو فضول خرچی میں نہ اڑاؤ، اس نیت سے کہ یہ جب بڑے ہو جائیں گے تو ہمارا تصرف ختم ہو جائے گا اور ان کا مال واپس کرنا پڑے گا۔''

ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا:

بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھا لیتے ہیں وہ بس اپنے پیٹ میں آگ ہی بھرتے ہیں اور عنقریب وہ دہکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی احتیاط

ان وعیدوں اور احکامات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑے چوکنے اور محتاط ہو گئے تھے۔ ان میں سے بعض تو ایسے تھے کہ ان کے گھر میں، ان کی پرورش میں کوئی یتیم تھا تو انہوں نے اس کا کھانا پینا الگ کر دیا تاکہ اس کے کھانے کا کوئی حصہ ہمارے اور ہمارے بچوں کے پیٹ میں نہ چلا جائے۔ مگر اس میں بڑا حرج تھا کہ ایک بچے کا کھانا الگ پکایا جائے۔ اس لیے انہیں اجازت دی گئی کہ ان کا کھانا پکانا اپنے ساتھ کر سکتے ہو۔ باقی اللہ تعالیٰ ان کو بھی جانتا ہے جن کے دل میں کھوٹ ہے اور ان کو بھی جانتا ہے جو اصلاح چاہتے ہیں۔ چونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیم کی تربیت اور پرورش پر جنت میں اپنے ساتھ ہونے کی بشارت سنائی ہے، اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس نیک کام میں بھی سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔

یتیم کا مال اس کے سپرد کب کیا جائے؟

مسئلہ:..... جب کسی شخص کا انتقال ہو جائے تو اس کے ورثا چھوٹے ہوں یا بڑے سب شرعی قاعدہ کے موافق مرحوم کے ترکہ کے حقدار ہوں گے۔ ورثا میں جو بڑے ہیں انکی ذمے داری ہے کہ میراث کے مال کو شریعت کے مطابق تقسیم کریں اور یتیم بچوں کے حصے میں جو مال آئے اس کی حفاظت کریں۔ دیکھ بھال کریں۔ حسب ضرورت ان پر خرچ کرتے رہیں۔

بہر حال حکم یہ دیا گیا کہ یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو مستحسن ہوں، یہاں تک کہ وہ اپنے سن بلوغ کو پہنچ جائے۔ جب وہ بالغ ہو جائے تو پھر دیکھیں گے کہ اس میں اپنے مال کی حفاظت اور اسے صحیح مصرف میں خرچ کرنے کی صلاحیت پیدا ہوگئی ہے یا نہیں۔ اگر صلاحیت پیدا نہ ہوئی ہو تو پچیس سال کی عمر تک انتظار کیا جائے گا۔ اگر اس کے باوجود اس میں صلاحیت پیدا نہ ہو تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ بہر حال اس کا مال اس کے حوالے کر دیا جائے، وہ جانے اور اس کا کام۔ البتہ اگر وہ دیوانہ اور پاگل ہو تو پھر مال اس کے حوالے نہ کیا جائے۔

دوسرے آئمہ فرماتے ہیں کہ جب تک اس میں صلاحیت نہ ہو جائے، اگر بوڑھا ہی کیوں نہ ہو جائے۔ مال اس کے حوالے نہ کیا جائے گا۔ (تفسیر انوار البیان، جلد ۲)

قیامت کے روز امت کا مفلس کون؟

یہاں یہ بات سمجھ لیں کہ کہ مذکورہ قرآنی آیت میں یتیم کا خاص طور پر اس لیے ذکر فرمایا ہے کہ وہ بے سہارا ہوتا ہے۔ ورنہ کسی بھی انسان کا مالی حق دبانا یا کسی بھی طرح سے اس پر ظلم کرنا، اس کی جائیداد ہتھیانا ایسا گناہ ہے جو صرف توبہ کرنے سے ہی معاف نہیں ہوسکتا، جب تک کہ اس کی تلافی نہ کردی جائے یا جب تک کہ اس مظلوم شخص سے معافی نہ مانگ لی جائے۔ اگر معافی تلافی کے بغیر کسی کا انتقال ہوگیا تو اسے قیامت کے دن ہولناک انجام سے دوچار ہونا پڑے گا۔ کیونکہ رب تعالیٰ اپنے حقوق ضائع کرنے والے کو تو ہوسکتا ہے بغیر سزا معاف فرمادیں، لیکن حقوق العباد ضائع کرنے والے شخص کی نیکیاں لے کر ان لوگوں میں تقسیم کردی جائیں گی، جن کے اس نے حقوق ضائع کیے ہوں گے اور اگر سب کے حقوق کی ادائیگی سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں تو پھر ان کے گناہ لے کر اس کے ذمے ڈال دیے جائیں گے۔

ایسے ہی شخص کو حدیث میں مفلس قرار دیا گیا ہے، کیونکہ قیامت کے دن جب انسان ایک ایک نیکی کا محتاج ہوگا، اس دن یہ حرمان نصیب نہ صرف یہ کہ اپنی نیکیوں سے ہاتھ دھو بیٹھے گا بلکہ دوسروں کے گناہ بھی اپنے ذمے لے لے گا۔

یتیم کی پرورش اور دیکھ بھال پر جنت

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَنَا كَافِلُ الْيَتِيمِ كَهَاتَيْنِ فِي الْجَنَّةِ

’’میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس قدر قریب ہوں گے جس قدر یہ دونوں انگلیاں قریب ہیں۔‘‘

حضرت زینب رضی اللہ عنہا متعدد یتیموں کی پرورش کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی لڑکیاں یتیم ہوگئیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں اپنی پرورش میں لے لیا۔

یتیموں کی پرورش کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہایت دیانتداری کے ساتھ ان کے مال کی حفاظت بھی کرتے تھے۔ اس کو ضائع ہونے سے بچاتے اور تجارت کے ذریعے اسے بڑھانے

کی کوشش کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عام حکم تھا:

اِتَّجِرُوْا فِیْ اَمْوَالِ الْیَتَامٰی لَا تَاْکُلُھَا الزَّکٰوۃُ

''یتیموں کے مال سے تجارت کرو کہ زکوٰۃ اسے کھا نہ جائے۔''

پرورش اور تجارت کے علاوہ بھی کئی طریقوں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ یتیموں کے ساتھ سلوک کیا کرتے تھے۔

یتیم کی کفالت اور اس کی دیکھ بھال اور اس کی ضروریات کا خیال رکھنا بڑے اجر اور ثواب کا کام ہے۔ یہ سعادت کیا کم ہے کہ جنت میں ایسا شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق اور مصاحب بنے اور وہاں کی نعمتوں سے اسی طرح بہرہ مند ہو جس طرح دنیا میں اس نے یتیم کو اپنی رعایتوں سے بہرہ آب کیا تھا۔

(اللہ تعالیٰ یتیموں کے حقوق کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین)

عورت کا شوہر سے طلاق طلب کرنے پر وعید جہنم

عَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا اِمْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقًا فِيْ غَيْرِ مَا بَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ۔

(رواہ احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجہ والدارمی، باب الطلاق)

"حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت اپنے شوہر سے بغیر سخت مجبوری کے طلاق طلب کرے، اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔"

فائدہ:...... اگر کسی مجبوری کی وجہ سے شوہر کے ساتھ زندگی گزارنا اس کے لیے ممکن نہیں ہے، طلاق طلب کرے تو اس کا یہ حکم نہیں وہ معذور ہے۔

حدیث مذکورہ میں ایسی عورت جو ناحق بغیر کسی وجہ کے اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے تو ایسی عورت کے لیے جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔ ہاں البتہ اگر کوئی معاملہ اور اعذار ہیں تو پھر طلاق لینے پر یہ وعید نہیں ہے۔

نکاح ایک عظیم نعمت

نکاح ایک عظیم نعمت ہے۔ اس کے ذریعے بندہ عفت ونصیحت اور پاک دامنی حاصل کرتا ہے۔ زنا جیسی قبیح حرکات سے محفوظ رہتا ہے۔ اسی پاکیزہ رشتے کی برکت سے نسل انسانی کی بقا ہے۔ یہ انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ یہ پاکیزہ رشتہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا جو آج

تک جاری ہے اور جنت میں بھی باقی رہے گا۔ دوسرے کسی رشتے کو یہ خصوصیت حاصل نہیں۔

یہ رشتہ جب قائم ہو جاتا ہے تو اس میں پائیداری اور ہمیشگی مقصود ہوتی ہے تاکہ مرد و عورت باہم وابستہ رہ کر عفت و پاک بازی کے ساتھ مسرت و شادمانی کی زندگی گزار سکیں، جس طرح وہ کسی کی اولاد ہیں، اسی طرح ان سے نسبی اولاد کا سلسلہ چلے اور اولاد ان کے لیے دنیا میں آنکھوں کی ٹھنڈک، دلوں کا سرور اور آخرت میں حصول جنت کا وسیلہ ہے۔ گویا نکاح کے مقاصد پر غور کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ رشتہ باقی رہے، اسے باقی رکھنے کی ساری اور آخری کوشش کرنا لازم اور واجب ہے۔ رشتہ نکاح کو ختم کرنا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

ابغض الحلال الی اللہ الطلاق۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ)

”حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے۔“

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اور حدیث میں النکاح من سنتی کی صراحت فرمائی اور دوسری حدیث میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: جو شخص میری سنت سے اعراض کرے، وہ میرا نہیں۔ (صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے۔ (ابن ماجہ بحوالہ مشکوٰۃ)

طلاق ایک ناپسندیدہ عمل ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”نکاح کرو اور طلاق نہ دو، کیوں کہ طلاق دینے سے رحمٰن کا فرش ہل جاتا ہے۔“

(معارف القرآن و بہشتی زیور)

ایک حدیث میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”اے معاذ! اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر جتنی مستحب چیزیں پیدا کی ہیں، ان میں سے اس کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ چیز غلام و لونڈی کو آزاد کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر جتنی حلال چیزیں پیدا کی ہیں ان میں سے اس کے نزدیک سب سے زیادہ بری چیز طلاق دینا ہے۔“

(دارقطنی، مشکوٰۃ)

ان احادیث سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ طلاق دینا اللہ کریم کو کس قدر ناپسند ہے اور ناپسندیدہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نکاح کے ذریعے مرد اور عورت ایک دوسرے کی زندگی کے شریک اور رفیق بنتے ہیں اور دونوں جائز طریقے سے نسل انسانی کی افزائش کرتے ہیں۔ زنا و بدکاری اور دل و نگاہ کی آوارگی سے اپنے نفس کو بچاتے ہیں۔ اپنے ماحول اور معاشرے کو صاف ستھرا رکھتے ہیں۔ اولاد کی تعلیم و تربیت میں دونوں ایک دوسرے کے معاون ہوتے ہیں۔

اس لیے اسلام میں یہ امر سخت ناپسند ہے کہ مرد اپنی شریک زندگی کو طلاق دے کر اپنے گھر کی رونق ختم کردے۔ خود بھی مصیبت و پریشانی میں پڑے اور عورت کو بھی مشقت و پریشانی میں ڈال دے۔ اس وجہ سے اسلام نے طلاق دینے کی اجازت اس وقت دی ہے جب میاں بیوی کے درمیان ایسا بگاڑ، کشیدگی اور نفرت پیدا ہو جائے جو افہام و تفہیم کے ذریعے دور نہ ہو سکے اور دونوں کے تعلقات و معاملات کو سلجھانے کا طلاق کے سوا دوسرا راستہ باقی نہ رہے۔

لیکن ہماری بدقسمتی ہے کہ آج ہمارا معاشرہ اپنے فرائض کو فراموش کر چکا ہے۔ جس کی وجہ سے طرح طرح کی لعنتوں اور برائیوں میں مبتلا ہے۔ ان میں ایک طلاق کا غلط استعمال بھی ہے۔ اب تو طلاق دینا ایک کھیل بن چکا ہے۔ بس ذرا غصہ آیا، کسی بات پر ناراض ہوئے، غصے میں سب بھول کر صرف طلاق دینا یاد رہتا ہے۔ جب غصہ اترا، ہوش آیا تو معلوم ہوا کہ جیتے جی بیوی جو زندگی کی ساتھی تھی، رنج و غم کے وقت دلاسا دینے والی تھی، ہاتھ سے نکل چکی ہے تو پھر حیلے بہانے کر کے بیوی کو رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ طلاق دینے سے دنیا تو تاریک ہو چکی، اب آخرت تباہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

طلاق ایسا منحوس عمل کہ عرش بھی ہل جاتا ہے

جائز کاموں میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے۔ ایک روایت میں ہے:

"روئے زمین پر اللہ تعالیٰ نے طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ چیز کو پیدا نہیں فرمایا۔ طلاق ایسا غیر معمولی اقدام ہے کہ جب کوئی آدمی اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا عرش ہل جاتا ہے۔"

(معارف القرآن عمدۃ القادری)

ناپسندیدہ شوہر سے طلاق لی جاسکتی ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! ثابت ابن قیس پر مجھے غصہ نہیں آتا اور نہ میں ان کی عادات اور نہ ان کے دین میں کوئی عیب لگاتی ہوں، لیکن میں اسلام میں کفر (یعنی کفران نعمت یا گناہ) کو پسند نہیں کرسکتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم ثابت بن ابن قیس کا باغ (جو انہوں نے تمہیں مہر میں دیا ہے) ان کو واپس کردو گی؟

ثابت رضی اللہ عنہ کی بیوی نے کہا: ہاں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن کر) ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم اپنا باغ لے لو اور اس کو ایک طلاق دے دو۔ (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری)

تشریح: ...... محدثین نے لکھا ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بہت بدصورت اور ٹھگنے (پستہ قد) تھے اور ان کی بیوی جن کا نام جمیلہ یا حبیبہ تھا، بہت خوبصورت اور حسین تھیں۔ اسی لیے ان دونوں کا جوڑا بہت ناموزوں تھا اور ان کی بیوی ان کو پسند نہیں کرتی تھیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عرض اور درخواست کے مطابق حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کو مصلحتاً یہ حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دیں (تاکہ رجوع کی گنجائش باقی رہے)۔ (از مظاہر حق جدید، جلد ۲)

آپس کے اختلافات حل کرنے کا طریقہ

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ جب بھی میاں بیوی کے درمیان تلخی پیدا ہوجائے تو دونوں مل کر ناگواریوں کو جھیلیں اور تعلقات کو خوشگوار بنانے کی کوشش کریں۔ میاں بیوی کے بہت سے اختلافات ایسے ہوتے ہیں جن کو کسی تیسرے کے سامنے نہ تو ظاہر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے اور نہ کوئی تیسرا اسے حل کرسکتا ہے۔ اس لیے آپس ہی میں اختلاف کو خود حل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

سورۃ النساء میں ارشاد ہے:

''اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ کرے تو اس پر گناہ نہیں کہ آپس میں صلح کرلیں اور صلح خوب ہے۔''

یعنی ایک عورت اگر اپنے شوہر کو پھرا ہوا دیکھے کہ اس سے علیحدہ رہتا ہے یا کھانے پینے کو نہیں دیتا یا نان ونفقہ میں کمی کرتا ہے یا مارتا یا بدزبانی سے پیش آتا ہے اور اس سے دور دور رہتا ہے تو طلاق وجدائی اختیار کرنے سے یہ بات کہیں بہتر ہے کہ عورت اپنے حقوق کا کچھ حصہ شوہر پر معاف کردے۔ اسے خوش کرنے کے لیے اپنے حق میں سے کچھ چھوڑ دے۔ مثلاً اپنا مہر معاف کردے یا اس میں کمی کردے۔ اپنی باری کا دن دوسری بیوی کو دے دے۔ اپنے مصارف کا بوجھ کم کردے اور اس طرح باہمی مصالحت اور میل وملاپ کے بعد عورت اسی شوہر کے ساتھ رہے، جس کے ساتھ وہ عمر کا ایک حصہ گزار چکی ہے۔ ازدواجی تعلقات میں تلخی دور کرنے کے لیے یہ ایک ایسا نسخہ ہے جسے شریعت مطہرہ نے عورت کے اختیار اور تصرف میں دیا۔

(اللہ تعالیٰ ہمیں طلاق جیسے ناپسندیدہ ومکروہ عمل سے محفوظ رکھے۔ آمین)

اپنے بچے کا انکار یا غیر کا بچہ شوہر کی طرف منسوب کرنے پر وعید جہنم

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَمَّا نَزَلَتْ اٰیَةُ الْمُلَاعَنَةِ اَیُّمَا اِمْرَأَةٍ اَدْخَلَتْ عَلٰی قَوْمٍ مَنْ لَیْسَ مِنْهُمْ فَلَیْسَتْ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ وَلَنْ یُّدْخِلَهَا اللّٰهُ جَنَّتَهٗ وَاَیُّمَا رَجُلٍ جَحَدَ وَلَدَهٗ وَیَنْظُرُ اِلَیْهِ اِحْتَجَبَ اللّٰهُ مِنْهُ وَفَضَحَهٗ عَلٰی رُؤُسِ الْخَلَائِقِ فِی الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ

(رواہ ابوداؤد والنسائی والدارمی)

”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت ملاعنہ نازل ہوئی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو عورت اس (بچہ) کو کسی قوم پر داخل کرے جو ان میں سے نہیں ہے (یعنی کوئی عورت شوہر کے علاوہ کسی مرد سے زنا کرے، جس سے حمل قرار پائے اور بچہ پیدا ہو جائے تو اس کی نسبت شوہر کی طرف کرے، حالاں کہ وہ شوہر کے نطفہ سے نہیں ہے) پس وہ اللہ کی رحمت سے کسی قابل اعتماد چیز میں نہیں اور ہرگز اللہ تعالیٰ اس کو اپنی جنت میں (اولین مقربین کے ساتھ) داخل نہیں فرمائیں گے اور جو آدمی اپنے بچے کا انکار کر دے حالانکہ وہ بچہ طلب شفقت و رحمت کے لیے اس کی طرف دیکھ رہا ہے (یا وہ مرد اس کی طرف دیکھ رہا ہے یا مطلب یہ ہے کہ وہ مرد جانتا ہے کہ یہ

میرا بچہ ہے) تو اللہ تعالیٰ اس کو محبوب (اپنے دیدار سے محروم) اور رحمت سے دور فرمادیں گے اور تمام مخلوق کے روبرو اولین وآخرین میں (یعنی قیامت کے روز جہاں سب اولین وآخرین جمع ہوں گے) اس کو رسوا فرمائیں گے۔"

آیت ملاعنہ سے مراد ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۶﴾ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۷﴾ (سورۃ النور، آیت ۶، ۷)

حدیث مذکورہ کا حاصل یہ ہے کہ نہ عورت کو اس کی اجازت ہے کہ زنا و بدکاری کرے اور حرام کے بچے کو شوہر کی طرف منسوب کرے اور نہ شوہر کو اس کی اجازت ہے کہ اپنے بچے کا دیدہ دانستہ عورت کو بدنام کرنے کے لیے یا کسی اور مقصد کے لیے انکار کردے اور اس پر زنا کی تہمت لگادے۔ دونوں کی سزا بھی ذکر فرمائی گئی کہ ایسوں کو اللہ تعالیٰ جنت سے محروم فرمائیں گے اور ذلیل و رسوا بھی فرمائیں گے۔

اسلام میں تہمت ایک تباہ کن گناہ

تہمت اور بہتان یہ ہے کہ کسی کی طرف ایسی برائی کی نسبت کی جائے جو اس میں نہ ہو۔ بہتان تراشی جھوٹ بھی ہے، خیانت بھی ہے اور انتہائی درجے کی کمینگی بھی ہے۔ نہ صرف یہ کہ خود کسی پر بہتان تراشی کرنا جرم ہے بلکہ کسی کی اڑائی ہوئی بات کو بغیر تحقیق کے پھیلانا بھی جرم ہے۔

کسی مسلمان کو معمولی تکلیف پہنچانا بھی بری بات ہے، لیکن کسی پر جھوٹا الزام رکھ کر اسے دلی تکلیف پہنچانا، یہ تو بہت ہی بری بات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾ (سورۃ الاحزاب، آیت ۵۸)

''اور جو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بن کیے (تہمت لگا کر) تکلیف پہنچاتے ہیں، انہوں نے بہتان اور گناہ (اپنے سر) لادا۔''

عورتوں پر بہتان باندھنا تو اور بہت بڑا گناہ ہے

یہ ایک بہت بڑا جرم ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ ایسی عورت جو عفیفہ و پاک دامن ہو، شک وشبہ سے بالاتر ہو، جس کے دل میں بدکاری و بے حیائی کا خیال تک نہ آتا ہو، اور اس کا پاکیزہ نفس اس قسم کی مکروہ و ناپسندیدہ کاموں کا تصور نہ کرتا ہو، جس کا دل نور ایمان سے معمور ہو اور اس میں بری نیت اور ناپاک ارادوں کا کوئی دخل نہ ہو، نہ جھوٹ بولتی ہو، نہ خیانت کرتی ہو، ایسی صاحب ایمان عورت پر بدکاری کی تہمت لگانا شدید قسم کا گناہ اور شدید قابل مذمت حرکت ہے۔

اسلام میں تہمت لگانے کی سزا

اسلام میں مومن مرد و عوت کے آبرو کی بڑی حیثیت ہے۔ اگر کوئی مرد یا کوئی عورت کسی پاک دامن مرد یا عورت کو صاف لفظوں میں زنا کی تہمت لگا دے، مثلاً یوں کہہ دے کہ ''اے زانی'' اے رنڈی، اے فاحشہ اور جسے تہمت لگائی ہے وہ قاضی کے یہاں عدالت میں مطالبہ کرے کہ فلاں شخص نے مجھے ایسے ایسے کہا ہے تو قاضی اسے اسّی (۸۰) کوڑوں کی سزا دے گا۔ فقہاء کی اصطلاح میں اس کو حد قذف کہتے ہیں۔ یہ شرعی سزا ہے جس کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔

یہ تو جسمانی سزا ہوئی اس کے علاوہ ایک سزا اور بھی ہے اور وہ یہ کہ جس شخص کو یہ حد قذف کی سزا لگائی گئی تہمت لگانے پر اس شخص کی گواہی کبھی بھی کسی بارے میں مقبول نہ ہوگی۔ اگر اس نے توبہ کرلی تو توبہ سے گناہ تو معاف ہو جائے گا لیکن گواہی کے قابل پھر بھی نہ مانا جائے گا۔ اس کا عزت کا یہ مقام ہمیشہ کے لیے چھین لیا گیا کہ وہ کبھی کسی معاملے میں گواہ بنے۔ گواہ بننے کے بلند مقام سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو گیا۔ (از تفسیر انوار البیان، جلد ۶)

عورتوں پر بہتان باندھنے کے حوالے سے سورہ نور کی آیت مبارکہ پڑھیے، جس میں بہتان کے گناہ کی شناعت کا ذکر اور اس کی سزا کا بھی ذکر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ

جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۙ﴿۴﴾ (سورۃ النور، آیت ۴)

''اور جو لوگ شریف بیبیوں پر عیب لگاتے ہیں، پھر چار گواہ پیش نہیں کرتے تو ان کو اسّی (۸۰) کوڑے مارو اور ان کی گواہی کبھی نہ مانو اور وہ فاسق ہیں۔''

بے حیائی کا چرچا اور رواج دینے والوں کے لیے وعید

ایک جگہ فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ (سورۃ النور، آیت ۱۹)

''بے شک جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی کی اشاعت ہو، ان کے لیے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

علماء نے لکھا ہے کہ بے حیائی کا عملی طور پر پھیلانا یا کسی بے حیائی والے کام کا چرچا کرنا اور شہرت دینا یہ سب يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ میں داخل ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے دنیا و آخرت میں عذاب الیم کی وعید بیان فرمائی گئی ہے۔ ایک جگہ یوں فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ﴿۲۳﴾ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ (سورۃ النور، آیت ۲۳، ۲۴)

''بے شک جو لوگ بھولی بھالی ایماندار اور پاکدامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، ان پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ جس روز ان کی زبانیں، ہاتھ اور پاؤں ان کیے ہوئے کاموں کی نسبت انہیں کے خلاف گواہی دیں گے۔''

لہٰذا کسی مسلمان کو ان مہلک و مذموم برائیوں سے آلودہ نہیں ہونا چاہیے ورنہ وہ اللہ اور لوگوں کی لعنتوں کا سزاوار رہے گا اور دنیا و آخرت میں شدید عذاب کا مستحق ہوگا۔

تہمت کی سزا، ایک عبرتناک واقعہ

بکھرے موتی جلد اول میں زرقانی (شرح موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ) کے حوالے سے ایک

بڑا عجیب واقعہ لکھا ہے کہ مدینہ منورہ کے گردونواح میں ایک ڈیرے پر ایک عورت فوت ہو جاتی ہے تو دوسری اسے غسل دینے لگی، جو غسل دے رہی تھی، جب اس کا ہاتھ مری ہوئی عورت کی ران پر پہنچا تو اس کی زبان سے نکل گیا، میری بہنو! (جو دو چار ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں) یہ جو عورت آج مرگئی ہے اس کے تو فلاں آدمی کے ساتھ خراب تعلقات تھے۔

غسل دینے والی عورت نے جب یہ کہا تو قدرت کی طرف سے گرفت آ گئی اور اس کا ہاتھ ران سے چمٹ گیا۔ جتنا کھینچتی ہے جدا نہیں ہوتا۔ زور لگاتی ہے مگر ران ساتھ ہی آتی ہے۔ دیر لگ گئی۔ میت کے ورثاء کہنے لگے: بی بی! جلدی غسل دو، شام ہونے والی ہے۔ ہم کو جنازہ پڑھ کر اس کو دفنانا بھی ہے۔

وہ کہنے لگی کہ میں تو تمہارے مردے کو چھوڑتی ہوں مگر وہ مجھے نہیں چھوڑتا۔ رات پڑ گئی مگر ہاتھ یوں ہی چمٹا رہا۔ دن آ گیا پھر بھی ہاتھ چمٹا رہا۔ اب مشکل بنی تو اس کے ورثاء علماء کے پاس گئے۔ ایک مولوی صاحب سے پوچھتے ہیں مولوی صاحب ایک عورت دوسری عورت کو غسل دے رہی تھی تو اس کا ہاتھ اس پر ہاتھ اس میت کی ران کے ساتھ چمٹ گیا ہے، اب کیا کیا جائے؟ وہ فتویٰ دیتا ہے کہ چھری سے اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ غسل دینے والی عورت کے وارث کہنے لگے ہم تو اپنی عورت کو معذور کرانا نہیں چاہتے۔ ہم اس کا ہاتھ کاٹنے نہیں دیں گے۔

انہوں نے کہا کہ فلاں مولوی کے پاس چلیں۔ اس سے پوچھا تو کہنے لگا چھری لے کر مری ہوئی عورت کا گوشت کاٹ دیا جائے۔ مگر اس کے ورثاء نے کہا کہ ہم اپنا مردہ خراب کرنا نہیں چاہتے۔ تین دن اور تین رات اسی طرح گزر گئے۔ گرمی بھی تھی، دھوپ بھی تھی۔ بدبو پڑنے لگی۔ گردونواح کے کئی دیہاتوں تک خبر پہنچ گئی۔ انہوں نے سوچا کہ یہاں مسئلہ کوئی حل نہیں کر سکتا، چلو مدینہ منورہ میں، وہاں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس وقت قاضی القضاۃ کی حیثیت میں تھے۔ وہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ حضرت ایک عورت مری پڑی تھی۔ دوسری اسے غسل دے رہی تھی کہ اس کا ہاتھ اس کی ران کے ساتھ چمٹ گیا، چھوٹتا ہی نہیں۔ تین دن ہو گئے، کیا فتویٰ ہے؟

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وہاں مجھے لے چلو۔ وہاں پہنچے اور چادر کی آڑ میں پردے کے اندر کھڑے ہو کر غسل دینے والی عورت سے پوچھا: بی بی! جب تیرا ہاتھ چمٹا تھا تو تُو نے زبان

سے کوئی بات تو نہیں کہی تھی؟ وہ کہنے لگی: میں نے اتنا کہا تھا کہ یہ جو عورت مری ہے، اس کا فلاں مرد کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: بی بی! جو تو نے تہمت لگائی ہے، کیا اس کے چار چشم دید گواہ تیرے پاس ہیں؟ کہنے لگی: نہیں۔ پھر فرمایا: کیا اس عورت نے خود تیرے سامنے اپنے بارے میں اقرار جرم کیا تھا؟ کہنے لگی: نہیں۔ فرمایا: پھر تو نے کیوں تہمت لگائی؟ اس نے کہا کہ میں نے اس لیے کہہ دیا تھا کہ وہ گھڑا اٹھا کر اس کے دروازے سے گزر رہی تھی۔ یہ سن کر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے وہیں کھڑے ہو کر پورے قرآن پر نظر دوڑائی، پھر فرمانے لگے۔ قرآن پاک میں آتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً۔ (سورۃ النور، آیت ۴)

"جو عورتوں پر ناجائز تہمتیں لگا دیتے ہیں، پھر ان کے پاس چار گواہ نہیں ہوتے تو ان کی سزا ہے کہ ان کو اسی (۸۰) کوڑے مارے جائیں۔"

تو نے ایک مردہ عورت پر تہمت لگائی، تیرے پاس کوئی گواہ نہیں تھا۔ میں اس وقت کا قاضی القضاۃ حکم کرتا ہوں جلادو! اسے کوڑے مارنا شروع کر دو۔ جلادوں نے اسے کوڑے مارنا شروع کر دیا۔ وہ کوڑے مارے جا رہے ہیں، ستر کوڑے مارے، مگر ہاتھ یوں ہی چمٹا رہا۔ پچھتر کوڑے مارے گئے مگر ہاتھ پھر بھی یوں ہی چمٹا رہا۔ اناسی کوڑے مارے تو ہاتھ پھر بھی نہ چھوٹا۔ جب اسی واں کوڑا لگا تو اس کا ہاتھ خود بخود چھوٹ کر جدا ہو گیا۔ (موت کی تیاری، صفحہ ۵۲، بستان المحدثین)

لہٰذا عورت بھی ایسا نہ کرے کہ بدکاری اور زنا کرے اور حرام بچے کو شوہر کی طرف منسوب کرے اور مرد بھی ایسا نہ کرے کہ اپنے بچے کا دیدہ و دانستہ انکار کرے اور عورت پر تہمت لگائے اور اُسے بدنام کرے۔

(اللہ تعالیٰ اس گناہِ عظیم سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین)

وصیت میں حقداروں کونقصان پہنچانے پر وعید جہنم

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرَّجُلَ لَیَعْمَلُ وَالْمَرْاَةُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ سِتِّیْنَ سَنَةً ثُمَّ یَحْضُرُهُمَا الْمَوْتُ فَیُضَارَّانِ فِی الْوَاصِیَةِ فَتَجِبُ لَهُمَا النَّارُ (ترمذی، ابوداؤد، معارف الحدیث، جلد ۷)

”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (کبھی ایسا ہوتا ہے کہ) کوئی مرد یا کوئی عورت ساٹھ سال تک اللہ کی فرمانبرداری والی زندگی گذارتے رہتے ہیں، پھر جب ان کی موت کا وقت آتا ہے تو وصیت میں (حقداروں کو) نقصان پہنچادیتے ہیں (تو اس ظلم اور حقدار بندوں کی اس حق تلفی کی وجہ) ان کے اوپر دوزخ واجب ہوجاتی ہے۔“

حدیث مذکورہ میں اس شخص کے لیے جہنم کی وعید ہے جو اپنے آخری وقت میں صحیح اور درست وصیت کرنے کے بجائے وصیت میں وارثوں یعنی حقداروں کونقصان پہنچانے کی وصیت کرجاتے ہیں۔

وصیت کا معنیٰ ومطلب

وصیت کا مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص جس کے پاس روپیہ پیسہ، جائیداد یا کسی شکل میں سرمایہ ہو اور وہ طے کردے کہ میری فلاں جائیداد یا سرمایہ کا اتنا حصہ میرے انتقال کے بعد فلاں مصرف یا فلاں دینی کام یا فلاں شخص کو دے دی جائے تو شریعت میں اس طرح کی وصیت کو قانونی

حیثیت حاصل ہوگی۔ (البتہ اس کے خاص شرائط اور احکام ہیں جو فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ وہاں دیکھ لیا جائے یا کسی عالم دین کی طرف رجوع کیا جائے)۔

وصیت ایک دینی وشرعی معاملہ ہے

یاد رکھیے! اگر کسی کے پاس کسی کی کوئی چیز امانت کے طور پر رکھی ہے یا اس پر کسی شخص کا قرض ہے یا کسی طرح کا حق ہے تو اس کی واپسی اور اس کی ادائیگی کی وصیت کرنا واجب اور ضروری ہے۔ اس کو لکھ کر محفوظ رکھنا چاہیے، کیونکہ موت کا کچھ پتہ نہیں، کب آجائے۔ اس لیے جس کا جو حق ہے یا قرضہ ہے یا امانتیں ہیں یا دینی فرائض اور واجبات ہیں، جن کی ادائیگی باقی ہے۔ ان سب کو کاپی میں لکھ کر رکھے اور وصیت تیار رہے تا کہ اچانک موت آجائے تو ورثاء ان سب کو ادا کردیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''کسی ایسے مسلمان بندے کے لئے جس کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جس کے بارے میں وصیت کرنی چاہئے تو درست نہیں کہ وہ دو راتیں گذار دے مگر اس حال میں کہ اس کا وصیت نامہ لکھا ہوا ہو اور اس کے پاس موجود ہو۔'' (معارف الحدیث جلد ۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارکہ وصیت سے متعلق سن کر ایک دن بھی ایسا نہیں گذرا کہ میرا وصیت نامہ میرے پاس نہ ہو۔

وصیت بھی گناہوں کی معافی اور مغفرت والا عمل ہے۔ یہ وصیت اگر اللہ کی رضا اور ثواب آخرت کی نیت سے کی گئی ہے تو یقیناً باعث مغفرت ہے۔

افسوس ہے کہ آج کل وصیت نامہ لکھنے لکھانے کا رواج بہت کم رہ گیا ہے۔ حالانکہ یہ دنیوی لحاظ سے بہت ضروری ہے۔ اس میں بہت خیر ہے۔ وصیت نامہ کے ذریعہ عزیزوں، رشتہ داروں اور خصوصاً وارثوں کے درمیان بعد میں اٹھنے والے بہت سے نزاعات اور جھگڑوں کا بھی انسداد ہو سکتا ہے۔

وصیت میں وارث کو نقصان نہ پہنچایا جائے ورنہ؟

صحیح وصیت کرنے پر جہاں گناہوں کی معافی و مغفرت کا وعدہ ہے وہیں وصیت میں وارثوں کو نقصان پہنچانا بھی بہت بڑا ظلم اور گناہ ہے اور جنت کی میراث سے محرومی کا سبب ہے۔

حدیث مبارکہ پڑھیے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ایک آدمی اگر ساٹھ سال کی عبادت بھی کرے اور موت کے وقت کسی کو وصیت میں نقصان پہنچا کر وارث کو وراثت سے محروم رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی میراث سے محروم کرے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حقدار کو حق دیا ہے تو اس کو محروم کرنے کا کوئی جواز نہیں۔

وصیت میں گڑبڑ کرنے والے سوچیں

بار بار غور کریں اور دیکھیں کہ انسان خود تو جا رہا ہے، مال پیچھے رہ گیا۔ کوئی بھی لے۔ آپ کو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ تو بہتر یہ ہے کہ وہ شریعت کے فیصلوں کے مطابق ہو۔ جب ہم نہیں رہے تو ہمارا مال ہمارے فائدے کا تو نہیں ہے۔ اس لیے اللہ کی نافرمانی کر کے غلط وصیتیں لکھنا اور کچھ لوگوں کو ترجیح دینا اور کچھ لوگوں کو حق سے محروم کر دینا، یہ خود کرنے والے کے لیے بھی نقصان دہ ہے۔ اس حوالے سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۳﴾ (سورۃ النساء، آیت ۱۳)

ترجمہ:...... (یہ حکم اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ دانا و بینا ہے۔) یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں، جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا اسے اللہ تعالیٰ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جس کی نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور ان باغوں میں وہ ہمیشہ رہے گا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

شریعت کے مطابق وصیت کرنے پر گناہ معاف

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے وصیت کی حالت میں انتقال کیا (یعنی اس حالت میں کہ اپنی مالیت اور معاملات وغیرہ کے بارے میں جو وصیت کرنی چاہئے تھی وہ اس نے صحیح صحیح کی) تو اس کا انتقال ٹھیک راستے میں اور شریعت پر چلتے ہوئے ہوا اور اس کی موت تقویٰ اور شہادت والی موت ہوئی اور اس کی مغفرت ہو گئی۔

(معارف الحدیث، جلد ۷ بحوالہ ابن ماجہ)

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ یہ بہت حساس معاملہ ہے۔ اس کے لکھنے لکھانے میں انتظار نہیں کرنا چاہئے کہ جب مرنے لگیں گے تو لکھ دیں گے۔ معلوم نہیں موت کا فرشتہ کب آجائے۔ لہٰذا اس میں سستی اور تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔

مسئلہ...... جس شخص کے وارث ہوں اس کو فی سبیل اللہ یا مصارف خیر کے لئے بھی اپنے تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنا جائز نہیں۔ اس پر آئمہ وعلماء کرام کا اتفاق ہے۔

ہاں اپنی زندگی میں فی سبیل اللہ یا مصارف خیر میں جو کچھ خرچ کرنا چاہے تو کر سکتا ہے...... تہائی کی یہ قید موت کے بعد سے متعلق وصیت ہی کے بارے میں ہے۔ (از معارف الحدیث، جلد ۷)

مسئلہ...... یہ مسئلہ بھی ذہن نشین رہے کہ جس طرح وصیت کرنا ایک دینی وشرعی معاملہ ہے اسی طرح مرنے کے بعد میت کی جائز وصیت ایک تہائی مال میں ورثاء کو پوری کرنا بھی ضروری ہے...... اگر ایک تہائی مال میں اس کی جائز وصیت پوری نہ کی تو یہ ایک حق تلفی ہے جو صریح گناہ ہے...... البتہ کسی ناجائز کام پر خرچ کرنے کی وصیت کی ہو تو اسے پورا کرنا جائز نہیں۔

(احکام میت، حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ)

وصیت کو بدلنے کا گناہ

جب وصیت کرنے والا وصیت کر کے وفات پا گیا تو اس کے ورثاء یا جس کو اس کا وصی یا مختار بنایا ہے ان لوگوں پر ضروری ہے کہ مرنے والے نے جو وصیت کی ہے اس کے مطابق شرعی اصولوں پر نافذ کریں۔ وصیت کرنے والا تو دنیا سے چلا گیا، اس کے اختیارات ختم ہو گئے۔ اب مال دوسروں کے قبضے میں ہے۔ ان لوگوں پر لازم ہے کہ وصیت کو صحیح طریقے پر نافذ کریں، جس کو جو دینا ہے اس کو دینے سے گریز نہ کریں۔ اب وصیت نافذ کرنے اور مال تقسیم کرنے کی ذمے داری انہیں پر ہے۔ یہ لوگ آخرت کو سامنے رکھ کر سارا کام انجام دیں۔ وصیت کو تبدیل نہ کریں۔ اگر وصیت میں تبدیلی کریں گے تو گنہگار ہوں گے اور آخرت میں باز پرس ہو گی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَ مَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ ط

(سورۃ البقرہ، آیت ۱۸۱)

''پھر جو شخص (وصیت کو) سننے کے بعد اس کو بدل دے، اس کا گناہ انہیں لوگوں پر ہوگا جو اس کو تبدیل کریں گے۔'' (تفسیر انوار البیان)

مسئلہ:...... وصیت کرنے میں پہلے فرائض کو مقدم کیا جائے۔ مثلاً اگر وصیت کرنے والے نے حج فرض نہیں کیا تھا یا اس کے ذمے زکوٰۃ فرض تھیں اس نے نہیں دیں یا کفارہ واجبہ ہیں جن کی ادائیگی باقی ہے تو ان چیزوں کی ادائیگی کو وصیت میں مقدم کرے۔ اگر اس نے فرائض اور واجبات کے ساتھ غیر فرض اور غیر واجب کاموں کی وصیت کر دی تب بھی اُن لوگوں پر لازم ہے جن کے قبضے میں مرنے والے کا مال آ جائے تو وہ فرائض اور واجبات کو مقدم کریں، اگرچہ اس نے وصیت میں اس کا ذکر بعد میں کیا ہو۔ (از تفسیر انوار البیان، جلد ۲)

وارثوں کو نقصان پہنچانے کی مختلف صورتیں

جو وصیت عادلانہ نہ ہو اور اس میں وارثوں کو نقصان پہنچانے کی مختلف صورتیں ہیں۔ مثلاً اس میں سے ایک صورت یہ ہے کہ دور کے رشتہ داروں کے وصیت کر دے اور قریب کے رشتہ داروں کو چھوڑ دے۔ ایک صورت یہ ہے کہ چونکہ بیٹوں کے ہوتے ہوئے پوتوں کو میراث نہیں مل سکتی اور کسی ایک بیٹے کو زیادہ مال پہنچانا چاہتا ہے تو پوتوں کے غیر وارث ہونے کا بہانہ بنا کر پوتوں کے لیے وصیت کر دے تا کہ ان پوتوں کے باپ کو زیادہ مال پہنچ جائے ور ایک صورت یہ ہے کہ بعض لوگ بیٹیوں کو میراث سے محروم کرنے کے لیے زندگی ہی میں بیٹوں کے نام یا کسی ایک بیٹے کے نام جائیداد کر دیتے ہیں تا کہ دوسری اولاد محروم ہو جائے۔ اس کے علاوہ اور بھی طرح طرح کی غیر شرعی وصیتیں کر جاتے ہیں، جس سے گنہگار ہوتے ہیں۔

مسئلہ:...... وارث کو میراث سے محروم کرنے کے لیے کسی کو مال ہبہ کر دینا جائز نہیں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنے وارث کی میراث سے کوئی حصہ کاٹ دیا تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کی میراث کاٹ دیں گے۔

(تفسیر انوار البیان، جلد ۲ بحوالہ سنن ابن ماجہ)

علم وراثت کی اہمیت اور تقسیم میراث کا فریضہ

تقسیم میراث وہ اہم فریضہ ہے جس میں کوتاہی عام ہے۔ اس اہم فریضے کے تارک عام پائے جاتے ہیں۔ یہ بات اکثر دیکھنے میں آتی ہے کہ کوئی شخص فوت ہوتا ہے تو اس کے ترکے پر کوئی ایک وارث یا چند ورثا مل کر قابض ہو جاتے ہیں۔ کسی دوسرے کا حق کھانا حرام ہے اور حرام کھانے پر جہاں آخرت میں عذاب ہوگا، وہیں دنیا میں بھی اس کے بڑے نقصانات ہیں۔ یہ دین سے دوری کا سبب ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم علم فرائض (علم میراث) سیکھو اور لوگوں کو بھی سکھاؤ، کیونکہ میں وفات پانے والا ہوں اور بلاشبہ عنقریب علم اٹھایا جائے گا اور بہت سے فتنے ظاہر ہوں گے، یہاں تک کہ دو آدمی حصہ میراث کے بارے میں باہم جھگڑا کریں گے اور انہیں ایسا کوئی شخص نہیں ملے گا جو ان کے درمیان اس کا فیصلہ کرے۔ میراث نصف علم ہے۔ تم فرائض (میراث) سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ کہ وہ نصف علم ہے بلاشبہ وہ بھلا دیا جائے گا اور میری امت سے یہی علم سب سے پہلے سلب کیا جائے گا۔

وارثوں کے لیے مال چھوڑنا بھی ثواب ہے

وارثوں کے لیے مال چھوڑ کر جانا بھی ثواب ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ میں فتح مکہ کے سال ایسا بیمار ہوا کہ یہ محسوس ہونے لگا کہ ابھی موت آنے والی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے پاس بہت سا مال ہے اور (فرائض میراث کے اعتبار سے) صرف میری بیٹی کو میراث کا حصہ پہنچتا ہے تو کیا میں اپنے پورے مال کی وصیت کر دوں؟ فرمایا: نہیں۔ میں نے عرض کیا: آدھے مال کی وصیت کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ میں نے عرض کیا: تہائی مال کی وصیت کر دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، تہائی مال کی وصیت کر سکتے ہو اور تہائی (بھی) بہت ہے۔ بلاشبہ اگر تم اپنے وارثوں کو (جن کو عصبہ ہونے کے اعتبار سے میراث پہنچتی ہے) مالدار ہونے کی حالت میں چھوڑو تو یہ اُس سے بہتر ہے کہ تم انہیں تنگدستی کی

حالت میں چھوڑو، جو لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلایا کریں اور اس میں شک نہیں کہ تم جو بھی کوئی خرچہ کرو گے۔ جس سے اللہ کی رضا مطلوب ہو تو اس کا ثواب ملے گا، یہاں تک کہ ایک لقمہ اٹھا کر اپنی بیوی کے منہ میں دے دو گے تو اس کا بھی ثواب ملے گا۔ (تفسیر انوار البیان، جلد ا بحوالہ بخاری، جلد ا)

گناہ کی وصیت کرنا گناہ ہے

کسی بھی گناہ کی وصیت کرنا حلال نہیں۔ اگر کوئی شخص گناہوں میں مال خرچ کرنے کی وصیت کر دے تو وہ نافذ نہ ہوگی۔ مثلاً شرک اور بدعت کے کاموں کے لیے کوئی شخص وصیت کر دے تو وہ بھی نافذ نہ ہوگی۔ اس لیے متعلقین اور ورثا پر لازم ہے کہ اس کی اس طرح کی وصیت کو نافذ نہ کریں۔ (تفسیر انوار البیان، جلد ا)

(اللہ تعالیٰ شریعت پر مکمل طور پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین)

باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرنے پر وعید جہنم

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ وَاَبِیْ بَكْرَةَ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ وَهُوَ یَعْلَمُ فَالْجَنَّةُ عَلَیْهِ حَرَامٌ

(مشکوٰۃ از بخاری ومسلم)

"حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے جانتے ہوئے اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے کو اپنا باپ بتایا تو اس پر جنت حرام ہے۔"

حدیث مذکورہ میں ایسے لوگوں کو جو اپنے آپ کو غیر باپ کی طرف منسوب کرتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ اس کا باپ نہیں تو ایسے شخص پر جنت حرام، دوزخ اس کا ٹھکانا بتلایا گیا ہے۔

نسب اور خاندان فضیلت کی چیز نہیں

اس وقت دنیا میں یہ گناہ بھی عام ہو گیا ہے کہ لوگ نسب کی بنیاد پر فخر کرتے ہیں۔ یہ سلسلہ عرب جاہلیت میں بہت رائج تھا۔ اسلام نے اس کو مٹایا۔ لیکن آج کی دنیا پھر اس میں مبتلا ہو گئی۔ کفار تو کفار مسلمانوں میں بھی دوبارہ یہ بلا پیدا ہو گئی ہے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سخت وعید فرمائی ہے اور واضح فرمایا ہے کہ نسب کوئی قابل فخر چیز نہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز طواف سے فارغ ہونے کے بعد

ایک خطبہ دیا، جس میں ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے تم سے عیوب جاہلیت اور غرور وتکبر کو دور فرمایا۔''

(اب) انسان کی (صرف) دو قسمیں ہیں۔ ایک نیک متقی اور وہ اللہ کے نزدیک عزت والا ہے اور دوسرا فاسق وفاجر اور وہ اللہ کی نزدیک ذلیل ہے۔

استاذ محترم شیخ اسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم اپنے اصلاحی خطبات میں فرماتے ہیں:

بات دراصل یہ ہے کہ ''نسب'' اور ''خاندان'' کا معاملہ ایسا ہے کہ اس پر کوئی دینی فضیلت موقوف نہیں۔ کوئی شخص کسی بھی نسب اور خاندان سے تعلق رکھتا ہو، لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو ''تقویٰ'' عطا فرمایا ہے تو وہ اچھے سے اچھے نسب والے سے بہتر ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے صاف اعلان فرمادیا:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقٰكُمْ ط (سورۃ الحجرات، ۱۳)

یعنی اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ مرد حضرت آدم علیہ السلام اور عورت حضرت حوا علیہا السلام۔ اس لیے جتنے بھی انسان دنیا میں آئے ہیں، سب ایک ماں باپ کی اولاد ہیں۔ البتہ ہم نے یہ جو مختلف قبیلے بنادیے کہ کسی انسان کا تعلق کسی قبیلے سے ہے اور کسی انسان کا تعلق کسی خاندان سے ہے۔ یہ خاندان اور قبیلے اس لیے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ اگر سب انسان ایک ہی قبیلے کے ہوتے تو ایک دوسرے کو پہچاننے میں دشواری ہوتی۔ لیکن کسی قبیلے کو دوسرے قبیلے پر کوئی فضیلت نہیں، بلکہ تم میں سب سے زیادہ بلند مرتبہ والا اور عزت والا وہ ہے جس میں تقویٰ زیادہ ہے۔

لہٰذا نسب پر فخر کرنے کی ضرورت نہیں۔ مدار عزت اللہ کے نزدیک تقویٰ وعمل صالح ہے (انساب وقبائل نہیں)۔

حجۃ الوداع میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع میں ایام تشریق کے

درمیان ایک خطبہ دیا، جس کے بعض کلمات یہ تھے:

"اے لوگو! تمہارا مالک پروردگار ایک ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر یا عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کسی کالے کو گورے پر، نہ گورے کو کالے پر، مگر تقویٰ کے ساتھ۔"

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ط (سورۃ الحجرات، آیت ۱۳)

پھر حاضرین سے خطاب کر کے فرمایا کہ میں نے حکم خداوندی اچھی طرح پہنچا دیا یا نہیں؟ لوگوں نے عرض کیا: بے شک آپ نے پہنچا دیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم حاضرین یہ نصائح غائبین تک پہنچا دیں۔ (بیہقی)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے۔ ہر قوم کو چاہیے کہ اپنے آباء واجداد پر فخر کرنے سے باز آجائے ورنہ اللہ کے نزدیک وہ نجاست کے کیڑوں سے بھی زیادہ ذلیل ہو جائیں گے۔" (رواہ البزار فی مسندہ)

نسب بدلنے والے پر جنت حرام

نسب کے معاملے میں دوسری بے اعتدالی یہ ہے کہ بعض لوگ اپنا آبائی نسب چھوڑ کر اپنے آپ کو دوسرے انساب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ایک قوم اس میں سرگرم ہے کہ اپنے آپ کو انصاری ثابت کرے اور اپنا نسب انصار سے جا ملائے تو دوسری اس کے درپے ہے کہ اپنے آپ کو قریش میں داخل کرے۔ تیسری یہ چاہتی ہے کہ راعی بن کر عرب میں داخل ہو جائے۔ کوئی اس فکر میں ہے کہ اپنے آپ کو شیخ، صدیقی، فاروقی، عثمانی یا علوی ظاہر کرے، تو کوئی سید بننے کے درپے ہے۔ اور منشاء اس کا تکبر وغرور ہے جو فی نفسہ بھی کبیرہ گناہ ہے اور اس کی وجہ سے یہ نسب بدلنا مستقل دوسرا کبیرہ گناہ ہے۔ احادیث صحیحہ صریحہ میں اس پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص اور ابو بکر رضی اللہ عنہما کی روایت پیچھے گزری ہیں، فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من ادعی الی غیر ابیہ وھو یعلم انہ غیر ابیہ فالجنۃ علیہ حرام۔

(رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد وابن ماجہ)

''جو شخص اپنے آپ کو اپنے باپ کے سوا کسی اور کی طرف منسوب کرے، حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ میرا باپ نہیں تو اس پر جنت حرام ہے۔''

نسب بدلنے والے کی کوئی عبادت قبول نہیں

اسی مضمون کی ایک حدیث بخاری و مسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ بخدا ہمارے پاس سوائے اس کتاب اللہ کے اور کوئی نیا قرآن نہیں، جس کو ہم پڑھتے ہوں، البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک والا نامہ ہے جس میں چند احکام مذکور ہیں، جس کو کھول کر سنایا۔ اس میں منجملہ دوسرے احکام کے ایک یہ بھی تھا کہ:

من ادعی الی غیر ابیه او انتمی الی غیر موالیه فعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین لایقبل الله منه یوم القیامة عدلا ولا صرفا۔

(رواہ البخاری و مسلم وابوداؤد وابن ماجہ ترغیب و ترہیب، ۳/۸۸)

جو شخص اپنے باپ کے سوا کسی دوسرے کی طرف اپنی نسبت کرے یا آزاد کردہ غلام اپنے آپ کو اپنے آقا کے قبیلے کے سوا اور قبیلے کی طرف منسوب کرے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ اس کا فرض قبول فرمائے گا نہ نفل۔

(بخاری و مسلم وابوداؤد)

نسب بدلنے والا جنت کی خوشبو سے بھی محروم ہوگا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے آپ کو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف منسوب کرے وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا، حالانکہ اس کی خوشبو ستر سال کی مسافت سے محسوس ہوتی ہے۔ (مسند احمد وابن ماجہ از ترغیب ۳/۸۸)

غیر کی طرف منسوب کرنا کفر ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (اپنے کو غیر کی طرف منسوب کرکے) اپنے آباء سے اعراض مت کرو، اس لیے کہ جس نے اپنے باپ سے اعراض کیا اس نے کفر کیا۔ (متفق علیہ)

زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنے باپوں سے (جو عرف میں کم درجہ کے سمجھے جاتے تھے) اعراض کر کے کسی مشہور و معزز شخص کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اس سے ممانعت کی گئی، تو پھر فَقَدْ کَفَرَ کے معنی ناشکری کے ہیں کہ اس نے اپنے باپ کی ناشکری کی اور حق تعالیٰ شانہ کی بھی ناشکری کی۔ باپ جیسی نعمت اس کی دی ہوئی ہے۔

یا فَقَدْ کَفَرَ کے معنی یہ ہیں کہ اس نے کفار کے فعل کے ساتھ مشابہت اختیار کی، یا یہ مطلب ہے کہ اس کا یہ عمل کفر کا ذریعہ بن سکتا ہے کہ آج باپ جیسی منعم و محسن سے اعراض کر رہا ہے (مخلوق میں اس کا سب سے بڑا محسن ہے) تو وہ محسن و منعم حقیقی تعالیٰ شانہ سے بھی اعراض کر سکتا ہے۔ غرض یہ بڑی ہی سخت چیز ہے اور آج بہت سی قومیں، برادریاں اپنے کو بلا دلیل کسی اونچی شخصیت کی طرف نسبت کرنے میں بہت مبتلا ہیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص کسی ایسے نسب کا دعویٰ کرے جو اس کے لیے معروف نہیں تو اس نے اللہ تعالیٰ کا کفر کیا (یعنی نافرمانی کی) یا کسی نسب سے تبری کی، اگرچہ وہ ادنیٰ نسب ہو تو اس نے اللہ تعالیٰ کا کفر کیا۔'' (طبرانی)

احادیث مذکورہ کی اس قدر سخت وعیدوں کے سننے اور سمجھنے کے بعد کیا کوئی مسلمان نسب بدلنے اور خلاف واقع ظاہر کرنے پر جرأت کرے گا۔ (از ترک گناہ اور معاشرہ)

لہٰذا کیوں اپنے آپ کو غلط خاندان کی طرف منسوب کر کے گناہ کا ارتکاب کیا جائے؟ اس لیے جس شخص کا جو نسب ہے وہ اسی کو بیان کرے اور نسب بیان کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ بیان نہ کرے۔ لیکن اگر بیان کرتا ہے تو وہ نسب بیان کرے جو اپنا واقعی نسب ہے۔ بلاوجہ دوسرے نسب کی طرف منسوب کر کے لوگوں کو غلط فہمی میں مبتلا کرنا جائز نہیں، اس پر بڑی سخت وعیدیں بیان فرمائی گئی ہیں۔ جو سب آپ اوپر پڑھ چکے ہیں۔

(اللہ تعالیٰ اس عظیم گناہ سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین)

اپنے کہے پر عمل نہ کرنے پر وعید جہنم

عَنْ اُسَامَۃَ بْنِ زَیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُجَآءُ بِالرَّجُلِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَیُلْقٰی فِی النَّارِ فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُہٗ فِی النَّارِ فَیَطْحَنُ فِیْھَا کَطَحْنِ الْحِمَارِ بِرَحَاہُ فَیَجْمَعُ اَھْلُ النَّارِ عَلَیْہِ فَیَقُوْلُوْنَ اَیْ فُلَانِ مَاشَاْنُكَ اَلَیْسَ کُنْتَ تَاْمُرُنَا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَانَا عَنِ الْمُنْکَرِ قَالَ کُنْتُ اٰمُرُکُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا اٰتِیْہِ وَاَنْھَاکُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاٰتِیْہِ۔ (رواہ مسلم)

"حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ پس جلدی سے اس کی انتڑیاں جہنم میں نکل پڑیں گی۔ پس وہ اپنی انتڑیوں کے ساتھ گھومے گا، یعنی ان کے گرد چکر لگائے گا جیسے گدھا اپنی چکی کے ساتھ چکر لگاتا ہے (چکی کے اردگرد گھومتا ہے)۔ پس سب جہنم والے اس پر جمع ہو کر کہیں گے یہ تیری کیا حالت ہے؟ کیا تو ہم کو اچھائیوں کا حکم نہیں کرتا تھا اور کیا تو ہم کو برائیوں سے نہیں روکتا تھا؟ وہ کہے گا میں تم کو اچھائی کا حکم کرتا تھا اور خود اس پر عمل نہیں کرتا تھا اور تم کو بری بات سے روکتا تھا اور خود اس کو کرتا تھا۔"

حدیث مذکورہ میں ایسے واعظوں اور مبلغوں کے لیے جہنم میں دخول اور وہاں کی حالت زار کا ذکر ہے جو دوسروں کو نصیحت کرتے ہیں اور خود عمل نہیں کرتے۔

بے عمل واعظ کی مذمت

سورہ بقرہ کی بڑی اہم آیت مبارکہ ہے:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾ (سورہ بقرہ، آیت ۴۴)

''کیا تم لوگوں کو بھلائی کا حکم کرتے ہو اور اپنے نفسوں کو بھول جاتے ہو۔ حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو۔ تو کیا تم سمجھ نہیں رکھتے۔''

اس آیت مبارکہ میں خطاب اگرچہ علماء یہود کو ہے، ان کا حال یہ تھا کہ یہ لوگ قرآن کریم کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق جانتے تھے اور پوشیدہ طور پر اپنے رشتہ داروں، دوستوں کو یہ تلقین کرتے تھے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے رہو اور دین اسلام کو قبول کر کے اس پر قائم رہو (یہ علامت ہے اس بات کی کہ علماء یہود دین اسلام کو یقینی طور پر حق سمجھتے تھے) مگر خود نفسانی خواہشات سے اتنے مغلوب تھے کہ اسلام قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔

تفسیر ابن کثیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی لڑکے کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اس کے سر کے پاس تشریف فرما ہو گئے اور آپ نے اس کو اسلام کی دعوت دی۔ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو وہاں موجود تھا۔ اس کے باپ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ ابوالقاسم (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات مان لے۔ (ابوالقاسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ہے) چنانچہ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں سے یہ کہتے ہوئے تشریف لائے کہ سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے اُسے دوزخ سے بچا دیا۔ (بخاری، جلد ۱)

خلاصہ مختصر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علماء یہود کو عار دلائی ہے کہ جو خیر کا حکم کرے اسے تو خیر میں دوسروں سے زیادہ آگے بڑھنا چاہیے، لیکن معنی کے اعتبار سے یہ ہر اس شخص کی مذمت ہے جو دوسروں کو تو نیکی اور بھلائی کی ترغیب دے مگر خود عمل نہ کرے۔ دوسروں کو تو خدا سے ڈرائے مگر

خود نہ ڈرے۔ ایسے شخص کے بارے میں احادیث میں بڑی ہولناک وعیدیں آئی ہیں۔

بے عمل واعظوں اور مقرروں کی سزا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں معراج کی رات میں ایسے لوگوں پر گذرا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ میں نے دریافت کیا کہ اے جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں۔ جو وہ باتیں کہتے ہیں ان پر عمل نہیں کرتے۔ (مشکوۃ المصابیح از ترمذی)

اس حدیث پاک میں ان واعظوں اور مقرروں کی سزا بتائی گئی ہے جو وعظ اور تقریر کے ذریعہ مجلسیں گرم کرتے ہیں، لیکن جو احکام سناتے ہیں ان پر خود عمل نہیں کرتے۔ سزا بھی بہت سخت ہے۔ قینچی سے ہونٹ کاٹا جانا کتنی بڑی سزا ہے۔ پھر جبکہ قینچیاں بھی آگ کی ہوں تو اس کی سزا اور عذاب کا کیا ٹھکانا ہوگا؟ واعظ اور مقرر اپنے وعظ میں جہاں دوسروں کو خطاب کرتے ہیں وہاں ان پر لازم ہے کہ اپنے نفسوں کو بھی مخاطب سمجھیں اور جو احکام بتائیں ان پر خود بھی عمل کریں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾ (سورہ بقرہ، آیت ۴۴)

"کیا کہتے ہو اور لوگوں کو نیک کام کرنے کو بھول جاتے ہو اپنے نفسوں کو حالانکہ تم تلاوت کرتے رہتے ہو کتاب کی تو پھر کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔"

واعظین اور مقررین اپنے قول اور فعل کا جائزہ لیں اور غور کریں کہ قول کے مطابق عمل ہے یا نہیں، اگر نہ ہو تو فکر کریں۔

معارف القرآن جلد ا میں حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ نے تفسیر ابن کثیر کے حوالے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارکہ نقل فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض جنتی بعض دوزخیوں کو آگ میں دیکھ کر پوچھیں گے کہ تم آگ میں کیونکر پہنچ گئے، حالانکہ ہم تو بخدا انہی نیک اعمال کی بدولت جنت میں داخل ہوئے ہیں، جو ہم نے تم سے سیکھے تھے۔ اہل دوزخ کہیں گے کہ ہم زبان سے کہتے ضرور تھے لیکن خود نہیں کرتے تھے۔ (معارف القرآن، جلد ۲)

خلاصہ کلام

مذکورہ بالا آیات اور آیات شریفہ کا مقصد یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں (نیکیوں کا حکم دیں، برائیوں سے روکیں) اور خود بھی اس پر عمل کریں۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ نہ عمل کریں نہ امر بالمعروف کریں نہ نہی عن المنکر کریں۔ مبلغ اور مصلح کو عمل کی طرف متوجہ فرمایا گیا ہے کہ وہ اپنے نفس کو نہ بھولیں۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ جو عمل نہ کرے وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ بیٹھے۔ اس کو خوب سمجھ لینا چاہیے۔ (از تفسیر انوار البیان، جلد ۱ صفحہ ۹۶)

حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ نے معارف القرآن میں یہ واضح فرمایا ہے کہ مذکورہ آیات اور مذکورہ حدیث مبارکہ سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ بے عمل یا فاسق کے لیے دوسروں کو وعظ و نصیحت کرنا جائز نہیں اور جو شخص کسی گناہ میں مبتلا ہو وہ دوسروں کو اس گناہ سے باز رہنے کی تلقین نہ کرے، کیونکہ کوئی اچھا عمل الگ نیکی ہے اور اس اچھے عمل کی تبلیغ و دعوت دوسری مستقل نیکی ہے اور ظاہر ہے کہ ایک نیکی کو چھوڑنے سے یہ ضروری نہیں ہوتا کہ دوسری نیکی بھی چھوڑ دی جائے۔ لہٰذا آیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بے عمل آدمی کا وعظ کہنا جائز نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ واعظ کو بے عمل نہیں ہونا چاہیے۔ دونوں میں فرق واضح ہے۔ (از معارف القرآن، جلد ۱ صفحہ ۲۱۸)

تکبر وغرور اور فخر کرنے پر وعید جہنم

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَایَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ حَبَّۃٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِیْمَانٍ وَلَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ اَحَدٌ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ حَبَّۃٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ کِبْرٍ (رواہ مسلم)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہے وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا (یعنی ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا)۔ اور جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر (وغرور) ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا (یعنی سزا کے لیے جہنم میں ضرور داخل ہوگا)۔''

حدیث مذکور میں تکبر وغرور جو ایک اخلاقی برائی ہے اس کا انجام ذکر فرمایا گیا ہے کہ جس کے اندر تکبر ہوگا وہ جہنم میں داخل کیا جائے گا۔

تکبر ایک معاشرتی برائی

تکبر ایک بہت بڑی معاشرتی بیماری ہے، جس میں ہم میں سے اکثر لوگ اس میں مبتلا ہیں۔ خود افضل، بہتر اور دوسروں کو حقیر جاننے کا نام تکبر ہے اور جس کے دل میں تکبر پایا جائے

اسے متکبر کہتے ہیں۔

متکبر شخص کو نہ صرف دنیا میں ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے بلکہ اخروی زندگی میں متکبر شخص کا مقدر سوائے ذلت ورسوائی کے کچھ نہ ہوگا۔ متکبر انسان تکبر کی وجہ سے نہ صرف برائیوں کی راہ پر گامزن ہوتا ہے بلکہ وہ تکبر کی وجہ سے بہت سے اچھے کام کرنے سے عاجز ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے متکبرین کی مذمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿١٨﴾ (سورہ لقمان، آیت ۱۸)

''بلاشبہ اللہ ہر ایسے شخص کو دوست نہیں رکھتا جو تکبر کرنے والا، فخر کرنے والا ہو۔''

تکبر بری بلا ہے۔ یہی ابلیس کے ملعون ہونے کا سبب بنا ہے۔

اس آیت میں ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں اور دوسروں کو حقیر جانتے ہیں۔ لفظ ''مختال'' خیلاء سے ماخوذ ہے۔ یہ لفظ اپنے کو بڑا سمجھنے، اترانے، اپنے آپ میں پھولے نہ سمانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اپنے کو بڑا سمجھنا یہ دل کا بہت بڑا روگ ہے اور اکثر گناہ اسی وجہ سے ہوتے ہیں۔ شہرت کا طالب ہونا، اعمال میں ریاکاری کرنا، ناحق پر اصرار کرنا، حق کو ٹھکرانا، شریعت پر چلنے میں خفت محسوس کرنا، گناہوں کو اس لیے نہ چھوڑنا کہ معاشرے والے کیا کہیں گے۔ یہ سب تکبر سے پیدا ہونے والی چیزیں ہیں۔

مختال کی مذمت کے ساتھ ''فخور'' کی بھی مذمت فرمائی ہے۔ لفظ ''فخور'' فخر سے ماخوذ ہے۔ شیخی بگھارنا، اپنی جھوٹی تعریفیں کرنا، لفظ فخر ان سب کو شامل ہے۔ بہت سے لوگوں کو یہ مرض بھی ہوتا ہے کہ مال یا علم یا عہدہ کی وجہ سے فخر کرتے ہیں۔ ان کا ذہن اس طرف نہیں جاتا کہ ان کے پاس جو کچھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور یہ کہ اللہ کے عاجز بندے ہیں جو کچھ نعمتیں اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی ہیں۔ وہ اپنے خالق و مالک کو بھول جاتے ہیں۔ بندہ کا مقام یہ ہے کہ اپنے آپ کو عاجز سمجھے اور شکر گذار رہے اور اللہ کے دوسرے بندوں کو حقیر نہ سمجھے۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ تکبر ایک ایسا عمل ہے جس کی وجہ سے انسان اللہ کریم کی بارگاہ میں ناپسندیدہ ٹھہرتا ہے۔

ایک جگہ فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ

السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ (سورۃ الاعراف، آیت ۴۰)

"بے شک جن لوگوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا اور ان کے مقابلے میں تکبر کیا ان کے لیے آسمانوں کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور وہ اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہوں گے جب تک اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل ہو (یعنی جنت میں کبھی نہ جائیں گے) اور ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا:

وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴿۳۷﴾ (سورہ الاسراء، آیت ۳۷)

"زمین میں اکڑ کر نہ چل، تو نہ زمین کو پھاڑ سکتا ہے نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتا ہے۔"

ایسے ہی سورہ لقمان آیت ۱۸ میں تلقین کی گئی ہے:

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾

"اور لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کر، نہ زمین میں اکڑ کر چل، اللہ کسی خود پسند اور فخر جتانے والے شخص کو پسند نہیں کرتا۔"

تکبر کی وجہ سے ہی ابلیس ملعون ہوا۔ جب اللہ کریم نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ ان کو سجدہ کریں تو تمام فرشتوں نے حکم خداوندی کی تعمیل میں سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کر دیا اور تکبر کر کے کافروں میں سے ہو گیا۔

تمام گناہوں کی جڑ "تکبر" ہے

بہر حال تکبر سارے گناہوں کی جڑ ہے۔ تکبر سے غصہ پیدا ہوتا ہے۔ تکبر سے حسد پیدا ہوتا ہے۔ تکبر سے بغض پیدا ہوتا ہے۔ تکبر کی بنیاد پر دوسروں کی دل آزاری ہوتی ہے۔ تکبر سے دوسروں کی غیبت ہوتی ہے۔ جب تک دل میں تواضع نہ ہوگی، اس وقت تک ان برائیوں

سے نجات نہ ہوگی۔ اس لیے ایک مومن کے لیے تواضع کو حاصل کرنا اور تکبر سے بچنا بہت ضروری ہے۔

تواضع اور تکبر دونوں کا انجام مختلف

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک دن خطبہ میں برسر منبر فرمایا: لوگو! تواضع اور خاکساری اختیار کرو، کیونکہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے: جس نے اللہ کے لیے (یعنی اللہ کا حکم سمجھ کر اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے) خاکساری کا رویہ اختیار کیا (اور بندگان خدا کے مقابلے میں اپنے کو اونچا کرنے کے بجائے نیچا رکھنے کی کوشش کی) تو اللہ تعالیٰ اس کو بلند کرے گا، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنے خیال اور اپنی نگاہ میں تو چھوٹا ہوگا، لیکن عام بندگان خدا کی نگاہوں میں اونچا ہوگا اور جو کوئی تکبر اور بڑائی کا رویہ اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو نیچے گرا دے گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ عام لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل وحقیر ہو جائے گا۔ اگرچہ خود اپنے خیال میں بڑا ہوگا، لیکن دوسروں کی نظر میں وہ کتوں اور خنزیروں سے بھی زیادہ ذلیل اور بے وقعت ہو جائے گا۔ (بیہقی)

متکبروں کا حشر اور آخرت کی ذلت ورسوائی

حضرت عمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تکبر والوں کا حشر قیامت کے دن چیونٹیوں کی طرح ہوگا (جسم چیونٹیوں کے برابر ہوں گے اور) صورتیں انسانوں کی ہوں گی۔ ہر طرف سے اُن پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی، ان کو دوزخ کے جیل خانہ کی طرف چلایا جائے، جس کا نام بُولَس ہے۔ ان لوگوں کو جلانے والی آگ چڑھی ہوگی، ان کو دوزخیوں کے جسم کا نچوڑ پلایا جائے گا (جس کا نام) طینۃ الخبال ہے۔ (مشکوٰۃ)

جہنم میں کس قسم کے لوگ داخل ہوں گے

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے

سنا: کیا میں تمہیں جہنمیوں کی خبر نہ دوں؟ یعنی:

كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ۔

ہر سرکش، بخیل اور متکبر جہنمی ہے۔ (بخاری و مسلم)

جنت میں کس قسم کے لوگ داخل ہوں گے

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"میں اہل جنت کے متعلق بتادوں کہ وہ کون لوگ ہیں؟"

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ضرور یا رسول اللہ!

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ ضَعِيفٍ مُسْتَضْعَفٍ

"ہر وہ انسان جو کمزور ہو اور لوگ بھی اسے کمزور سمجھتے ہوں۔"

نیک ہو، دیندار ہو، پرہیز گار ہو، لیکن اس کی عظمت لوگوں کے دلوں میں نہ ہو اور خود بھی اپنے کو چھوٹا ہی سمجھتا ہو، وہ جنت میں جائے گا۔ اس کی نیکی، اس کی تواضع کی وجہ سے اللہ کے یہاں اس کی عظمت کا یہ حال ہے کہ:

"اگر وہ اللہ کے اوپر کسی بات کی قسم کھا بیٹھے کہ ایسا ضرور ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور پورا کردیں گے۔"

جنت اور جہنم کا مکالمہ

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت اور دوزخ نے باہم جھگڑا کیا۔ دوزخ نے کہا: میرے اندر بڑے بڑے سرکش اور متکبر لوگ ہوں گے اور جنت نے کہا میرے اندر کمزور اور مسکین قسم کے لوگ ہوں گے۔ تو اللہ جل شانہ نے ان کے درمیان فیصلہ فرمایا کہ اے جنت! تو میری رحمت ہے، میں تیرے ذریعے سے جس پر چاہوں گا رحم کروں گا اور اے دوزخ! تو میرا عذاب ہے، میں تیرے ذریعے سے جسے چاہوں گا عذاب دوں گا اور تم دونوں کے بھرنے کی ذمے داری مجھ پر ہے۔ (رواہ مسلم)

تکبر اور جمال پسندی......دو مختلف چیزیں

صاف ستھرے مکان لیں رہائش رکھنا ہرگز تکبر کی علامت نہیں۔تکبر کا تعلق لباس، مکان اور سواری سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق دل سے ہے۔ممکن ہے جو آپ کو درویشانہ اور فقیرانہ لباس میں دکھائی دیتا ہے اس کا دل تکبر کی نجاست سے آلودہ ہو اور جو آپ کو امیرانہ لباس میں نظر آتا ہے اس کا دل تواضع سے سرشار ہو۔

حدیث میں آتا ہے کہ ایک موقع پر نبی کریم ﷺ نے تکبر کی مذمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہو گا وہ جنت میں نہیں جا سکتا۔

ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ! کسی کو اچھے کپڑے یا اچھا جوتا پہننے کا شوق ہوتا ہے، کیا یہ بھی تکبر میں شامل ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تکبر نہیں، یہ تو جمال ہے۔اللہ تعالیٰ خود جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔تکبر یہ ہے کہ سچائی کے مقابلے میں اکڑ جاؤ اور گوارا نہ کرو کہ تمہاری بات ہو اور لوگوں کو حقیر سمجھو۔(ترمذی)

بالوں کی تراش خراش لباس کی صفائی ستھرائی اور مکان کی مناسب آرائش یہ چیزیں تکبر نہیں ہیں۔

جمع الفوائد میں ہے کہ آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ایک صاحب اس حال میں آئے کہ ان کے سر اور داڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے۔آپ ﷺ نے بالوں کو درست کرنے کا اشارہ فرمایا: وہ صاحب گئے اور بال درست کر کے حاضر ہوئے۔آپ ﷺ نے فرمایا: پہلے تم ایسے لگ رہے تھے، جیسے بھوت ہو کیا یہ شکل اس سے بہتر نہیں۔

ایک مشہور حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے دس چیزوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ انسانی فطرت میں داخل ہیں، اللہ کے تمام نبی اور رسول ان پر عمل کرتے رہے ہیں۔

یعنی مسواک کرنا، کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، انگلیوں کے پوروں اور جوڑوں کو صاف رکھنا، مونچھیں کٹوانا، داڑھی بڑھانا، ناخن کٹوانا، بغل کے بال دور کرنا، ختنہ کرنا، ناف کے نیچے بال صاف کرنا۔(مسلم ۱/۱۲۹)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام انبیاء کرام ﷺ صفائی اور پاکیزگی کو پسند فرماتے

تھے اور یہ کہ جمال پسندی تکبر کی علامت نہیں بلکہ فطرت کے سلیم اور صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

(از ندائے منبر ومحراب)

خلاصہ کلام یہ کہ تکبر ایک ایسے مہلک مرض کا نام ہے جو چشم زدن میں اعمال کو رائیگاں کر دیتا ہے۔ تکبر سے انسان تباہی کے دہانے پر پہنچ جاتا ہے۔ تکبر سے دنیا بھی برباد ہوتی ہے اور آخرت میں بھی ناکامی مقدر بن جاتی ہے۔ بخلاف تواضع وانکساری کے کہ یہ مومن کی شان بھی ہے اور نجات کا سبب بھی ہے۔ پس جو متکبر اور مغرور ہوگا بربادی، تباہی، ہلاکت اس کا مقدر ہوگی اور جو متواضع اور منکسر المزاج ہوگا دنیا میں بھی کامیاب اور آخرت میں بھی کامیاب ہوگا۔

(اللہ تعالیٰ تکبر جیسی مہلک بیماری سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین)

بات کرنے میں بے احتیاطی برتنے پر وعید جہنم

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ یَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰہِ تَعَالٰی مَا یُلْقِیْ لَهَا بَالًا یَرْفَعُهُ اللّٰہُ بِهَا دَرَجَاتٍ وَاِنَّ الْعَبْدَ یَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَةِ مِنْ سُخْطِ اللّٰہِ تَعَالٰی لَا یُلْقِیْ لَهَا بَالًا یَهْوِیْ بِهَا فِیْ جَهَنَّمَ (ریاض الصالحین، رواہ البخاری)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک ایک بندہ (بعض اوقات) اللہ تعالیٰ کی رضا کی بات کہتا ہے اسے توجہ بھی نہیں ہوتی اور اس کی بدولت اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند کرتے ہیں اور بندہ (بعض اوقات) اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے ایسے بول بولتا ہے کہ اسے دھیان بھی نہیں ہوتا کہ وہ اس کی پاداش میں جہنم میں گرا جا رہا ہوتا ہے۔"

حدیث مذکورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جو زبان کی شر اور آفات سے اپنے آپ کو نہیں بچاتے اور ایسے غلط جملے بول دیتے ہیں جہنم کی سزا ان کا مقدر ہو جاتی ہے۔

زبان و بیان کی اہمیت

انسان کی سب سے بڑی خصوصیت بولنے کی صلاحیت ہے۔ صرف آواز نکالنا کوئی کمال نہیں، مطلق کلام پر قادر ہونا اور مخاطب کی بات کو سمجھنا یہ انسانی امتیاز ہے۔ اسی کو ادراک کہا جاتا ہے۔ شعور کا درجہ اس سے کم تر ہے۔ چنانچہ حیوانات میں شعور ہوتا ہے ادراک نہیں ہوتا، انسان

باشعور بھی ہے اور صاحب ادراک بھی، اسی ادراک کی وجہ سے وہ متعدد ذمے داریوں میں مسؤل ہوتا ہے اور اسی لیے وہ مکلف بھی ہے۔

زبان اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت

زبان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے، جس کے ذریعے بندہ اپنے رب کو یاد کرتا ہے اپنے مافی الضمیر کو دوسروں کے سامنے پیش کرتا ہے۔ آپس کے معاملات طے کرنے اور میل جول کا ایک وسیلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس نعمت کو یاد دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۝٨ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۝٩ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝١٠

(سورۃ البلد، آیت ۸،۹)

”کیا ہم نے اسے دو آنکھیں ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دیے اور ہم نے اسے دونوں راہیں دکھادیں۔“

(یعنی خیر و شر کی) اور سورہ رحمٰن میں اس نعمت کا تذکرہ یوں فرمایا:

رحمٰن ہی نے قرآن سکھایا، اس نے انسان کو پیدا کیا، اسی نے انسان کو بولنا اور کلام کرنا سکھایا۔

زبان اور گویائی کی نعمت ایسی نعمت ہے کہ اس کے ذریعے ایک طرف انسان اپنے رب سے اپنا تعلق بڑھاتا ہے، اس کے قریب ہوتا ہے اور دوسری طرف اس کے ذریعے انسانوں سے اپنے تعلقات خوشگوار بناتا ہے اور ان کے دلوں میں اپنے لیے جگہ بناتا ہے۔

اعضاء انسانی میں زبان کی حیثیت

انسان کے اعضاء میں زبان ایک ایسا عضو ہے جو ہے تو چھوٹا لیکن بہ نسبت دوسرے اعضاء کے اس کو خاص قسم کی اہمیت حاصل ہے۔ گو عضو چھوٹا سے ہے لیکن اس کے کرشمے بڑے بڑے ہیں۔ اس کی خوبیاں بھی بہت ہیں اور خرابیاں بھی بہت ہیں۔ اس کی وجہ سے آخرت کے بڑے بڑے درجات بھی نصیب ہوتے ہیں کیونکہ اس سے بڑی بڑی نیکیاں صادر ہوتی ہیں اور دوسرے اعضاء جو نیک کام کرتے ہیں، عموماً ان میں بھی زبان کی معاونت اور شرکت ہوتی ہے اور دوسرا رخ یہ ہے کہ زبان سے بہت سے گناہ ہوتے ہیں اور دوسرے اعضاء کے گناہوں میں بھی اس

کی معاونت اور شرکت ہوتی ہے۔ کفر و شرک کے کلمات زبان ہی سے نکلتے ہیں۔ جھوٹی قسم اسی سے کھائی جاتی ہے۔ جھوٹی گواہی اسی کے ذریعہ دی جاتی ہے۔ غیبت، بہتان، چغلی، کسی کا مذاق بنانا، کافروں و فاسقوں کی تعریف کرنا اور اسی طرح کے بڑے بڑے گناہ اس سے صادر ہوتے ہیں۔

ان سب گناہوں کی آلہ کار زبان ہی بنتی ہے۔ اسی لیے زبان کو ہر وقت قابو میں رکھنے کی تاکید ہے۔ اگر زبان پر گرفت ڈھیلی پڑ جائے تو یہ چھوٹی سی چیز قابو سے باہر ہو جاتی ہے جو دنیا میں بھی پچھتاوے کا باعث بنتی ہے اور آخرت میں بھی باعث نقصان ہوگی۔

تمام اعضاء کی زبان کے آگے فریاد

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب صبح ہوتی ہے تو انسان کے سب اعضاء زبان کے آگے عاجزی کرتے ہیں اور کہتے ہیں تو ہمارے معاملے میں اللہ سے ڈر کیونکہ ہم تیرے ساتھ بندھے ہوئے ہیں۔ تو ٹھیک رہی تو ہم بھی ٹھیک رہیں گے۔ اگر تو نے غلط روی اختیار کی تو ہم بھی غلط روی اختیار کر لیں گے اور پھر اس کا خمیازہ بھگتیں گے۔

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کو مجھ پر سب سے زیادہ کس چیز کا خوف ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک زبان پکڑی اور فرمایا کہ سب سے زیادہ اس کا خوف ہے۔ (ترمذی)

زبان کی کھیتیاں

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو چند باتیں بتائیں، پھر آخر میں فرمایا: کیا میں تم کو ایسا عمل نہ بتادوں جس کے ذریعہ ان سب چیزوں پر قابو پا سکو گے (جو پہلے ذکر ہوئیں)۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ضرور ارشاد فرمایئے۔

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا: كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا یعنی اس کو اپنے حق میں مصیبت بننے سے روکے رکھنا۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے اللہ کے نبی! کیا ہمارے بولنے پر بھی گرفت ہوگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بھی عجیب آدمی ہو۔ لوگوں کو دوزخ میں منہ کی بل اوندھا گرانے

والی جو چیزیں ہوں گی وہ ان کی زبانوں کی کاٹی ہوئی کھیتیاں ہی ہوں گی۔ (ترمذی)

انسان اپنے قدم سے اتنا نہیں پھسلتا جتنا اپنی زبان سے پھسلتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ بندہ کوئی کلمہ کہہ دیتا ہے اور صرف اس لیے کہتا ہے کہ لوگوں کو ہنسائے، اس کلمہ کی وجہ سے ایسی (ہلاکت والی) گہرائی میں گرتا چلا جاتا ہے۔ جس کا فاصلہ اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے جتنا فاصلہ آسمان اور زمین کے درمیان ہے (پھر فرمایا کہ) بلاشبہ انسان اپنی زبان سے اتنا زیادہ پھسل جاتا ہے جتنا اپنے قدم سے (بھی) نہیں پھسلتا۔ (مشکوۃ المصابیح)

زبان کی حفاظت اور کنٹرول بہت ضروری ہے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بھی بات کریں بھلائی اور خیر خواہی کی بات کریں یا پھر خاموش رہیں۔ اس لیے کہ خاموشی بھی عبادت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے خاموشی اختیار کی اس نے نجات پائی۔ زبان کی حفاظت کرنے سے انسان جھوٹ، بہتان، غیبت، الزام، جیسے گناہوں سے بچا رہتا ہے۔ عمدہ گفتگو کا اپنا ایک اثر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کی بنا پر لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ احباب میں شامل ہوتے رہے اور تھوڑی ہی مدت میں پورے جہان پر چھا گئے۔ امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فرد پر لازم ہے کہ وہ اپنی زبان کی حفاظت کرے اور گفتگو میں نرمی پیدا کرے تاکہ جہنم کے گڑھے میں گرنے کے بجائے درجات کی بلندی حاصل کرے۔ عمدہ گفتگو انسان کا زیور ہے۔ اس کی حفاظت کیجیے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے ان اعضاء کی برائیوں سے بچا لیا جو دونوں جبڑوں اور ٹانگوں کے درمیان ہیں (یعنی زبان اور شرمگاہ) تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

زبان اور نعمت گویائی کا تقاضہ

اس نعمت گویائی کے ذریعے انسانوں سے تعلقات خوشگوار رکھتے اور ان کے دلوں میں اپنا

مقام بناتے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ گفتگو میں نرمی اور پاکیزگی اختیار کی جائے اور دروغ گوئی، سخت روی، غیر شائستگی اور فحش گوئی سے پرہیز کیا جائے۔ نرم گفتگو اور خندہ پیشانی سے پیش آنے سے دل نرم ہوتے ہیں اور لوگوں پر اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور اس کے برعکس سخت کلامی اور فحش گوئی سے دلوں میں نفرت اور عداوت کے جذبات بھڑکتے ہیں۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے نرم گفتگو اور معاملات میں نرمی کا برتاؤ کرنے پر بشارت دیتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص سے محبت کرتا ہے جو خریدتے وقت نرمی اختیار کرے اور جو فروخت کرتے وقت نرمی اختیار کرے اور جو اپنا حق طلب کرنے میں نرمی اختیار کرے۔

اسی طرح اسلامی آداب یہ ہیں کہ جب اپنے سے بڑے کے ساتھ گفتگو ہو تو اس میں نرمی اور آداب کو ملحوظ رکھا جائے اور جب اپنے سے چھوٹے سے گفتگو ہو تو اس میں نرمی اور شفقت غالب ہونی چاہیے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کرتا اور ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

حاصل یہ ہے کہ مومن کی گفتگو ہمیشہ نرم اور پاکیزہ ہونی چاہیے اور اسے جھوٹ، سخت کلامی اور فحش گوئی سے اجتناب کرنا چاہیے اور سخت غصے اور اختلاف کی صورت میں بھی نرم اور پاکیزہ گفتگو کو نہ چھوڑے۔

(اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ آداب بجا لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین)

زیادہ نفع کے لیے ذخیرہ اندوزی کرنے پر وعید جہنم

عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْجَالِبُ مَرْزُوْقٌ وَالْمُحْتَکِرُ مَلْعُوْنٌ

(رواہ ابن ماجہ والدارمی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جالب (یعنی غلہ وغیرہ باہر سے لاکر بازار میں بیچنے والا تاجر) مرزوق ہے (یعنی اللہ تعالیٰ اس کے رزق کا کفیل ہے اور محتکر یعنی مہنگائی کے لیے ذخیرہ اندوزی کرنے والا ملعون ہے) یعنی اللہ کی طرف سے پھٹکارا ہوا ہے۔

حدیث مذکورہ میں ذخیرہ اندوزی کر کے مخلوق خدا کو اذیت میں مبتلا کرنے والوں کو بڑی سخت وعید سنائی گئی ہے کہ ایسا شخص معلون اور اللہ کی رحمت سے دور رہے گا۔

اسلام میں تجارت کا مقصد

چور بازاری اور ذخیرہ اندوزی سرمایہ دارانہ نظام کے ان قبیح اور مکروہ ہتھکنڈوں میں سے ہے جو سرمایہ کو چند ہاتھوں میں مجتمع کرنے کے لیے اختیار کرتا ہے۔ سرمایہ درانہ نظام کو عام لوگوں کی مشکلات سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔

اسلام تجارت کو عبادت سمجھتا ہے اور عبادت کا درجہ دیتا ہے۔ تجارت کی عظمت کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہوگا کہ خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت فرمائی۔ تجارت ایک مفید پیشہ ہے، لیکن کون سی تجارت؟...... وہ تجارت جس کا مقصد دیانت اور امانت کا فروغ ہو۔ وہ تجارت جو تاجر کے لیے مناسب منافع اور عوام کی خدمت کی بنیاد پر ہو۔ جس سے باہمی اعتماد

اور تعاون کی فضا ہموار ہو۔ وہ تجارت نہیں جس کی اساس چور بازاری اور ذخیرہ اندوزی اور ہوس زر پر ہو۔

اسلام نے خراب مال کی فروخت کی اجازت نہیں دی ہے۔ حد سے زیادہ منافع لینے سے روکا ہے۔ مال کو روک کر قیمتیں بڑھانے کی حوصلہ شکنی کی ہے۔ مال کو کم تولنے اور کم ناپنے کی ممانعت کی ہے۔ اس لیے کاروبار میں ہر غلط کام اسلام کے خلاف ہے۔ مسلمان کے شایان شان نہیں ہے کہ وہ کوئی ایسی حرکت کرے جس سے اللہ کے بندوں کو ایذا پہنچے۔ مسلمان تاجر لوگوں کے سکون کا باعث ہوتا ہے نہ کہ تکلیف اور اذیت کا۔

ذخیرہ اندوزی، منافع خوری ایذا کی بدترین صورت

ذخیرہ اندوزی بھی تجارتی بداعمالی کی ایک بدترین شکل ہے۔ تمام ضرورت کی کسی چیز کو بکثرت ہونے کے باوجود چھپا دیا جائے، بازار سے غائب کر دیا جائے اور اس کی فروخت روک کر اس کا ذخیرہ کیا جائے تا کہ اس کی قلت پیدا ہو اور وہ لوگوں کو دستیاب نہ ہو سکے۔ اس قلت کو مصنوعی قلت کہتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں ضرورت مند لوگ مجبور ہو کر زیادہ قیمت دینے پر رضامند ہوتے ہیں۔ زائد قیمت دینے کے علاوہ تاجر کی خوشامد کرتے ہیں تا کہ وہ چیز ان کو فراہم کر دے۔ منافع خور تاجر جانتے ہیں کہ ایسے موقعوں پر لوگ خریداری پر مجبور ہوتے ہیں، اس لیے جتنی قیمت مانگی جائے گی لوگ طوعاً و کرہاً دیں گے۔

ذخیرہ اندوزی منافع خوری کی ایک انتہائی قبیح اور بدترین صورت ہے۔ شرعی نقطہ نگاہ سے یہ فعل حرام ہے اور اس قابل نفرت فعل میں مبتلا شخص شریعت کی نظر میں انتہائی ناپسندیدہ ہے۔

حضور ﷺ نے اس کی سخت ممانعت فرمائی ہے اور اس جرم کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے شدید وعید اور تنبیہ فرمائی ہے۔

یاد رکھیے! اسلام بنیادی طور پر ایک فلاحی دین ہے۔ وہ ہرگز اس کی اجازت نہیں دیتا کہ کوئی شخص اپنی راحت کی خاطر دوسروں کی راحت کو، دوسروں کے اطمینان و سکون کو ختم کر کے رکھ دے۔ یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔ ایسا گناہگار دین ہو یا دنیا، زمین ہو یا آسمان کہیں بھی فلاح نہیں پا سکتا۔

تجارت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایات

اسلامی تجارت میں دھوکہ دہی اور فریب کاری کی ایک ایک صورت کی ممانعت فرمائی گئی ہے اور صاف ستھری و منصفانہ تجارت کی ترغیب و تاکید فرمانے کا مقصد یہی ہے کہ لوگوں کو نقصان نہ پہنچے، ان کی حق تلفی نہ ہو، معاملات میں بگاڑ اور معاشی مسائل پیدا نہ ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم اور آپ کی لائی ہوئی شریعت کا مطمع نظر یہ ہے کہ معاشی نظام ایسا ہو جس میں عوام خاص کر غرباء کم آمدنی والے لوگوں کو زندگی گذارنا دشوار نہ ہو۔ تجارت پیشہ اور دولت مند طبقہ زیادہ نفع اندوزی اور اپنی دولت میں اضافہ کرنے کی خاطر ذخیرہ اندوزی کرنے کے بجائے عوام کی سہولت کو پیش نظر رکھیں۔ یہ جب سوچ ہوگی تو اللہ تعالیٰ کی مدد بھی آئے گی اور تجارت بھی بڑی نفع بخش ہوگی۔

ذخیرہ اندوزی کرنے والے کے لیے وعید نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اشیاء ضرورت نہیں روکتا یعنی ذخیرہ اندوزی نہیں کرتا بلکہ بروقت ضرورت کی چیزیں باہر سے لاکر بازار میں لاتا ہے وہ اللہ کی رحمت کا مستحق ہے اور اس کے رزق میں برکت ہوگی اور مہنگائی کے لیے ذخیرہ اندوزی کرنے والا ملعون ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے چالیس دن تک گرانی کے خیال سے غلہ روک رکھا تو گویا وہ خدا سے بیزار ہوا اور خدا اس سے بیزار ہوا۔ (مشکوٰۃ)

ذخیرہ اندوز کوڑھ کے مرض میں مبتلا ہو کر رہے گا

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ذخیرہ اندوزی کر کے مسلمانوں کے لیے حلال غذا کا دروازہ تنگ کر دے۔ اللہ تعالیٰ اس کو جذام اور کوڑھ کی بیماری میں مبتلا کر دے گا اور افلاس و ناداری میں مبتلا کر دے گا۔ (معارف الحدیث بحوالہ ابن ماجہ)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گرانی کے انتظار

میں غلے وغیرہ کو روکنے والا برا انسان ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نرخوں میں ارزانی کرتا ہے تو غمگین ہوتا ہے اور گراں کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔

ان احادیث مبارکہ سے یہ بات کھل کر واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام میں مخلوق کی نفع رسانی اور ان کے معاشی حقوق کے تحفظ اور انہیں تکلیف ونقصان سے بچانے کا کس قدر خیال رکھا گیا ہے اور ساتھ ہی یہ بات بھی ان احادیث میں واضح کردی گئی ہے کہ جو شخص مخلوق خدا کو تکلیف اور پریشانی میں مبتلا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیاوی سزا کے طور پر اسے جسمانی و مالی بلاؤں میں مبتلا فرمادیتے ہیں۔ یہ احادیث ان لوگوں کے لیے بڑی عبرت ونصیحت ہے جو مخلوق خدا کو پریشان کرنے کی خاطر اور زیادہ سے نفع خوری کی خاطر ذخیرہ اندوزی کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں۔

تجارت اور دولت مند طبقہ زیادہ سے زیادہ نفع خوری اور اپنی دولت میں اضافے کے بجائے عوام کی سہولت کو پیش نظر رکھے تاکہ غرباء وکم آمدنی والے لوگوں کو زندگی گزارنا دشوار نہ ہو اور اس مقصد کے لیے کم نفع پر قناعت کرے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا و رحمت اور آخرت کا ثواب حاصل کرے تو بلاشبہ یہ تجارت بڑی ہی نفع بخش ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سخاوت کا ایک اہم واقعہ

ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں سخت قحط پڑا، یہاں تک کہ لوگوں کو فاقے کی نوبت آگئی۔ اسی دوران حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے کئی اونٹ مال تجارت غلہ وغیرہ لے کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو تجار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کئی گنا نفع کی پیشکش کرتے رہے۔ آپ نے فرمایا کہ اور بڑھاؤ وہ مزید بڑھاتے رہے۔ یہاں تک ایک موقع پر تجار مکہ کہنے لگے کہ اے عثمان ہم اس سے زیادہ نفع نہیں دے سکتے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اپنا مال تجارت اس کو دوں گا جو مجھے سات سو گنا نفع دے گا۔ یہ جملہ سن کر سارے لوگ حیران و پریشان ہوگئے۔ لوگوں کی پریشانی دور کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے پروردگار کی ذات جو وحدہ لاشریک ہے۔ وہ میرے اس مال تجارت پر سات سو گنا بلکہ اس سے زیادہ نفع دے گا۔ یہ کہہ کر آپ رضی اللہ عنہ نے سارا کا سارا مال لوگوں کے لیے اللہ کی رضا کی خاطر وقف کردیا (نفع تو در کنار اصل سرمایہ کی بھی فکر نہیں کی)۔

جبکہ ہمارے معاشرے میں چور بازاری کرنے والے اپنی دولت سے فائدہ اٹھا کر لوگوں کی ضرورت کی چیزیں خوب خرید لیتے ہیں اور ان کو ذخیرہ کر کے بجٹ آنے کا یا مہنگا ہونے کا انتظار کرتے ہیں۔ وقت پر صحیح داموں فروخت نہ کر کے اللہ کی مخلوق کو اذیت میں مبتلا کرتے ہیں اور جب لوگ پریشان ہو کر ان کے پاس آتے ہیں تو وہ ان سے منہ مانگی قیمت وصول کر کے اپنی دولت میں اضافہ کرتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں گرانی بھی بڑھ جاتی ہے اور مخلوق خدا کے لیے گذارہ دشوار ہوتا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سختی سے منع فرمایا اور گناہ عظیم قرار دیا۔

(اللہ تعالیٰ اس برائی سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین)

(غصب) کسی کی چیز ظلماً اور زبردستی لینے پر وعید جہنم

عَنْ عِمْرَانِ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ مَنِ انْتَهَبَ نُهْبَةً فَلَيْسَ مِنَّا (رواه الترمذی)

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی کی کوئی چیز چھین لی اور لوٹ لی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

حدیث مذکورہ میں اس شخص کے لیے انتہائی سخت وعید ہے جو کسی کی چیز چھیننے والا اور غصب کرنے والا ہو۔ ایسے شخص کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جماعت سے اور اپنے آپ سے الگ اور دور فرما رہے ہیں۔ ایسا شخص بڑا محروم اور بدبخت ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔

غصب کا معنیٰ و مفہوم

یاد رکھیں! شریعت کا معاملہ تو یہ ہے کہ اگر کسی کی کوئی چیز قیمت دے کر لی جائے تو شریعت میں اس کا نام ''خرید و فروخت'' ہے اور اگر اجرت اور کرایہ معاوضہ دے کر کسی کی چیز لی جائے اور استعمال کیا جائے تو اس کا نام شریعت میں ''اجارہ'' ہے۔

اور اگر بغیر کسی معاوضہ اور کرایہ کے کسی کی چیز وقتی طور پر استعمال کے لیے لی جائے اور استعمال کے بعد واپس کر دی جائے تو اس کا نام عاریت ہے۔

یہ سب صورتیں شرعاً جائز اور صحیح ہیں، لیکن کسی دوسرے کی چیز اس کی مرضی کے بغیر زبردستی یا ظلماً لے لی جائے تو شریعت کی زبان میں اس کو ''غصب'' کہا جاتا ہے اور یہ حرام اور سخت ترین گناہ ہے۔

غصب کے معنی ''چھیننے'' کے ہیں۔ اصلاح شریعت میں ''غصب'' کہتے ہیں۔ چوری کے بغیر ازراہ ظلم وجور کسی کا مال زبردست چھین لینا۔ ایسے شخص کو جو کسی کی کوئی چیز زبردستی چھین لے یا ہڑپ کرلے ''غاصب'' کہتے ہیں اور ''مغصوب'' اس چھینی ہوئی یا ہڑپ کی ہوئی چیز کو کہتے ہیں۔ خواہ وہ کچھ بھی ہو۔ خواہ وہ زیادہ ہو یا کتنی ہی کم ہو۔ غصب یعنی زبردستی چھین لینا ہڑپ کرلینا نہ صرف سماجی طور پر ایک ظلم اور اخلاقی طور پر ایک بھیانک برائی ہے بلکہ شرعی طور پر انتہائی سخت جرم اور گناہ ہے۔

غصب کی مختلف سزائیں

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کسی دوسرے کی کچھ بھی زمین ناحق لے لی تو قیامت کے دن اس زمین کی وجہ سے (اوراس کی سزا میں) زمین کے ساتوں طبق تک دھنسایا جائے گا۔''

(رواہ البخاری ومعارف الحدیث، جلد ۷)

احادیث میں ازراہ ظلم کسی کی زمین غصب کرنے والے کی مختلف سزاؤں کا ذکر کیا گیا ہے۔ حدیث مذکورہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی کی زمین پر ناحق قبضہ کرنے والا قیامت کے دن زمین کے ساتوں طبق تک دھنسایا جائے گا۔

ایک دوسری روایت جو حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص زمین کا کوئی بھی حصہ ناحق (یعنی ازراہ ظلم) لے گا اسے حشر کے دن اس بات پر مجبور کیا جائے گا کہ وہ زمین کی (ساری) مٹی اپنے سر پر اٹھائے۔ (مسند احمد)

ایک اور روایت میں ایسے شخص کی ایک اور سزا بیان کی گئی ہے جو حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی کی بالشت بھر بھی زمین ازراہ ظلم لے گا اُسے اس کی قبر میں اللہ تعالیٰ اس بات پر مجبور کرے گا کہ وہ اس زمین کو ساتوں طبق تک کھودتا رہے۔ پھر وہ زمین اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دی جائے گی اور وہ قیامت تک اسی حال میں رہے گا تا آنکہ (قیامت کے دن) لوگوں کا حساب وکتاب ہوجائے۔

(مسند احمد)

ایک اور روایت میں ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص کسی دوسرے کی زمین ایک بالشت بھر بھی زبردستی ہتھیائے گا اسے اس کے ظلم وجور کی یہ سزا قیامت کے دن دی جائے گی کہ زمین کا صرف وہی حصہ نہیں جو وہ غصب کرے گا بلکہ ساتوں زمین میں سے اتنی ہی زمین لے کر اس کے گلے میں بطور طوق ڈال دی جائے گی۔ العیاذ باللہ!

شرح السنہ میں "طوق ڈالنے" کا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص کسی کی زمین کا بالشت بھر حصہ بھی غصب کرے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے زمین میں دھنسائے گا۔ چنانچہ زمین کا وہ قطعہ جو اس نے غصب کیا ہوگا اس کے گلے کو طوق کے مانند جکڑ لے گا۔ (مظاہر حق جدید، جلد ۳)

معمولی چیز بھی لی ہے تو واپس کرنے کا حکم

حضرت سائب بن زید رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی لکڑی اور چھڑی بھی نہ لے اور نہ ہنسی مذاق میں اور نہ لینے کے ارادہ سے۔ پس اگر لے تو اس کو واپس لوٹائے۔ (معارف الحدیث، جلد ۷)

(اللہ تعالیٰ اس گناہ عظیم سے ہمیں محفوظ فرمائے۔ آمین)

جھوٹ کی عادت اپنانے پر وعید جہنم

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِیْ اِلَی الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّ يَهْدِیْ اِلَی الْجَنَّةِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّی الصِّدْقَ حَتّٰی يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيْقًا وَاِيَّاكُمْ وَالْكِذْبَ فَاِنَّ الْكِذْبَ يَهْدِیْ اِلَی الْفُجُوْرِ وَاِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِیْ اِلَی النَّارِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّی الْكِذْبَ حَتّٰی يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا۔ (بخاری و مسلم)

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سچ کو لازم پکڑ لو، پس تحقیق کہ سچ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف رہنمائی کرتی ہے (یعنی سچ کی خاصیت اور تاثیر ہے کہ نیکی کی توفیق ہوتی ہے اور نیکی کے ذریعے جنت ور مراتب عالیہ نصیب ہوتے ہیں) اور ایک شخص برابر سچ بولتا رہتا ہے اور سچ کی کوشش کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور بچاؤ تم اپنے آپ کو جھوٹ بولنے سے۔ پس بے شک جھوٹ بولنا فسق و فجور کی طرف پہنچاتا ہے اور بلاشبہ فسق و فجور جہنم کی آگ کی طرف لے جاتا ہے اور ایک شخص برابر

جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کی کوشش کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے پاس اس کو کذاب (بہت جھوٹ بولنے والا) لکھ دیا جاتا ہے۔"

حدیث مذکورہ میں سچ کو نیکی کا ذریعہ اور جھوٹ کو فسق و فجور کا ذریعہ بتلایا ہے اور سچ کی وجہ سے آدمی جنت کا مستحق بن جاتا ہے جبکہ جھوٹ میں مبتلا شخص اپنے فسق و فجور کی وجہ سے جہنم کی سزا سے دوچار ہوتا ہے۔

سچ اور جھوٹ دو متضاد چیزیں

سچ اور جھوٹ یہ دونوں آگ اور پانی کی طرح متضاد ہیں اور یہ دونوں ایک مسلمان میں آگ و پانی کی طرح جمع نہیں ہوسکتیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کو سچائی اختیار کرنے پر بہت زور دیا ہے اور اس کی اہمیت اور افادیت کو بہت اجاگر فرمایا اور اُخروی انجام کی خوشخبری دی۔ جبکہ جھوٹ کو منافقت کی نشانی بتلائی اور اخروی انجام جھوٹوں کا جہنم بتلایا۔

سچائی سکون، برکت اور نجات کا ذریعہ ہے

انسان کے ہر قول و ہر عمل کی درستی کی بنیاد یہ ہے کہ اس کے لیے اس کا دل اور اس کی زبان باہم ایک دوسرے سے مطابق اور ہم آہنگ ہوں۔ اسی کا نام صدق اور سچائی ہے۔

ایک مسلمان کی صفات میں سچ بولنا ایک لازمی صفت ہے۔ سوچ بولنا بذات خود بھی نیک عادت ہے اور اس کی خاصیت یہی ہے کہ وہ آدمی کو زندگی کے دوسرے پہلوؤں میں بھی نیک کردار بنا کر اسے جنت کا مستحق بنا دیتی ہے اور ہمیشہ سچ بولنے والا اس کی بدولت مقام صدیقیت تک پہنچ جاتا ہے۔

جو سچا نہیں اس کا دل ہر برائی کا گھر ہوتا ہے اور جو سچا ہوتا ہے اس کے لیے ہر نیکی کے حصول کا راستہ آسان ہوتا ہے۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ میں چار بری عادتیں ہیں۔

(۱)......ایک یہ کہ میں بدکار ہوں۔

(۲)......دوسری یہ کہ چوری کرتا ہوں۔

(۳)......تیسری یہ کہ شرب پیتا ہوں۔

(۴)......چوتھی یہ کہ جھوٹ بولتا ہوں۔

ان میں جس ایک کو فرمائیں آپ کی خاطر چھوڑ دوں (سب نہیں چھوڑ سکتا)۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جھوٹ نہ بولا کرو۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے اس کا عہد لیا اور اس نے آپ سے عہد کیا۔ اب جب رات ہوئی تو شراب پینے کو اس کا جی چاہا اور پھر بدکاری کرنے کے لیے بھی دل بے چین اور آمادہ ہوا تو اس کو خیال گذرا کہ صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھیں گے کہ رات تم نے شراب پی اور بدکاری کی؟ تو کیا جواب دوں گا۔ اگر ہاں کہوں گا تو شراب اور زنا کی سزا دی جائے گی اور اگر نہیں کہا تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیے ہوئے عہد کے خلاف ہوگا۔ یہ سوچ کر ان دونوں گناہوں سے باز رہا۔ جب رات زیادہ گذری اور اندھیرا چھا گیا تو چوری کے لیے گھر سے نکلنا چاہا تو پھر اسی خیال نے اس کا دامن تھام لیا کہ کل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں پوچھ گچھ ہوئی تو کیا کہوں گا؟ ہاں کروں گا تو ہاتھ کٹے گا اور نہیں کروں گا تو یہ بدعہدی ہوگی۔ اس عہد کے خلاف ہوگا جو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا ہوا ہے۔ اس خیال کے آتے ہی اس جرم سے بھی باز آ گیا۔ صبح ہوئی تو وہ دوڑ کر خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جھوٹ نہ بولنے سے میری چاروں بری عادتیں چھوٹ گئی ہیں۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے۔ (تفسیر عزیزی، جلد ۲)

سچائی تقویٰ کا پہلا زینہ ہے

سچائی کی عادت انسان کو بہت سی برائیوں سے بچاتی ہے۔ جو سچا ہوگا وہ برائی سے پاک ہونے کی کوشش ضرور کرے گا۔ وہ راست باز ہوگا۔ راست گو ہوگا۔ یاد رکھیے صدق و دیانت کے بغیر کوئی شخص متقی و پرہیزگار نہیں ہو سکتا۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے، فرمایا:

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾ (سورۃ الزمر، آیت ۳۳)

”جو بھی (اپنے دامن میں) سچائی لے کر آیا اور پھر اس سچائی کو اس نے خود اپنے عمل اور

کردار سے سچ مانا تو ایسے ہی لوگ متقی و پرہیز گار ہیں۔''

اہل ایمان کو سچوں کے ساتھ رہنے کا حکم

اسلام میں سچائی کی اہمیت اتنی بڑھائی گئی ہے کہ یہی نہیں کہ سچائی اختیار کرنے کا حکم دیا گی بلکہ یہ بھی تاکید کی گئی کہ ہمیشہ تقویٰ اختیار کرو، سچوں کی جماعت سے تعلق اور رابطہ رکھو، انہیں کی صحبت میں رہو۔ ارشاد خداوندی ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَكُونُوا۟ مَعَ ٱلصَّٰدِقِينَ۔ (سورۃ التوبہ، آیت ۱۱۹)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ رہو۔''

سچائی کی تین قسمیں

سچائی کے معنی عام طور سے صرف سچ بولنے کے سمجھے جاتے ہیں، مگر اسلام کی نظر میں اس کے بڑے وسیع معنی ہیں۔ مفسرین نے اس کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔

(۱)......زبان کی سچائی (۲)......دل کی سچائی (۳)......عمل کی سچائی

زبان کی سچائی

یعنی زبان سے جو بولا جائے وہ سچ بولا جائے اور منہ سے کوئی حرف صداقت کے خلاف نہ نکلے۔ یہ سچائی کی عام اور مشہور قسم ہے جس کی پابندی ہر مسلمان پر فرض و لازم ہے۔ وعدہ کو پورا کرنا، عہد اور قول و قرار نبھانا بھی اسی قسم میں داخل ہے اور یہ ایمان و اسلام کی بڑی نشانی ہے اور ایک مسلمان کی بہت بڑی پہچان ہے۔

دل کی سچائی

یہ سچائی کی دوسری قسم ہے جو دل سے تعلق رکھتی ہے۔ یعنی زبان کے ساتھ ساتھ دل بھی اس کی گواہی دے۔ بعض موقعوں پر زبان سے سچ کا اظہار بھی اس لیے جھوٹ ہو جاتا ہے کہ وہ دل سے نہیں نکلتا۔

منافقین کے بارے میں کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا زبانی اقرار کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ایک سچی بات، جس میں کوئی شک نہیں لیکن چونکہ یہ اقرار ان منافقین کے ضمیر کے خلاف تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ① (سورۃ المنافقین، آیت ۱)

''اور اللہ جتائے دیتا ہے کہ یہ منافقین جھوٹے ہیں۔''

یعنی یہ زبان سے تو یہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں لیکن ان کا یہ اقرار اور ان کی یہ گواہی ان کے دل کا اقرار اور دل کی گواہی نہیں۔ ان کے دل میں کچھ اور ہے اور زبان پر کچھ اور ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سچائی اس کا نام ہے کہ زبان سے دل کی صحیح ترجمانی کی جائے۔ ایسا نہ ہو کہ دونوں میں تضاد ہو۔ اگر ایسا ہوا تو اس کا نام نفاق ہے، جس کی برائی سے سارا قرآن اور احادیث بھری ہوئی ہے۔

عمل کی سچائی

یہ سچائی کی تیسری قسم ہے۔ عمل کی سچائی یہ ہے کہ جو نیک عمل ہو وہ ضمیر کے مطابق ہو یا یوں کہیے کہ ظاہری اعمال باطنی اوصاف کے مطابق ہو۔ مثلاً ایک شخص نماز میں خشوع وخضوع کا اظہار کرتا ہے، اس سے اس کا مقصد صرف نمائش اور دکھلاوا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ شخص کھلا ہوا ریاکار اور جھوٹا ہے، کیونکہ اس کے ظاہری اعمال اس کے باطن کی صحیح ترجمانی نہیں کرتے۔ اس بناء پر وہ اپنے ان اعمال میں صادق نہیں۔ اس لیے زبان کی سچائی اور دل کی سچائی کے ساتھ ساتھ عمل کی بھی سچائی ضروری ہے۔

لوگوں کے پہچاننے کا معیار

عملی زندگی میں اور باہمی معاملات میں کسی شخص کی سچائی کا معیار یہ ہے کہ وہ عملاً اپنے دعوے میں کس قدر پورا اترتا ہے۔ مثلاً ایک تاجر کی صداقت اس کے کاروبار اور اس کے لین دین میں ہے۔ ایک معلم کی تعلیم و تدریس میں۔ خادم اور ملازم کی اس کے فرائض منصبی کی ادئیگی اور

خدمت میں جانچی جائے گی۔

تجارت اور سوداگری بڑی آزمائش کی چیز ہے۔ تاجر کے سامنے بار بار ایسی صورتیں پیش آتی ہیں کہ اگر وہ خدا کے حکم کے مطابق سچائی اور ایمانداری کی پابندی کرے تو بظاہر اس کو نقصان ہوتا ہے اور اگر سچائی اور دیانتداری کا لحاظ کرنے کے بجائے اس وقت وہ اپنی تجارتی مصلحت کے مطابق بازاری اور کاروباری کی بات کرے تو لاکھوں کا نفع ہوتا ہے۔ پس جو تاجر اپنی تجارت مصلحت اور نفع ونقصان صرف نظر کر کے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق، مال میں سچائی اور دیانتداری کی پابندی کرتا ہے وہ خدائی امتحان میں بڑا کامیاب ہے۔ ایسے تاجروں کے لیے بڑی بشارت سنائی گئی ہے کہ قیامت و آخرت میں وہ لوگ اللہ کے مقبول ترین بندوں یعنی انبیاء وصدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ان کی سچائی و دیانت داری کا صلہ و بدلہ ہوگا۔

یہ حقیقت ہے کہ اگر آدمی اپنی باتوں میں سچا اور اپنے قول میں راست گو ہو تو اس کے اعمال میں بھی سچائی اور دیانت داری پیدا ہوگی۔ سچائی اور صاف گوئی کا اثر براہ راست دل و دماغ پر ہوتا ہے اور اس کی روشنی سے دل و دماغ کی ظلمتیں بھی کافور ہو جاتی ہیں۔

(اللہ تعالیٰ ہر معاملے میں سچائی اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین)

جھوٹ بولنا مہلک ترین گناہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیم میں جن اخلاق حسنہ پر بہت زیادہ زور دیا ہے اور جن کو ایمان واسلام کا لازمہ قرار دیا ہے۔ ان میں سچائی اور امانت داری کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ خاص طور پر معاملات ان کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

اس کے برعکس انسان کے اخلاق ذمیمہ میں سب سے زیادہ بری اور مذموم عادت جھوٹ کی ہے۔ جھوٹ خواہ زبان سے بولا جائے یا اپنے عمل سے ظاہر کیا جائے۔ کیونکہ ہمارے تمام اعمال کی بنیاد اس پر ہے کہ وہ واقع کے مطابق ہوں اور جھوٹ ٹھیک اس کی ضد ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ یہ برائی قولی اور عملی برائیوں کی جڑ ہے۔ انسان کے دل کے اندر کی بات سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی دوسرا نہیں جانتا۔ کوئی دوسرا کسی شخص کے متعلق اگر کچھ جان سکتا ہے یا باور کرسکتا ہے

تو اس کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ شخص خود اپنی زبان سے اپنے عمل سے ظاہر کرے۔ اب اگر وہ اپنی اندرونی کیفیت صحیح اور واقعہ کے مطابق بات جان بوجھ کر ظاہر نہیں کرتا بلکہ اس کے خلاف ظاہر کر رہا ہے تو وہ جھوٹ ہے اور یقینی طور پر وہ جھوٹ بول رہا ہے اور لوگوں کو دھوکا اور فریب دے رہا ہے۔

ایمان اور جھوٹ جمع نہیں ہو سکتے

حضرت صفوان بن مسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا مسلمان بزدل ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ (مسلمان میں یہ کمزوری ہوسکتی ہے)۔ پھر پوچھا گیا کہ کیا مسلمان بخیل ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ (مسلمان میں یہ کمزوری بھی ہوسکتی ہے)۔ پھر پوچھا گیا کہ کیا مسلمان کذاب ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ یعنی ایمان کے ساتھ بے باکانہ جھوٹ کی عادت جمع نہیں ہوسکتی اور ایمان جھوٹ کو برداشت نہیں کرسکتا۔

جھوٹ کی گندگی اور سرانڈ کا اثر

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ اس کے جھوٹ کی بدبو اور سرانڈ کی وجہ سے ایک میل دور چلا جاتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح اس مادی عالم کی مادی چیزوں میں خوشبو اور بدبو ہوتی ہے، اسی طرح اچھے اور برے اعمال اور کلمات میں بھی خوشبو اور بدبو ہوتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے فرشتے اسی طرح محسوس کرتے ہیں جس طرح ہم یہاں کی مادی خوشبو اور بدبو محسوس کرتے ہیں۔ اسی سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ فرشتوں کو جھوٹ سے بہت زیادہ نفرت ہے اور ان کو جھوٹ سے ایسی گھن آتی ہے کہ جوں ہی کسی کے منہ سے جھوٹ نکلتا ہے، فرشتہ وہاں سے چل دیتا ہے۔ اور ایک میل تک چلا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ اس سے اعمال لکھنے والے فرشتوں کے علاوہ دوسرے فرشتے مراد ہیں۔ ناگواری اور نفرت تو سبھی فرشتوں کو ہوتی ہے، لیکن جو فرشتے اعمال لکھنے پر مامور ہیں وہ مجبوراً ناگواری کو برداشت کرتے ہیں۔ اللہ کی پیاری مخلوق کو تکلیف پہنچانا کتنا برا عمل ہے۔

اس کو خود سمجھ لیں اور اوپر سے جو جھوٹ کا گناہ ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔

بچوں کو بہلانے کے لیے بھی جھوٹ بولنا جائز نہیں

جھوٹ بولنا یقیناً نہایت آسان ہے لیکن کیا ہم یہ عذاب بھی اسی آسانی سے برداشت کرلیں گے؟ جھوٹ گناہ کبیرہ ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضی کا موجب بھی۔ ہم میں سے شاید ہی کوئی اس سے محفوظ رہتا ہو۔ یہ عام مشاہدہ ہے کہ بچوں کو جھوٹ بولنے کی ترغیب گھروں میں دی جاتی ہے۔ کسی سوالی یا ملاقاتی کو ٹالنے کے لیے والدین اور دیگر اہل خانہ بچے سے کہلواتے ہیں کہ وہ اس وقت گھر پر نہیں ہے یا سو رہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہاں سے بچہ جھوٹ بولنا شروع کرتا ہے اور آگے چل کر اپنے ماں باپ اور بزرگوں سے بھی جھوٹ بولنے لگتا ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پیارے آقا ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے۔ اس وقت میں چھوٹا تھا اور کھیل رہا تھا۔ میری والدہ نے مجھے بلایا کہ میرے پاس آؤ، میں تمہیں کچھ دوں گی۔ تاجدار مدینہ ﷺ کے دریافت فرمانے پر والدہ نے عرض کیا کہ میں اسے کھجور دینا چاہتی ہوں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم کچھ نہ دیتیں تو تم پر ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا۔

آج ہم بچوں کو بہلانے اور کسی کام سے باز رکھنے کے لیے جھانسا دیتے ہیں اور جھوٹ بول کر اس کی توجہ ہٹانے کے عادی ہو چکے ہیں اور اسے غلط بھی نہیں جانتے۔ یہ ایک اخلاقی برائی ہے، جس کا رد کرنا ضروری ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جھوٹ سے نفرت

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جھوٹ سے اس قدر نفرت تھی کہ بڑے سے بڑا نقصان اور فائدے کی امید ان کو جھوٹ بولنے پر آمادہ نہیں کرسکتی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہر ایک صحابی جھوٹ کو اپنے دامن کا اس قدر بدنما داغ سمجھتے تھے کہ اگر کسی صحابی پر جھوٹا ہونے کی تہمت لگادی گئی تو گھر میں صف ماتم بچھ جاتی تھی۔ شرمندگی وندامت اور افسوس وحسرت کی وجہ سے خود کو مسلمانوں کے سامنے منہ دکھانے کے قابل نہیں سمجھتے تھے۔ گھر سے باہر نکلنا بند کر دیتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت کیف بن مالک رضی اللہ عنہ پر کسی نے جھوٹ بولنے کا الزام لگا دیا۔ یہ سنتے ہی ان کو اس قدر صدمہ ہوا کہ بے ہوش ہو گئے اور جب ہوش آیا تو چیخیں مار مار کر رونے لگے۔ گھر سے باہر نکلنا بند کر دیا۔ بالآخر چند معزز اور شرفاء حضرات نے ان کے سچے ہونے اور اس الزام کے غلط ہونے کی شہادت دی۔ تب انہوں نے باہر آنا جانا شروع کیا۔

ہمارے لیے عبرت و نصیحت

یہ واقعہ ہمارے لیے عبرت و نصیحت کا بہترین نمونہ ہے۔ ہمارا معاملہ تو بالکل اس کے برعکس ہے۔ ہمیں تو بسا اوقات اس کا احساس ہی نہیں ہوتا کہ ہم کوئی غلط کام کر رہے ہیں۔ ہماری زبان سے سچ نکل رہا ہے یا جھوٹ؟

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز مرتبہ کے لحاظ سے بدترین شخص وہ ہوگا جس نے دنیا کمانے کے لیے (جھوٹ وفریب سے کام لے کر) اپنی آخرت کو خراب کر لیا ہوگا۔ (ابن ماجہ)

منافق کی تین پہچان

ایک حدیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ منافق کی پہچان تین ہیں:

(۱)...... جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔

(۲)...... جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے۔

(۳)...... جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔

دیکھا جائے تو لفظوں میں تو یہ باتیں تین ہیں لیکن حقیقت میں ایک ہی شکل کی تین مختلف صورتیں ہیں۔ جھوٹ بولنا جھوٹ ہے ہی مگر وعدہ کر کے پورا نہ کرنا بھی جھوٹ ہی ہے۔ اسی طرح امین بن کر خیانت کرنا بھی عملی جھوٹ ہے کیونکہ جو امین بنتا ہے وہ معناً اپنی نسبت یہ یقین دلاتا ہے کہ وہ اس میں خیانت نہیں کرے گا اور جب اس نے اس کے خلاف کیا تو اس نے عملاً جھوٹ بولا۔

یاد رکھیے! جھوٹ اکیلی برائی نہیں بلکہ اس کی وجہ سے جھوٹ میں بیسیوں قسم کی دوسری برائیاں بھی لازمی طور پر پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس لیے اس سے بچنے کی بھرپور کوشش ہونی چاہیے۔

لوگوں کی ایک غلط سوچ

بعض لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ انہیں تنبیہ کی جاتی ہے تو آگے سے جواب ملتا ہے کہ ہم نے مذاق میں جھوٹ بولا ہے، حالانکہ جھوٹ مذاق سے بولے یا حقیقت میں۔ دونوں ہی غلط اور حرام ہیں۔ اس لیے جھوٹ بولنے سے اپنے آپ کو بچانا لازم ہے۔ اگر کسی کو جھوٹ بولنے کی غلط عادت پڑ جائے تو اس کا علاج یہ ہے کہ اپنے قول وفعل کی نگرانی کرتا رہے۔ کبھی بلا اختیار جھوٹ صادر ہو جائے تو فوراً توبہ کر لے اور قرآن وحدیث میں جھوٹ بولنے پر جو وعیدیں وارد ہوئی ہیں اس کا استحضار کرے۔ سچ بولنے کے فوائد کو سوچے اور قصداً سچ بولنے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتا رہے۔

(اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کی جھوٹ سے حفاظت فرمائے۔)

جھوٹی قسم یا جھوٹی گواہی دے کر کسی کا حق مارنے پر وعید جہنم

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِیٍٔ مُّسْلِمٍ بِیَمِیْنِہٖ فَقَدْ اَوْجَبَ اللّٰہُ لَہُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ وَاِنْ کَانَ شَیْئًا یَسِیْرًا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! قَالَ وَاِنْ کَانَ قَضِیْبًا مِّنْ اَرَاکٍ۔ (مشکوٰۃ)

''حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی نے کسی مسلمان کا حق اپنی (جھوٹی) قسم کے ذریعے حاصل کرلیا تو اللہ تعالیٰ اُس کے لیے دوزخ واجب فرمادے گا اور اس پر جنت حرام فرمادے گا۔ یہ سن کر ایک شخص نے کہا کہ اگرچہ معمولی سی چیز ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگرچہ پیلو کے درخت کی ایک ٹہنی ہی ہو۔''

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنِ ادَّعٰی مَالَیْسَ لَہٗ فَلَیْسَ مِنَّا وَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ (مشکوٰۃ)

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی ایسی چیز کا دعویٰ کیا جو اس کی نہیں ہے تو وہ شخص ہم میں سے (یعنی مسلمانوں کے گروہ سے) نہیں ہے اور اس کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔''

دونوں احادیث مذکورہ میں ایسے شخص کے لیے جو کسی دوسرے شخص کے مال کو اپنا مال بنانے کے لیے دعویٰ اور اس پر جھوٹی قسم بھی کھائے تو ایسے شخص کو حضور ﷺ نے جہنم کی وعید سنائی ہے۔

قسم کی تین قسمیں

علماء نے قسم کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔ پہلی قسم یہ ہے کہ لغو اور بیکار قسمیں اٹھاتا رہے۔ دوسری قسم جسے ''منعقدہ'' کہتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ یوں قسم اٹھائے کہ میں فلاں کام کروں گا۔ یہ قسم اگر جائز ہو تو اسے پورا کرنا چاہیے اور اگر پورا نہ کیا جائے تو کفارہ لازم آتا ہے۔ تیسری قسم جسے ''غموس'' کہا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ جان بوجھ کر جھوٹی قسم اٹھائی جائے۔ اسے غموس اس لیے کہتے ہیں کیونکہ غموس کا معنی ہے ڈوب جانا تو اس قسم کا اٹھانے والا سر سے پاؤں تک گناہ میں ڈوب جاتا ہے۔

زیادہ قسمیں اٹھانے سے تو ویسے ہی بچنا چاہیے کیونکہ اس طرح اللہ کے نام کی حرمت پامال ہوتی ہے لیکن جھوٹی قسم سے بچنا تو بہت ہی ضروری ہے۔ قسم اٹھانے والا حقیقت میں اپنے بیان کی سچائی پر اللہ کو گواہ بناتا ہے۔ ایسی حالت میں سوچنا چاہیے کہ قسم کھانا کتنی بڑی بات ہے۔ جو شخص جھوٹی قسم کھاتا ہے وہ اپنے جھوٹ پر اللہ کو گواہ بناتا ہے۔ وہ اپنے مخاطب کو یقین دلا رہا ہوتا ہے کہ اللہ گواہ ہے کہ میں سچ بول رہا ہوں، حالانکہ وہ خود جانتا ہوتا ہے کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں۔

تین بدقسمت لوگ

حضور کرم ﷺ نے تین دفعہ فرمایا: تین آدمی ہیں جن کی طرف اللہ قیامت کے دن نہ دیکھے گا نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ صحابی کہتے ہیں: میں نے کہا: یہ لوگ جو ناکام ہوئے اور خسارے میں پڑے وہ کون ہیں یارسول ﷺ؟

فرمایا: جو اپنا لباس ٹخنوں سے نیچے تک لٹکاتا ہے، کیونکہ یہ غرور کی علامت ہے اور جو احسان جتا ہے اور جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا مال بیچتا ہے۔ عموماً تاجر لوگ اپنا مال بیچنے کے لیے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔ اس لیے آپ ﷺ نے خاص طور پر ان کا ذکر فرمایا۔

جھوٹی قسم کے ذریعے بے ایمانی کرنا، کسی کا حق مارنا

دنیا کی ہر شریعت اور ہر قانون کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ہر شخص کی چیز اسی کی ملکیت ہے اور اس میں تصرف کا حق رکھتا ہے۔ کسی دوسرے کو حق نہیں وہ اس کی اجازت کے بغیر اس کی ملکیت سے فائدہ اٹھائے۔ اسی اصول کی بناء پر ہر شخص کی ملکیت محفوظ اور مامون ہے اور دنیا کے امن کا نظام قائم و دائم ہے۔ اب کوئی شخص حق کے بغیر چوری سے یا دھوکا سے یا جھوٹی قسم کے ذریعے یا زبردستی کسی کی ملکیت پر قبضہ جمانا چاہتا ہے اور اس کو اپنانا چاہتا ہے تو وہ فطرت کے نظام کو درہم برہم کرنا چاہتا ہے۔ اسلام نے اس نظام عدل کو اصول کی حیثیت سے ایک ہی مختصر سی آیت میں بیان کر دیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ (سورۃ البقرہ، آیت ۱۸۸)

"(اے ایمان والو) آپس میں ایک دوسرے کے مال کو ناحق طریقے سے مت کھاؤ۔"

اس آیت مبارکہ نے ان تمام طریقوں کا جو ایمانداری کے خلاف ہیں اور جن کی جزیات کی کوئی حد نہیں ہے، چار لفظوں میں خاتمہ کر دیا ہے۔ یعنی خواہ کسی کی چیز دھوکہ اور فریب سے لے یا زور و ظلم سے لے یا غضب کرے یا چوری کرے یا اس میں خیانت کرے۔ غرض ناجائز طریقے سے بھی کوئی دوسرے کا مال لے۔ اس آیت کے عموم اور اطلاق کے اندر داخل ہے۔

جھوٹی قسم کھانے والے پر خدا کا غصہ

ایک حدیث مبارکہ میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"جو بے وجہ کسی مسلمان کا مال لینے کے لیے جھوٹی قسم کھائے گا وہ خدا سے قیامت کے دن اس حال میں ملے گا کہ خدا اس پر غضبناک ہوگا۔" (مسلم)

جھوٹی قسم اور جھوٹا دعویٰ کرنے والوں کا ٹھکانہ

عدالت میں جھوٹا دعویٰ کرنا اور اس طرح ناجائز طور پر کسی کی چیز حاصل کرنے یا نقصان

پہنچانے کے لیے جھوٹی قسم کھانا بدترین گناہوں میں سے ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ جو کسی ایسی چیز پر دعویٰ کرے جو فی الحقیقت اس کی نہیں ہے تو وہ ہم میں سے نہیں۔ اس کو چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔ (مشکوٰۃ)

اگر دل میں ایمان کا کوئی ذرہ ہو تو ایسے شخص کے لیے یہ بہت سخت وعید ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنے سے اور اپنی جماعت سے الگ اور دور کر رہے ہیں اور ایسا شخص کتنا بدنصیب اور بدبخت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

عدالتی فیصلے سے حرام چیز حلال نہیں ہوتی

بے ایمانی کی سب سے عام قسم وہ ہے جو مقدمہ بازی سے متعلق ہے۔ کتنے لوگ ہیں جو دلیلوں کی قوت بیان اور حکام کے ناجائز فیصلوں کی زور سے غیروں کی ملکیت پر زبردستی قبضہ کر لیتے ہیں، حالانکہ انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ چیز ان کی نہیں ہے۔

یاد رکھیے! شریعت کورٹ کے اس طرح کے فیصلے سے وہ چیز اس جھوٹے مدعی یا مدعا علیہ کے لیے جائز و حلال نہیں ہو جاتی۔ حرام ہی رہتی ہے اور جھوٹا مقدمہ لڑنے اور جھوٹی قسم کھانے سے وہ خود جہنمی بن جاتا ہے۔

بعض بے ایمان تو ایسے ہوتے ہیں کہ جو یہ دیکھ کر کہ دوسرا فریق گو حق پر ہے مگر اس کے پاس ثبوت کی شہادت یا کوئی تحریری دستاویز نہیں ہے۔ اپنا مقدمہ حاکم کے پاس لے جا کر فریق کے دعوے کو بے ثبوت ٹھہراتے ہیں اور اپنے ذمے سے اس کے واجبی مطالبہ کو ساقط کرا دیتے ہیں۔ ایسے لوگ قرآن کریم کی اس آیت کو سامنے رکھیں۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَلَا تَأْكُلُوٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ۔

(سورۃ البقرہ، آیت ۱۸۸)

''اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے مت کھاؤ اور نہ پہنچاؤ حاکموں تک اس کا معاملہ، تاکہ کھا جاؤ لوگوں کا کچھ مال گناہ سے اور حالانکہ تم جان رہے ہو۔''

جھوٹی قسم اور جھوٹی گواہی بڑے گناہوں میں شامل

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ بڑے گناہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔ ماں باپ کو تکلیف پہنچانا۔ کسی جان کو (ناحق) قتل کرنا (جس کے قتل کی شرعاً اجازت نہ ہو) جھوٹی قسم کھانا۔ (بخاری)

بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں جس کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں الیمین الغموس کے بجائے شہادۃ الزور کا ذکر ہے (یعنی جھوٹی گواہی دینا)۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۷ از بخاری و مسلم)

ایک روایت کے الفاظ ہیں:

وَلَا تَشْهَدْ شَهَادَةَ زُوْرٍ

''اور جھوٹی گواہی مت دو۔''

انسان کی بری عادتوں میں سے سب سے بری عادت جھوٹ ہے۔

جھوٹ بولنا تو ویسے ہی گناہ ہے، لیکن گواہی میں جھوٹ بولنا اور زیادہ بڑا گناہ ہے۔ آج ہماری زندگی میں جھوٹ بہت زیادہ داخل ہو چکا ہے۔

جھوٹا مقدمہ بنانا، جھوٹی قسم کھانا، جھوٹی شہادت دینا یا دلوانا اس کی شریعت میں سخت ممانعت ہے اور اس پر سخت وعید آئی ہے۔ جھوٹا مقدمہ بنا کر جھوٹی قسم کھا کر یا جھوٹی گوہی دے کر یا دلوا کر کسی کا مال کھانے یا حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ حرام ہے۔ حتیٰ کہ عدالت کسی مغالطہ کی وجہ سے کوئی فیصلہ کرے، جس میں ایک کا حق دوسرے کو ناجائز طور پر مل رہا ہو تو اس عدالتی فیصلے کی وجہ سے وہ اس کے لیے حلال نہیں ہوتا، جس کے لیے حلال ہے۔ اس کے لیے حرام نہیں ہو جاتا۔ اگر کوئی شخص دھوکہ، فریب یا جھوٹی شہادت یا جھوٹی قسم کی ذریعے کسی کا مال بذریعہ عدالت لے لے تو اس کا وبال اس کی گردن پر رہے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد اپنے فیصلے کے حوالے سے

ایک واقعہ حدیث مبارکہ میں ملتا ہے، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یعنی میں انسان ہوں اور تم میرے پاس اپنے مقدمات لاتے ہو اس میں یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص معاملے

کو زیادہ رنگ آمیزی کے ساتھ پیش کرے اور میں اسی سے مطمئن ہو کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں تو یاد رکھو کہ حقیقت حال تو صاحب معاملہ کو خود معلوم ہے۔ اگر فی الواقع وہ اس کا حق نہیں ہے تو اس کو لینا نہیں چاہیے کیونکہ اس صورت میں جو کچھ میں اس کو دوں گا وہ جہنم کا ایک قطعہ ہوگا۔

(معارف القرآن، جلد ۱ صفحہ ۴۶۱)

خلاصہ یہ کہ بغیر حق کے ناحق کسی دوسرے کا مال لے لیا یا کوئی چیز لے لی اس کا انجام بڑا واضح ہے۔ جہنم اس کے لیے واجب اور جنت اس پر حرام اور پھر ایسا نہیں کہ عدالت کسی مغالطے کی وجہ سے حق میں بھی فیصلہ دے دے تب بھی وہ چیز اس کے لیے حلال نہیں ہوگی وہ جہنم کا ایک قطعہ ہوگا جو وہ لے رہا ہے۔

(اللہ تعالیٰ اس سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین)

جھوٹی قسمیں کھا کر مال فروخت کرنے کا وبال

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثَۃٌ لَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ۔ قَالَ اَبُوْذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ خَابُوْا وَخَسِرُوْا مَنْ ھُمْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ اَلْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنْفِقُ سِلْعَتَہٗ بِالْحَلْفِ الْکَاذِبِ

''حضرت رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں، جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کلام نہیں فرمائے گا اور نہ ان کو (نظر رحمت) سے دیکھے گا اور نہ ان کو پاک صاف کرے گا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ محروم ہوں اور نقصان میں پڑیں، یہ کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

(۱)......جو (کپڑا ٹخنے سے نیچے) لٹکاتا ہو۔

(۲)......جو (کسی کے ساتھ سلوک کرے) احسان جتاتا ہو۔

(۳)...... جو اپنے بیچنے کے سامان کو جھوٹی قسم کے ذریعہ چالو کرتا ہو یعنی فروخت کرتا ہو۔'' (رواہ مسلم)

حدیث مذکورہ میں تین شخصوں کا ذکر ہے جن کی بدنصیبی یہ ہے کہ قیامت کے دن بڑے نقصان اور خسارے میں ہوں گے اور اپنے کاموں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نہ ان سے کلام فرمائے گا نہ ان کو نظر رحمت سے دیکھے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا۔ ان میں سے جھوٹی

قسمیں کھا کر کاروبار کرنے والا بھی شامل ہے۔

قسم کے معنیٰ اور اس کی حقیقت

قسم کھانا حقیقت میں شہادت یعنی گواہی ہے۔ جو شخص کسی بات پر خدا کی قسم کھا کر کوئی بات کہتا ہے وہ دراصل اپنے بیان کی سچائی پر خدا کو گواہ بناتا ہے اور خدا تعالیٰ کو کسی معاملہ میں گواہ بنانا کوئی ہنسی کھیل نہیں۔ اس لیے بہت سوچ سمجھ کر قسم کھانی چاہیے۔ قسم کھانے سے معاملات کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے۔ فرمایا:

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ (سورۃ البقرہ، آیت ۲۲۵)

''اور اللہ کے نام کو اپنی قسمیں کھانے کے لیے نشانہ نہ بناؤ۔''

خصوصاً لین دین اور کاروبار میں بعض سوداگر اور دکاندار اپنا سودا بیچنے کے لیے بہت قسمیں کھاتے ہیں اور اپنی قسموں کے ذریعے گاہک کو خریداری پر آمادہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نام کا بیجا استعمال ہے۔ اگر دیکھا جائے تو یہ حرکت بجائے خود مال میں نقص و عیب یا سودے میں کمی اور فریب کی نشاندہی کرتی ہے، ورنہ قسمیں کھانے اور بے جا لفاظی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

اول بے ضرورت قسمیں کھانا ہی برا ہے اور پھر جھوٹی قسمیں کھانا اور برا ہے۔ اسی لیے قرآن پاک میں اس قسم کے قسم کھانے والوں کی بہت برائی ہے۔ یہ جھوٹ کی بدترین شکل ہے جس میں جھوٹ بولنے والا اپنے ساتھ خدا کو بھی شریک کرتا ہے۔

زیادہ قسمیں کھانے سے انسان بے اعتبار ہو جاتا ہے

جو شخص بات بات پر قسمیں کھاتا رہتا ہے۔ حد درجہ بے اعتبار اور ناقابل اعتماد سمجھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ایسے شخص پر اعتبار نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ⑩ (سورہ قلم، آیت ۱۰)

''(اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ بہت قسمیں کھانے والے ذلیل کا کہنا مت مانیے۔''

جو بات یہاں سمجھنے کی ہے وہ یہ ہے کہ قسم کھانے کا مدعا یہ ہے کہ لوگ اس کا کہا مانیں اور اس

کا اعتبار کریں لیکن اللہ تعالیٰ اس آیت میں سرے سے اس طرح کی قسمیں کھانے والے کی بات کے نہ ماننے کی ہدایت اور بے قدری و بے اعتباری کا اعلان فرما رہے ہیں۔ یہ بات بات پر قسمیں کھانا نفاق کی بڑی علامت اور نشانی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو غلام فروخت کیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ اس غلام میں ایک عیب اور بیماری ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے قسم لینا چاہی لیکن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے قسم کھانے سے انکار کر دیا اور غلام جس کو فروخت کیا تھا، اس سے واپس لے لیا۔

لین دین میں قسمیں کھانے کا نقصان

یہی وجہ ہے کہ رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات میں قسمیں کھانے سے منع فرمایا ہے اور س کو کاروبار اور لین دین میں بے برکتی کا موجب بتلایا ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، ارشاد فرمایا:

خرید و فروخت میں زیادہ قسمیں کھانے سے بچو کیونکہ اس سے (اگرچہ بالفعل) دکانداری خوب چل جاتی ہے لیکن بعد میں یہ برکت کھو دیتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگرچہ تجارتی معاملات میں قسمیں کھانے سے وقتی طور پر کاروبار میں بہت وسعت ہوتی ہے، لوگ قسم پر اعتبار کر کے خریداری کی طرف زیادہ متوجہ ہوتے ہیں لیکن انجام یہ ہوتا ہے کہ کاروبار میں خیر و برکت ختم ہو جاتی ہے۔ آج اچھے خاصے دیندار لوگ بھی اپنے کاروباری و تجارتی شعبے میں اس کے مرتکب نظر آتے ہیں۔ جن لوگوں کو قسمیں کھانے کی عادت ہے، اگرچہ صحیح قسم کھا رہے ہیں لیکن کل ان سے جھوٹی قسموں کا بھی آہستہ آہستہ صدور ہونے لگے گا جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ باطنی طور پر ان کی تجارت سے خیر و برکت کی روح نکل جائے گی اور پھر ایک دن وہ بھی آئے گا کہ آہستہ آہستہ ان کا اعتبار لوگوں سے اٹھنے لگے گا اور وہ ان سے لین دین ترک کرنے لگیں گے۔ یقیناً یہ بڑا نقصان ہے۔

سب سے بہترین کمائی

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ سب سے اچھی کمائی کون سی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا۔ اور (پھر) وہ تجارت جس میں تاجر بے ایمانی اور جھوٹ سے کام نہ لیتا ہو۔ (مشکوٰۃ)

کاروبار میں نامناسب باتوں کا کفارہ

حضرت قیس بن غرزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اے سوداگرو خرید و فروخت میں لغو اور بے فائدہ باتیں بھی ہوجاتی ہیں اور قسم بھی کھائی جاتی ہے تو (اس کے علاج اور کفارہ کے طور پر) اس کے ساتھ صدقہ ملا دیا کرو (کیونکہ صدقہ اللہ کے غضب و غصہ کو دور کرتا ہے) مطلب یہ ہے کہ لین دین کے بعد صدقے کر لیا کرو تا کہ وہ خرید و فروخت کے معاملے میں غفلت سے ہوجانے والے بے فائدہ اور لغو باتوں اور قسموں کا کفارہ ہوجائے۔ لیکن یاد رکھیے کہ مندرجہ بالا حدیث میں کفارہ کی جو صورت تلقین فرمائی گئی ہے وہ غفلت کی بناء پر کوتاہی ہوجانے کے سلسلے میں ہے۔ اس میں یہ سمجھ لینا غلط ہوگا کہ دانستہ بیہودہ باتیں کرکے اور قسمیں کھا کر بھی مذکورہ صورت میں اس کا کفارہ ادا کیا جاسکتا ہے۔ یہ سوچ غلط ہی نہیں بلکہ بہت ہی غلط ہے۔

(اللہ تعالیٰ اس برائی سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین)

زبان اور شرمگاہ کے غلط استعمال پر وعید جہنم

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ اَکْثَرِ مَا یُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّۃَ قَالَ تَقْوَی اللّٰہِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ "وَسُئِلَ مَا یُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ فَقَالَ" اَلْفَمُ وَالْفَرْجُ۔ (رواہ الترمذی)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کس سبب سے لوگ زیادہ جنت میں داخل ہوں گے۔ ارشاد فرمایا: اللہ کا خوف اور عمدہ اخلاق نیز دریافت کیا گیا کہ کس سبب سے زیادہ تر لوگ جہنم میں داخل ہوں گے۔ تو ارشاد فرمایا: منہ اور شرمگاہ (کے باعث)۔''

(ریاض الصالحین از ترمذی)

حدیث مذکورہ میں جنت اور جہنم پر جانے کا باعث اور سبب بتلایا گیا ہے۔ جنت میں جانے کا سبب اللہ تعالیٰ کا خوف اور عمدہ اخلاق ہیں۔ اور جہنم میں جانے کا باعث زبان اور شرمگاہ کو بتلایا گیا ہے۔ جب انہیں کوئی غلط جگہ استعمال کرے۔

(۱)......زبان کا صحیح استعمال

اعضاء انسانی میں زبان کی حیثیت

انسان کے اعضاء میں زبان ایک ایسا عضو ہے جو ہے تو چھوٹا لیکن بہ نسبت دوسرے

اعضاء کے اس کو خاص قسم کی اہمیت حاصل ہے۔ گو عضو چھوٹا سے ہے لیکن اس کے کرشمے بڑے بڑے ہیں۔ اس کی خوبیاں بھی بہت ہیں اور خرابیاں بھی بہت ہیں۔ اس کی وجہ سے آخرت کے بڑے بڑے درجات بھی نصیب ہوتے ہیں کیونکہ اس سے بڑی بڑی نیکیاں صادر ہوتی ہیں اور دوسرے اعضاء جو نیک کام کرتے ہیں، عموماً ان میں بھی زبان کی معاونت اور شرکت ہوتی ہے اور دوسرا رخ یہ ہے کہ زبان سے بہت سے گناہ ہوتے ہیں اور دوسرے اعضاء کے گناہوں میں بھی اس کی معاونت اور شرکت ہوتی ہے۔ کفر و شرک کے کلمات زبان ہی سے نکلتے ہیں۔ جھوٹی قسم اسی سے کھائی جاتی ہے۔ جھوٹی گواہی اسی کے ذریعہ دی جاتی ہے۔ غیبت، بہتان، چغلی، کسی کا مذاق بنانا، کافروں و فاسقوں کی تعریف کرنا اور اسی طرح کے بڑے بڑے گناہ اس سے صادر ہوتے ہیں۔

ان سب گناہوں کی آلہ کار زبان ہی بنتی ہے۔ اسی لیے زبان کو ہر وقت قابو میں رکھنے کی تاکید ہے۔ اگر زبان پر گرفت ڈھیلی پڑ جائے تو یہ چھوٹی سی چیز قابو سے باہر ہو جاتی ہے جو دنیا میں بھی پچھتاوے کا باعث بنتی ہے اور آخرت میں بھی باعث نقصان ہوگی۔ بعض اوقات انسان اپنی زبان سے کوئی بات نکالتا ہے اور اس کو اپنے نزدیک بہت معمولی درجے کی بات سمجھتا ہے۔ اگر وہ بات حق ہوتی ہے تو یہ معمولی سی بات جنت میں اس کی بلندی کا سبب بن جاتی ہے اور اگر وہ بات باطل ہو تو وہی انسان کو دوزخ میں لے جانے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

تمام اعضاء کی زبان کے آگے فریاد

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب صبح ہوتی ہے تو انسان کے سب اعضاء زبان کے آگے عاجزی کرتے ہیں اور کہتے ہیں تو ہمارے معاملے میں اللہ سے ڈر کیونکہ ہم تیرے ساتھ بندھے ہوئے ہیں۔ تو ٹھیک رہی تو ہم بھی ٹھیک رہیں گے۔ اگر تو نے غلط روی اختیار کی تو ہم بھی غلط روی اختیار کر لیں گے اور پھر اس کا خمیازہ بھگتیں گے۔

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کو مجھ پر سب سے زیادہ کس چیز کا خوف ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مبارک زبان پکڑی اور فرمایا کہ سب سے زیادہ اس کا خوف ہے۔ (ترمذی)

زبان کی خوبیاں اور خرابیاں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ بندہ کبھی اللہ کی رضامندی کا کوئی ایسا کلمہ کہہ دیتا ہے کہ جس کی طرف اسے دھیان بھی نہیں ہوتا اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے بہت سے درجات بلند فرما دیتے ہیں اور بلاشبہ بندہ کبھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا کوئی ایسا کلمہ کہہ دیتا ہے، جس کی طرف اس کا کوئی دھیان بھی نہیں ہوتا اور اس کی وجہ سے وہ دوزخ میں گرتا چلا جاتا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ دوزخ میں اتنا دور جا گرتا ہے جتنا کہ مغرب ور مشرق کے درمیان فاصلہ ہے۔ (مشکوٰۃ، صفحہ ۴۱۱)

زبان کو قابو میں رکھنا نجات کا راستہ ہے

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! نجات کا راستہ کیا ہے؟ فرمایا: اپنی زبان کو قابو میں رکھو (یعنی فضول اور لایعنی باتوں سے اپنی زبان کو بچاؤ) اور چاہیے کہ تجھے تیرا گھر کافی ہو جائے، یعنی کسی دینی یا دنیوی ضرورت کے بغیر لوگوں سے زیادہ اختلاط نہ رکھ اور اپنی خطاؤں پر آنسو بہاؤ یعنی اپنی بداعمالیوں کو یاد کر کے خوب روؤ۔
(ترمذی، جلد ۲ صفحہ ۶۶)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے جنت کی ضمانت

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص میرے لیے اپنی زبان اور شرمگاہ کا ضامن ہوگا، میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں گا۔" (ترمذی، جلد ۲ صفحہ ۶۶)

مطلب یہ ہے کہ اپنی زبان اور شرمگاہ کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچائے، ناجائز طور پر استعمال کرنے سے محفوظ رکھے۔ جہاں اجازت ہو وہاں استعمال کرے، جہاں ممانعت ہو محفوظ رکھے۔ ایسے شخص کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت کے ضامن بن رہے ہیں۔ مسلمانوں کو اور کیا چاہیے کہ سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت کے ضامن بن جائیں۔ بس آج ہی سے بلکہ ابھی سے اس حدیث پر عمل کرنا شروع کر دیں۔

زبان کی کھیتیاں

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو چند باتیں بتائیں، پھر آخر میں فرمایا: کیا میں تم کو ایسا عمل نہ بتادوں جس کے ذریعہ ان سب چیزوں پر قابو پاسکو گے (جو پہلے ذکر ہوئیں)۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ضرور ارشاد فرمائیے۔

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا: كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا یعنی اس کو اپنے حق میں مصیبت بننے سے روکے رکھنا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے اللہ کے نبی! کیا ہمارے بولنے پر بھی گرفت ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بھی عجیب آدمی ہو۔ لوگوں کو دوزخ میں منہ کی بل اوندھا گرانے والی جو چیزیں ہوں گی وہ ان کی زبانوں کی کاٹی ہوئی کھیتیاں ہی ہوں گی۔ (ترمذی)

انسان اپنے قدم سے اتنا نہیں پھسلتا جتنا اپنی زبان سے پھسلتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ بندہ کوئی کلمہ کہہ دیتا ہے اور صرف اس لیے کہتا ہے کہ لوگوں کو ہنسائے، اس کلمہ کی وجہ سے ایسی (ہلاکت والی) گہرائی میں گرتا چلا جاتا ہے۔ جس کا فاصلہ اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے جتنا فاصلہ آسمان اور زمین کے درمیان ہے (پھر فرمایا کہ) بلاشبہ انسان اپنی زبان سے اتنا زیادہ پھسل جاتا ہے جتنا اپنے قدم سے (بھی) نہیں پھسلتا۔ (مشکوۃ المصابیح)

(۲)......شرمگاہ کی حفاظت

اب اس کے حوالے سے بھی کچھ پڑھ لیجیے۔

اہل ایمان کی خصوصی صفت

سورہ مومنون میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی صفات کا تذکرہ فرمایا ہے۔ ان میں ایک صفت یہ بھی ذکر فرمائی۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ

”جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھنے والے ہیں۔“

اس کا مطلب مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ اہل ایمان اپنی شرمگاہوں کی نگہداشت رکھتے ہیں سوائے اپنی بیبیوں اور اور شرعی باندیوں کے (اب چونکہ شرعی باندیاں نہیں رہیں اس لیے اب سوائے جائز شادی کے اور کوئی صورت قضائے شہوت کے لیے حلال نہیں۔ اس طرح خواہش نفس پوری کرنے کی تمام صورتوں کو حرام قرار دے دیا گیا ہے۔ خواہ وہ متعہ ہو یا زنا ہو یا کچھ اور)۔

(تفسیر انوار البیان، جلد ۶)

زنا کے محرکات سے بھی بچنے کا حکم

زنا کے حوالے سے خصوصاً قران کریم کا یہ حکم بہت ہی اہم ہے کہ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا زنا کے پاس بھی نہ پھٹکو۔ یعنی زنا کرنا تو دور کی بات ہے یہ بہت سخت چیز ہے اس کے پاس بھی مت جاؤ۔ گویا زنا کے مقدمات اور ان کے ابتدائی محرکات سے بھی دور رہو جو اس راستہ کی طرف لے جاتے ہیں۔ مثلاً اجنبی عورت کی طرف بغیر عذر شرعی نظر کرنا...... نامحرم عورتوں سے تخلیہ کرنا...... ان سے ہنسی مذاق کرنا...... رسم ملاقات بڑھانا...... ناچ، گانے بجانے کے پروگراموں میں شرکت کرنا وغیرہ وغیرہ...... حاصل یہ کہ لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا کی ممانعت کے ماتحت بے حیائی اور بے حجابی کے سارے قولی...... فعلی...... تقریری...... تصویری...... لباسی، تمام مظاہرہ آ گئے۔ یہ اسلام ہی ہے جس نے ہر غیر نکاحی ازدواجی تعلق کو ہر حال میں اور ہر صورت میں حرام قرار دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن آدم پر جو حصہ لکھا جا چکا ہے وہ اسے بہر حال حاصل کر رہے گا۔

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا) آنکھوں کا زنا غلط جگہوں کو دیکھنا ہے۔ کانوں کا زنا خلاف شرع باتوں کا سننا ہے۔ زبان کا زنا اس سے بری بات نکالنا ہے۔ ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے۔ پاؤں کا زنا اس کی طرف چل کر جانا ہے اور دل خواہش و تمنا کرتا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق کر دیتی ہے یا تکذیب۔ (بخاری و مسلم)

ابو داؤد کی روایت میں ہے ہاتھ بھی زنا کرتے ہیں ان کا زنا غیر محرم عورت کو پکڑنا ہے۔ پیر بھی زنا کرتے ہیں ان کا زنا غیر عورت کی طرف چل کر جانا ہے۔ منہ بھی زنا کرتا ہے۔ اس کا زنا

بوس وکنار میں مبتلا ہونا ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی نظروں کو نیچی رکھو اور شرم گاہوں کی حفاظت کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کو مسخ کر دے گا۔

زنا کی دنیوی سزا

قرآن نے زنا کے گناہ کی سزا یہ رکھی ہے کہ غیر شادی شدہ مرد یا عورت زنا کرلے تو اس کو سو کوڑے مارے جائیں اور شادی شدہ مرد یا عورت زنا کرلیں تو ان کو سنگسار کیا جائے۔ یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے۔ (سورہ نور)

زنا کی اخروی سزا

حدیث مبارکہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

ساتوں آسمان اور ساتوں زمین شادی شدہ زناکار پر لعنت کرتے ہیں اور جہنم میں ایسے لوگوں کی شرمگاہوں سے ایسی سخت بدبو پھیلے گی کہ اہل جہنم بھی اس سے پریشان ہوں گے اور آگ کے عذاب کے ساتھ ان کی ذلت ورسوائی جہنم میں بھی ہوتی رہے گی۔ (معارف القرآن، جلد ۵)

(اللہ تعالیٰ زبان کی شر سے بھی اور شرمگاہ کے شر سے بھی ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین)

مال حرام سے نشوونما پانے والے کے لیے وعید جہنم

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ وَکُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ کَانَتِ النَّارُ اَوْلٰی بِہٖ۔ (مشکوۃ بحوالہ بیہقی)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ گوشت جس نے حرام مال سے پرورش پائی جنت میں داخل نہیں ہوگا اور جو گوشت (یعنی جو جسم) حرام مال سے نشوونما پائے وہ دوزخ کی آگ کے ہی لائق ہے۔''

حدیث مذکورہ میں حضور نے مال حرام سے پرورش پانے والے کے لیے جنت سے محرومی اور دوزخ اس کا ٹھکانا بتلایا ہے۔

حلال کمائی کی فضیلت اور اعمال صالحہ

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد نماز اور زکوۃ وغیرہ اسلام کے اولین اور بنیادی ارکان و فرائض ہیں۔ درجہ اور مرتبہ میں ان کے بعد حلال روزی حاصل کرنے کی فکر اور کوشش بھی ایک فریضہ ہے، جس کو اسلام نے بہت اہمیت دی ہے اور جگہ جگہ اس کی تاکید کی ہے۔ یہاں تک کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام رسولوں کو مخاطب کر کے یہ حکم دیا ہے۔ فرمایا:

یٰاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ

''رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔'' (سورہ المومنون، آیت ۵۱)

اس آیت کریمہ میں پہلے پاکیزہ چیزیں کھانے کا حکم ہے اس کے بعد نیک اعمال کرنے کا حکم ہے۔ بظاہر کھانے اور عمل کرنے میں کوئی مناسبت نہیں لیکن علماء فرماتے ہیں کہ اعمال صالحہ کو رزق حلال کے ساتھ خصوصی مناسبت اور تعلق ہے۔ جب رزق حلال استعمال کیا جاتا ہے تو اعمال صالحہ کی توفیق ملتی ہے۔

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿۱۷۲﴾ (سورۃ البقرہ، آیت ۱۷۲)

''اے ایمان والو! کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو روزی ہم نے تم کو دی اور اللہ کا شکر کرو اگر تم اسی کے بندے ہو۔''

اس آیت کریمہ میں بھی پہلے پاکیزہ چیزیں کھانے کا حکم دیا گیا اس کے بعد شکر کرنے کا حکم ہے۔ ایک تو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جب رزق حلال عطا فرمایا ہے تو اب اس کا شکر بھی کیا جائے کہ اس کا بڑا احسان ہے کہ اس نے صاف ستھری اور پاکیزہ روزی عطا فرمائی۔ دوسرا اس لیے کہ شکر کی توفیق تب ہی ملتی ہے۔ جب حلال روزی استعمال کی جائے۔ حرام کھانے والے کو کبھی شکر کی توفیق نہیں ملتی۔ وہ ہمیشہ شاکی ہی رہتا ہے۔ اس کے پاس سب کچھ ہوتا ہے، لیکن وہ پھر بھی یہی کہتا ہے کہ میں پریشان ہوں، حالات خراب ہیں، ضروریات پوری نہیں ہوتیں، مقروض رہتا ہوں، لیکن رزق حلال والے کے پاس بہت تھوڑا ہوتا ہے مگر اس کا دل سکون اور قناعت سے لبریز ہوتا ہے۔ وہ اپنے مالک کا شکریہ ہی ادا کرتا رہتا ہے کہ اس نے اسے اتنا نوازا ہے۔

انسان اور جانور میں فرق

انسان کو اللہ تعالیٰ نے جانوروں پر برتری عطا فرمائی ہے اور اس برتری کا مظاہرہ بھی انسان کو کرنا چاہیے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ بھوک اور پیاس کی حالت میں ایک جانور اور حیوان جہاں سے کچھ ملتا ہے، وہیں منہ ڈال دیتا ہے۔ اسے جائز و ناجائز ہونے میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ وہ حلال و حرام میں کوئی تمیز نہیں کرسکتا کیونکہ وہ حیوان ہے۔ عقل سے خالی اور فہم سے عاری ہے۔

اس کے برخلاف انسان عقل وشعور سے نوازا گیا ہے۔اسے اچھے برے کی تمیز سکھائی ہے۔حلال وحرام میں امتیاز کرنا سکھلایا اور بتلایا گیا ہے تاکہ وہ اپنی آخرت کا سامان کر سکے۔

رزق حلال کی طلب ایک اہم فریضہ

رزق حلال کی طلب اور اس کے محنت وکسب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں اتنا اہم کام ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسب حلال طلب کرنے کو دوسرے فرائض نماز، روزہ وغیرہ کے بعد ایک اہم فریضہ قرار دیا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

طلب الحلال فريضة على كل مسلم

''حلال کو طلب کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔''

ایک دوسری حدیث میں فرمایا:

طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضه۔ (مشکوٰۃ)

''حلال کمائی تلاش کرنا بھی فرض کے بعد ایک فرض ہے۔''

حلال کمانے والے کا درجہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے حلال طریقے سے اس لیے دنیا طلب کی کہ بھیک مانگنے سے بچے اور اپنے گھر والوں پر خرچ کرے۔ اپنے پڑوسی پر مہربانی کرے تو قیامت کے دن اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کی طرح چمکتا ہوگا اور جس نے حلال طریقے سے دنیا اس لیے حاصل کی کہ دوسروں کے مقابلے میں روپیہ زیادہ جمع کر لے اور دوسروں پر فخر کرے اور دکھلاوا کرے تو اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ اس پر غصہ ہوگا۔ (مشکوٰۃ)

اپنے ہاتھوں سے کمائی کی فضیلت

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کون سی کمائی زیادہ پاکیزہ ہے؟ فرمایا کہ آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام اور نیکی والی تجارت۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''بہترین کھانا وہ ہے جو تم اپنی کمائی سے کھاؤ۔''

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سی کمائی افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کے ہاتھ کی کمائی اور نیک (اچھی) تجارت۔

اس حدیث کا مقصود گداگری اور دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے روکنا ہے اور اس بات کی تعلیم دینا ہے کہ آدمی کو اپنی روزی خود کمانی چاہیے۔ کسی شخص پر بار بن کر زندگی نہیں گزارنی چاہیے۔

حلال مال و دولت اللہ کی ایک نعمت

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ میرا ارادہ ہے کہ تم کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجوں، پھر تم اللہ کے فضل سے صحیح سالم لوٹو (اور وہ مہم تمہارے ہاتھوں فتح ہو) اور تم کو مال غنیمت حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم کو مال و دولت کا اچھا عطیہ ملے۔ تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے اسلام مال و دولت کے لیے قبول نہیں کیا ہے بلکہ میں نے اسلام کی رغبت و محبت کی وجہ سے اس کو قبول کیا اور اس لیے کہ آپ کی معیت و رفاقت مجھے نصیب ہو۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عمرو! اللہ کے صالح بندے کے لیے جائز و پاکیزہ مال و دولت اچھی چیز (اور قابل قدر نعمت) ہے۔

قبولیت دعا میں رزق حلال کا اثر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہے اور وہ صرف پاکیزہ مال ہی کو قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مومنین کو اسی بات کا حکم دیا ہے جس کا اس نے رسول علیہ السلام کو حکم دیا ہے۔ چنانچہ اس نے فرمایا: اے پیغمبر! پاکیزہ روزی کھاؤ اور نیک عمل کرو اور مومنین کو خطاب کرتے ہوئے اس نے کہا کہ اے ایمان والو! جو پاک اور حلال چیزیں ہم نے تمہیں بخشی ہیں وہ کھاؤ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور مثال ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا جو لمبی مسافت طے کر کے مقدس مقام پر آتا ہے۔ غبار سے اٹا ہوا ہے۔ گرد آلود ہے اور اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر کہتا ہے: اے میرے رب! اے میرے رب! (اور دعائیں

مانگتا ہے) حالانکہ اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے اور حرام ہی پر وہ پلا ہے۔ تو ایسے شخص کی دعا کیوں کر قبول ہو سکتی ہے؟ (مسلم)

اس حدیث میں پہلی بات یہ کہی گئی ہے کہ خدا صرف وہی صدقہ قبول کرتا ہے جو پاک و جائز کمائی سے ہو۔ حرام مال اگر اس کی راہ میں خرچ کیا جائے تو وہ اسے قبول نہیں کرتا۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ جس آدمی کی کمائی حرام ہو، ناجائز طریقے سے حاصل کی گئی ہو تو اس کی دعا اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔

ایک واقعہ پڑھیے

ایک بزرگ تھے وھب ابن الودود رحمۃ اللہ علیہ، ان کا مزاج یہ تھا کہ وہ کوئی چیز نہ کھاتے تھے نہ پیتے تھے جب تک کہ یہ معلوم نہ ہو جاتا تھا کہ وہ چیز ان تک کن ذرائع سے پہنچی ہے۔ ایک دن ان کی والدہ نے دودھ کا پیالہ پینے کو دیا۔ آپ نے پوچھا: یہ دودھ کہاں سے آیا ہے اور اس کی قیمت کہاں سے ادا ہوئی اور کس شخص سے خریدا گیا ہے؟

ابن الودود رحمۃ اللہ علیہ یہ سب کچھ معلوم کر چکے مگر اطمینان پھر بھی نہ ہوا۔ آخر میں پوچھا: جس بکری کا دودھ ہے اس نے چارا کہاں سے کھایا تھا؟ انہیں معلوم ہوا کہ بکری نے ایک ایسی چراگاہ سے گھاس کھائی تھی جس پر مسلمانوں کا کسی طرح بھی حق نہ تھا، لہٰذا انہوں نے دودھ پینے سے انکار کر دیا۔ والدہ کے اصرار پر فرمایا:

''بے شک اللہ رحمن ہے اور رحیم ہے وہ رحمت کرنے والا ہے۔ میں اس کی رحمت کو گناہ سے آلودہ نہیں کر سکتا۔''

(اللہ تعالیٰ ایسی سوچ ا... ہمیں بھی نصیب فرمائے۔ آمین)

حرام کی نحوست اور اس کا و...

جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رزق حلال کی طلب کو فرض قرار دیا ہے اور اس کی نورانیت اور برکات کو بیان فرمایا ہے وہیں آپ نے حرام روزی سے بچنے کی بھی تلقین کی ہے اور اس کی نحوستیں اور مکروہ اثرات بھی بیان فرمائے ہیں۔

حرام کھانے والا ایسا بدبخت اور بدنصیب ہے کہ اس کی نہ تو نماز قبول ہوتی ہے نہ نیک اعمال اور صدقہ وخیرات قبول ہوتا ہے۔ نہ اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسرے موقعہ پر یوں فرمایا:

''جو شخص دس درہم میں کوئی کپڑا خریدے اور اس میں ایک درہم حرام کا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی کوئی نماز قبول نہیں فرمائیں گے جب تک وہ کپڑا اس کے اوپر رہے گا۔ (مسند احمد)

جو بندہ حرام لقمہ اپنے پیٹ میں ڈال لیتا ہے تو اس کے چالیس دنوں کا کوئی نیک عمل قبول نہیں ہوتا۔ (طبرانی)

جو شخص مال گناہ سے کماتا ہے، پھر وہ اس سے عزیزوں کی امداد یا صدقے کرتا ہے یا خدا کی راہ میں خرچ کرتا ہے یہ سب قیامت کے دن جمع کیا جائے گا اور اس کے ساتھ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (ابوداؤد)

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ غُذِیَ بِالْحَرَامِ

''جنت میں وہ جسم نہ جائے گا جس نے حرام غذا سے پرورش پائی۔''

قرآن حکیم میں بھی حرام کھانے والوں کو شدید وعید سنائی گئی ہے۔ فرمان باری ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ

''اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طور پر نہ کھاؤ۔''

دوسری جگہ فرمایا:

وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِیْهِ نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا ﴿۳۰﴾ (سورۃ النساء، آیت ۲۹، ۳۰)

''اور جو کوئی سرکشی اور ظلم کے طور پر ایسا کرے گا تو ہم عنقریب اس کو آگ میں ڈالیں گے اور اس طرح کرنا اللہ رب العزت کے لیے آسان ہے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی بندہ حرام مال کمائے، پھر اس میں سے خدا کی راہ میں صدقہ کرے تو یہ صدقہ اس کی طرف سے قبول نہیں کیا جائے گا اور اگر اپنی ذات اور گھر والوں پر خرچ کرے گا تو برکت سے خالی ہوگا۔ اگر وہ اسے چھوڑ کر مرا تو وہ اس کے لیے جہنم کے سفر میں زادِ راہ بنے گا۔ اللہ تعالیٰ برائی کو برائی کے ذریعے نہیں مٹاتا بلکہ برے عمل کو اچھے عمل سے مٹاتا ہے۔ خبیث سے، خبیث کو نہیں مٹاتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیکی کا کام جائز طریقے سے کیا جائے گا، تب وہ نیک کام سمجھا جائے گا۔ مقصد بھی پاک ہونا چاہیے اور اس کا ذریعہ بھی پاک ہونا چاہیے۔

(اللہ تعالیٰ رزق حلال کی فکر نصیب فرمائے اور حرام سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین)

بے حیائی والا لباس پہننے پر وعید جہنم

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صِنْفَانِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَمْ اَرَاهُمَا، قَوْمٌ مَعَهُمْ سِیَاطٌ کَاَذْنَابِ الْبَقَرِ یَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ، وَنِسَاءٌ کَاسِیَاتٌ عَارِیَاتٌ مُمِیْلَاتٌ مَّائِلَاتٌ رُءُوْسُهُنَّ کَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا یَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا یَجِدْنَ رِیْحَهَا وَاِنَّ رِیْحَهَا لَتُوْجَدُ مِنْ مَّسِیْرَةِ کَذَا کَذَا (مشکوٰۃ از مسلم)

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دوزخیوں کے دو گروہ میں نے نہیں دیکھے (میرے بعد ظاہر ہوں گے)۔ (۱) کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو بیلوں کی دموں کی طرح کوڑے لیے پھرتے ہوں گے، جن سے وہ لوگوں کو (ظلماً) مارا کریں گے۔ (۲) ایسی عورتیں ہوں گی جو کپڑے پہنے ہوئے بھی ننگی ہوں گی (غیر مرد کو اپنی طرف) مائل کرنے والی ہوں گی (اس کی طرف) مائل ہونے والی ہوں گی۔ ان کے سر ایسے (پھولے ہوئے) ہوں گے جیسے بڑے بڑے اونٹوں کے جھکے ہوئے کوہان ہوتے ہیں۔ یہ عورتیں جنت میں داخل نہ ہوں گی اور جنت کی خوشبو (بھی) نہ سونگھیں گی، حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی دور سے محسوس کی جاتی ہے۔‘‘

حدیث مذکورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم میں جانے والی دو قسم کے لوگوں کا ذکر فرمایا اور انہیں جہنم کی وعید سنائی ہے۔ ایک کا تعلق مردوں سے ہے اور دوسرے کا تعلق عورتوں کے گروہ سے ہے۔

یہ دوگروہ کون کون سے ہیں؟

اس حدیث مذکورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوگروہوں کے جہنمی ہونے کی نشاندہی فرمائی ہے، لیکن فرمایا کہ میرے زمانے میں موجود نہیں آئندہ زمانہ میں ہوں گے۔

(۱)......ان ظالم لوگوں کا گروہ ہے جو لوگوں پر مسلط ہوجائیں گے اور ان کو ناحق ماریں گے پیٹیں گے۔

(۲)......دوسرا گروہ ان عورتوں کا ہے جو لباس پہننے کے باوجود برہنہ ہوں گی اور ایسا لباس پہنے ہوئے ہوں گی جس سے جسم کے نشیب وفراز واضح ہوں گے۔ جسم کے کچھ حصے نظر آئیں گے۔ مثلاً آدھے آستین کا کرتا یا فراک وغیرہ پہننے والیاں یا ایسا باریک یا تنگ چست لباس جس سے اندر کے حصے نظر آئیں گے یا کپڑوں میں جھلملاتے نظر آئیں گے کہ عمدہ بھڑکیلا لباس پہن کر بغیر حجاب نامحرم مردوں کے سامنے آئیں گی۔ یہ عورتیں مردوں کی طرف مائل ہوں گی اور مردوں کو اپنی طرف مائل کریں گی اور اپنے سر کے بالوں کو اس طرح بنائیں گی جیسے بختی اونٹوں کے کوہان ہوں، پھر ننگے سر مردوں کے سامنے آئیں گی۔ یہ عورتیں نہ جنت میں جائیں گی نہ اس کی خوشبو پائیں گی، حالانکہ جنت کی خوشبو دور دور تک پہنچے گی۔

بہرحال یہ خطرناک بات ہے کہ دنیا ہی میں جہنم کی بشارت مل جائے، اس لیے مومن خواتین کو اپنے بارے میں سوچنا چاہیے کہ کہیں ہمارا لباس، پوشاک ایسا تو نہیں کہ اس حدیث کے موجب جہنمی بن رہی ہوں۔ اگر ایسا ہے تو فوراً توبہ استغفار کرکے اپنے کو اس فہرست سے باہر نکالنا چاہیے۔ (ترکِ گناہ اور اصلاحِ معاشرہ)

لباس شرم وحیا کی علامت

اسلام نے یہ درس تو نہیں دیا کہ مسلمان مرد اور عورتیں کسی خاص قسم کے یونیفارم میں رہیں

اور ایک خاص ہیئت میں رہیں، لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اسلام جیسے عظیم اور جامع دین میں لباس جیسے اہم معاملے میں بالکل آزاد چھوڑ دیا گیا ہو بلکہ اسلام نے لباس سے متعلق بنیادی ضابطوں کی وضاحت کی ہے، جنہیں مدنظر رکھا جائے تو شرعی اور غیر شرعی لباس میں تمیز مشکل نہیں رہتی۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ط

(سورۃ الاعراف، آیت ۲۶)

''اے آدم کی اولاد ہم نے تمہارے اوپر لباس اتارا جو تمہاری شرمگاہوں کو ڈھانپتا ہے اور تمہارے لیے زینت کا سبب بھی ہے۔''

مذکورہ آیت مبارکہ سے لباس کے لیے جو ضوابط سمجھ میں آتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

(۱)...... لباس ساتر ہو یعنی لباس کا مقصد مرد و عورت کی ستر پوشی ہے۔ وہ لباس ہی کیا جو ستر پوشی کا کام نہ دے، لہٰذا ایسا کوئی لباس جو ساتر نہ ہو تو اس کا پہننا جائز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ چست اور باریک لباس پہن کر لباس کے مقصد کو مجروح کرنے والی عورتوں کے بارے میں اوپر مذکورہ حدیث میں یہی بات فرمائی:

کاسیات عاریات

''وہ لباس پہنے ہوں گی مگر ننگی ہوں گی۔''

لباس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ننگا فرما رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لباس کا جو مقصد ہے وہ حاصل نہیں ہو رہا۔

(۲)...... لباس کا دوسرا مقصد جو قرآن نے بتلایا ہے "وریشا" یعنی لباس ایسا ہو جو باعث زینت ہو اور انسان کسی استہزاء اور نفرت کا ذریعہ نہ بنے۔ عربی کا محاورہ ہے "الناس باللباس" انسان کی شخصیت لباس سے بنتی ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ ایسا لباس پہنے جس میں وہ باوقار دکھائی دے۔

ستر پوشی کے لیے تو لنگوٹی بھی کافی ہے، لیکن اسلام ہمیں ایسا لباس پہننے کا حکم دیتا ہے جو ستر پوشی کا کام بھی دے، سردی و گرمی سے حفاظت اور شخصیت کے وقار اور حسن میں اضافے کا سبب بھی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے شرم وحیا انسان کی فطرت میں پیدا فرمائی ہے۔لباس پہنتے وقت یہ سوچنا چاہیے کہ یہ وہ عظیم نعمت ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے صرف انسان کونوازا ہے۔دوسری مخلوق اس سے محروم ہے۔ یہ لباس ایسا استعمال کرنا چاہیے جوشریعت کی نظر میں پرہیزگاری کی علامت ہو جس سے غرور وتکبر کا اظہار بھی نہ ہو۔اور ایسا بھی نہ ہو کہ عورتوں کے لیے مردوں کی مشابہت کا ذریعہ ہواور نہ مردوں کے لیے عورتوں سے مشابہت کا۔

بالخصوص عورتیں ایسا لباس استعمال کریں،جس سے ان کا جسم نظر نہ آئے۔نہ اتنے چست کپڑے استعمال کریں کہ جسم کے خدوخال نمایاں ہوں۔

لباس کے حوالے سے یہ بھی ذہن میں رہے کہ دشمنان اسلام یہود ونصاریٰ اور کفار و مشرکین کے لباس سے بھی اجتناب کلی ہونا چاہیے کیونکہ اسے اختیار کرنے میں ان کی مشابہت ہوگی،جس سے بڑی شدومد کے ساتھ اہل ایمان کوخصوصاً عورتوں کو باز رکھا گیا ہے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بندۂ خدا کسی جماعت اور قوم کی مشابہت اپنائے گا وہ اسی میں سے ہے،یعنی قیامت میں اسی قوم کے ساتھ اٹھے گا۔

عورت کی عفت وعصمت سب سے قیمتی ہے

اسلام کی نگاہ میں عورت کی عفت وعصمت اس کے لیے سب سے زیادہ قیمتی شے ہے۔اگر عورت کی عفت داغدار ہوجائے تو اس کے مفاسد اتنے خطرناک ہوتے ہیں جن کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔اس لیے اسلام نے انسانیت کی بقا اور تحفظ کے لیے عورت کی عفت وعصمت کو مکمل طور پر تحفظ فراہم کرنے کی تعلیمات اپنے ماننے والوں کو دی ہیں۔عورتوں کو نکاح اور پردہ کا پابند بنانا ان کو محصور یا مقید کرنے یا انہیں حقوق سے محروم کرنے کے لیے ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ حکم عورت کی سب سے بڑی دولت عفت وعصمت کی حفاظت کے لیے ہے۔

اسلام عورت کی نازک اور گراں قدر عزت وحرمت کو خیانت والی نگاہوں سے محفوظ کرنا چاہتا ہے تاکہ عورت کی تابناکی میں بال برابر فرق نہ آئے اور صنف نازک مکمل سکون،پاکیزگی اور پاکبازی کے ساتھ دنیا میں زندگی گذارتی رہے۔

تہذیب مغرب کی تباہ کاریاں

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اہم تحریر

عورتوں کے لباس کے حوالے سے اور حدیث مذکور کی تشریح میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ کے خطبات سے ایک تحریر پڑھتے ہیں جو مقصد لباس کے حوالے سے بڑی جامع ہے۔ فرماتے ہیں:

آج کل تو ہماری بہنیں جو لباس پہنتی ہیں، بازو ہیں تو وہ الگ کھلے ہوئے ہیں، گلے الگ کھلے ہوئے، سینے کا حصہ الگ کھلا ہوا تو نماز مطلقاً نہیں ہوتی (بشرطیکہ ہماری بہنیں نماز پڑھیں۔ جو نماز کے قریب ہی نہ جائیں تو......؟) ان کی آرائش وزیبائش ممکن ہے، ہو جائے لیکن اللہ کے ہاں کوئی تقرب یا قرب وطاعت، یہ اس میں نہیں ہوتی جب کہ یہ حصہ بدن کھل جائے۔ حدیث میں فرمایا گیا کہ:

بہت سی عورتیں زمانے میں پیدا ہوں گی جو کاسیات ہوں گی، عاریات ہوں گی۔ لباس پہنے ہوئے ہوں گی اور پھر بھی ننگی ہوں گی۔ لباس ہوگا بدن پر، پھر بھی برہنہ ہوں گی۔ مائلات ممیلات خود بھی مائل ہوں گی اجنبی مردوں پر اور ان کو بھی مائل کریں گی اپنے اوپر۔ یہ عورتیں جنت میں داخل نہیں کی جائیں گی، اس لیے کہ انہوں نے فتنے کا دروازہ کھول دیا، دنیا کو جہنم میں دھکیلنے کا انہوں نے ارادہ کر لیا۔ تو دو لفظ فرمائے گئے کاسیات عاریات لباس پہن کر پھر بھی ننگی ہوں گی۔

عاریات ہیں کہ لباس پہنے ہوئے اور پھر ننگی۔ اس کی تین صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ لباس ناقص اور ناتمام ہو یعنی لباس کو پہنا ہے مگر بازو کھلے ہوئے ہیں۔ لباس پہنے ہوئے ہے، مگر سینہ کھلا ہوا ہے۔ لباس پہنے ہوئے ہے مگر کمر کھلی ہوئی ہوئے۔ لباس پہنے ہوئے ہیں مگر پنڈلی کھلی ہوئی ہے۔ تو کاسیات بھی کہا جائے گا کہ لباس پہنے ہوئے ہے مگر پھر بھی ننگی۔ اس لیے کہ ستر کھل گیا تو عاریات بھی کہا جائے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ لباس پہنے ہوئے ہو، وہ گردن سے لے کر ٹخنوں تک پورا ہو مگر وہ اتنا باریک ہو کہ لباس سے سارا بدن نظر آ رہا ہو تو کاسیات بھی ہیں اور

عاریات بھی ہیں۔لباس پہنے ہوئے ہیں مگر پھر بھی برہنگی اور عریانی ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ لباس ہے اور پورے بدن پر ہے اور وہ باریک بھی نہیں ہے۔ موٹا لباس ہے مگر اتنا چست ہے بدن کے اوپر کہ بدن کی حیثیت پوری نمایاں ہو۔ جیسے آج کل کے بعض مہمل پائجامے دیکھے گئے، جنہیں عورتیں پہنتی ہیں۔ یہاں سے لے کر وہاں تک بالکل بدن کے اوپر لپٹے ہوئے جیسے کہ پوچھڑے کے اوپر کپڑا لپیٹ دیا گیا۔ یہ طریقہ چلا، خدا جانے اس میں کیا حسن و جمال ہے؟ جب لباس میں عریانی آ گئی تو سارے بدن پر چھا گئی۔ سوچنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اصلیت اور اپنی ذات کے لحاظ سے کہ بھلا ہے یا برا ہے۔ ایک فیشن ہے بس چلنا چاہیے۔ یعنی دین کے بارے میں کوئی تقلید کرے تو طعن کرتے ہیں کہ یہ تقلید کر رہا ہے۔ بے شعوری سے عمل کر رہا ہے اور دنیا کے بارے میں رات دن تقلید ہے کہ یک صدا امریکا یا برطانیہ سے چلی، آنکھ بند کر کے لوگوں نے اس کے اوپر عمل کیا۔ تو کون سی اس میں تحقیق کرتے ہیں؟ کہ اس میں کوئی فائدہ ہے یا کوئی نقصان ہے۔ کچھ نہیں، بس فیشن چلنا چاہیے۔ تو یہی لباس چل پڑا کہ یہاں سے لے کر وہاں تک پاجامہ لپٹا ہوا ٹانگوں سے رانوں تک ہو تو کپڑا تو موٹا ہے مگر بدن کی حیثیت نمایاں ہوتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ عریانی اور ننگے پن سے شریعت نے روکا ہے۔ ایک حصہ بدن کھولنے کی اجازت دی ہے اور ایک حصہ کی کسی حالت میں بھی اجازت نہیں ہے۔ جس حصہ کو کھولنے کی اجازت دی ہے اور اس کے کھلے ہونے کی حالت میں نماز ہو جاتی ہے وہ چہرہ ہے، ہاتھ پاؤں ہیں۔ نماز میں ہاتھ پیر ڈھانپنا عورت پر ضروری نہیں ہے۔ یہ حصے کھلے رہیں تو نماز ہو جائے گی لیکن گردن سے لے کر ٹخنوں تک کا کوئی حصہ نہیں کھلنا چاہیے۔ یہ ستر کا حصہ ہے۔ جیسے مرد میں ناف سے لے کر گھٹنے تک کا حصہ یہ نہیں کھلنا چاہیے۔ یہ ستر کا حصہ ہے۔

اب آگے جو عورت کے لیے پردہ ہے وہ حجاب کہلاتا ہے۔ وہ ستر میں داخل نہیں ہے۔ کوئی اجنبی آ گیا تو نقاب ڈال لیا، ورنہ ضروری نہیں ہے۔ یا دور اور بعید ہے کہ پہچان نہ ہو تو بھی ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حجاب کا تعلق دوسروں سے ہے اور ستر کا تعلق اپنی ذات سے ہے۔ حجاب جب ہوگا جب کوئی اجنبی دیکھنے والا ہو اور ستر ہر صورت میں ہوگا۔ کوئی دیکھنے والا ہو یا نہ ہو۔ ہر صورت چھپانا ضروری ہوگا۔ یہ حصہ کھل جائے گا تو نماز نہیں ہوگی۔ تو بہر حال عریانی اور ننگے پن کو

شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔اس سے بچنا چاہیے ورنہ پھر انجام جہنم ہے۔(خطبات حکیم الاسلام،ج۱)

مغربی تہذیب چھوڑ کر اسلامی تہذیب اپنائیں

آج پوری دنیا مغربی تہذیب پر فریفتہ ہے۔ ہر شخص مغربی لباس، مغربی وضع قطع اور مغربی طور طریقے کو اپنانے میں فخر محسوس کرتا ہے اور اسلامی تہذیب کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت وضع قطع اور خصوصاً لباس میں مغربی قوموں کے نقش قدم پر چلنا اپنے لیے قابل فکر سمجھتی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنا باعث ننگ و عار خیال کرتی ہے۔ اس لادینی ماحول میں سب بڑا جہاد یہ ہے کہ مسلمان غیروں کی مشابہت چھوڑ کر اسلامی تہذیب، لباس، وضع قطع اپنائیں ورنہ رہی سہی عزت بھی خاک میں مل جائے گی۔

(اللہ تعالیٰ عریانیت والے لباس سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین)

دوغلہ پن اختیار کرنے پر وعید جہنم

عَنْ عَمَّارٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ ذَا وَجْھَیْنِ فِی الدُّنْیَا کَانَ لَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ لِسَانٌ مِّنْ نَّارٍ (مشکوٰۃ)

''حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا میں جس کے دو چہرے تھے قیامت کے دن اس کی زبان آگ کی ہوگی۔''

حدیث مذکورہ میں دوغلہ پن یعنی منافقت کا رول ادا کرنے والے کی سزا بتلائی گئی ہے کہ قیامت کے دن ایسے شخص کی زبان آگ کی ہوگی۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ایسے شخص کی آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔

لگائی بجھائی منافقت ہے

افراد اور ان کے باہمی تعلقات بسا اوقات بہت پیچیدہ اور نازک مرحلے پر آجاتے ہیں۔ ایسے حالات میں نہایت سنجیدگی اور دوراندیشی واحتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ عین ممکن ہے کہ دو اشخاص کے درمیان کسی مسئلے پر اختلاف رائے ہوجائے یا ان دونوں کو ایک دوسرے سے کچھ شکایتیں پیدا ہوجائیں اور ایک تیسر شخص جو ان دونوں سے تعلق رکھتا ہو ایسے موقع پر اس تیسرے شخص کا طرز عمل بڑی اہمیت اور قابل آزمائش ہوتا ہے۔

عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ اس پیچیدہ موقع پر تیسرا شخص خلوص وصداقت کے تقاضوں کو نظرانداز کرتے ہوئے ایک دوسرے شخص کی بات پہنچانے کی کوشش کرتا ہے اور دونوں فریق کو

یہ یقین دلاتا ہے کہ وہ ان کا حقیقی بہی خواہ ہے۔ اس ریشہ دوانی کے نتیجے میں دونوں کے تعلقات میں مزید خرابی اور ابتری پیدا ہونے لگتی ہے اور باہمی کشیدگی نزاع کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ اس نزاع کا سبب عام طور پر یہی تیسرا شخص ہوتا ہے۔ یہ صورت افراد کے ساتھ بھی ہوتی ہے اور اقوام کے ساتھ بھی۔ اسلام اس طرز عمل اور اس کردار کو دورخا پن یعنی نفاق سے تعبیر کرتا ہے۔ یہ چغل خوری سے زیادہ مذموم حرکت ہے، کیونکہ چغل خور تو صرف ایک فرد کی بات پہنچاتا ہے اور منافق دونوں تک ایک دوسرے کی بات پہنچاتا ہے۔

منافقت اور دورخے پن کے لیے صرف یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ ایک کی بات دوسرے تک پہنچانے تک محدود ہو۔ اسلام تو اس گفتگو کو بھی نفاق اور دورخے پن سے ہی تعبیر کرتا ہے جو غیر مخلصانہ ہو۔ مثلاً کسی کے منہ پر اس کی تعریف کردی جائے اور پس پشت اس کی برائی کی جائے۔ یہ بھی منافقت ہے۔ ابتدائے عہد اسلام میں مخالفین اور منافقین کا یہی طرز عمل تھا۔

منافقین کا کردار

قرآن کریم نے منافقین کی اخلاقی پستیوں کے ضمن میں ان کے دورخے پن کو کھول کھول کر بیان کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا ۚ وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ﴿١٤﴾ (سورۃ البقرہ، آیت ۱۴)

”جب وہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور جب تنہائی میں اپنے شیطانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو صرف ان (مسلمانوں) سے مذاق کرتے ہیں۔“

معاشرتی حیثیت سے ایسے آدمیوں کو اردو میں منافق اور دورخا کہتے ہیں اور عربی میں ذوالوجہین کہتے ہیں (دو چہرے والا)۔

یہی وہ لوگ ہیں جس کی ظاہرداری اور دوستانہ باتوں کی وجہ سے بہت بڑا دھوکا ہوجاتا ہے۔ اس کی لگائی بجھائی میں آکر انسان فریب میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ غرض اسی طرح دونوں

طرف دشمنی کی نہ بجھنے والی آگ بھڑکا دیتا ہے جو اس کی بدولت روز بروز بڑھتی رہتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم قیامت کے دن اللہ کے نزدیک دورخے شخص کو شریر لوگوں میں پاؤ گے جو ان لوگوں کے پاس ایک رخ سے آتا ہے اور اُن لوگوں کے پاس دوسرے رخ سے۔ (بخاری و مسلم)

دوغلہ پن یعنی منافقت کا آغاز

منافقت کا آغاز ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہم واقعہ کے بعد عام ہوا جس میں تقریباً یہود ملوث ہیں۔ چونکہ اس سے پہلے یہودی یثرب یعنی مدینہ کے آس پاس موجود تھے اور انہوں نے یثرب والوں پر اپنی علمی برتری، کہانت اور مالداری کی وجہ سے اثر قائم رکھا تھا، اس لیے یثرب والوں پر باقاعدہ حکومت کرنے کا منصوبہ بھی تیار کرلیا تھا۔ بلکہ بعض روایات کے مطابق عبداللہ بن ابی کو بادشاہت قائم کرنے کے لیے تاج و تخت کا بھی انتظام کرلیا گیا تھا۔ مگر ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کا یہ منصوبہ ناکام ہوگیا اور مدینہ منورہ میں ''اسلامی ریاست'' کی بنیاد پڑ گئی اور انہیں مجبور ہوکر مسلمانوں سے معاہدہ کرنا پڑا، لیکن وہ مختلف ذرائع سے اسلامی ریاست کو تباہ کرنے اور مسلمانوں کی مخالفت میں لگے رہے اور ان ہی تدابیر میں ایک تدبیر یہ بھی تھی کہ اپنے کچھ لوگ ان پر متعین کیے کہ مدینہ جاکر بظاہر اسلام قبول کرنے کا اعلان کریں مگر دل سے اسے قبول نہ کریں اور ان میں رہ کر ان کے درمیان جس طرح ممکن ہو اختلاف پیدا کریں۔ ان کے منصوبوں سے یہود کو آگاہ کرتے رہیں۔ وہ ان تمام منصوبوں سے کفار قریش کو جو اس وقت اسلام کے سب سے بڑے علی الاعلان دشمن تھے باخبر رکھیں اور انہیں آمادہ کریں کہ وہ حملہ کرکے مسلمانوں کا استیصال کردیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنے ''آخری دین'' کی حفاظت منظور تھی اس لیے قرآنی آیات کے ذریعے اپنے کرم سے مسلمانوں کو اس سے باخبر کیا اور منافق ناکام ہوئے۔

دوغلہ یعنی منافقین کا انجام دنیوی واخروی

منافقین کی دنیا اور آخرت میں بدانجامی کی خبر اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی مختلف آیات میں نازل فرمائی اور ان کے لیے آخرت میں ''عذاب الیم'' یعنی دردناک عذاب کی خبر دی گئی۔

اس منافقت کا دنیاوی انجام بدتو یہ ہوا کہ وہ تباہ و برباد ہوئے۔ انہیں اپنی بستیاں چھوڑنی پڑیں۔ جلاوطن ہو کر در بدر کی ٹھوکریں کھاتے رہے اور جو مقابلہ پر آئے قتل کیے گئے۔ ان کا اثاثہ اور مال و اسباب تخت و تاراج ہوا۔

دوغلہ قیامت کے دن بری حالت میں ہوگا

رسول اللہ ﷺ نے مختلف موقعوں پر ان کی بدانجامی کی خبر دی۔ مثلاً تم قیامت کے دن بدترین اس شخص کو پاؤ گے جو دنیا میں دو چہرے رکھتا تھا۔ کچھ لوگوں کے ساتھ ایک چہرے سے ملتا تھا اور دوسرے لوگوں سے دوسرے چہرے کے ساتھ۔ اس سے ظاہر ہے کہ جب دو شخصوں یا گروہوں میں اختلاف پیدا ہو جائے تو ان کے درمیان اسے لوگ جو طرفین کے ہمدرد بن کر انہیں بہکائیں اس تعریف میں آتے ہیں، جن کے لیے رسول اللہ ﷺ نے قیامت کے دن عذاب الیم کی خبر دی ہے۔

بہر کیف دورخی پالیسی اور نفاق دنیا و آخرت دونوں مقامات میں تباہی، ذلت اور خواری کا باعث ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء میں منافقین کی بدانجامی اور سزا کا ذکر یوں فرمایا:

إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾

(سورۃ النساء، آیت ۱۴۵)

”بے شک منافقین دوزخ کے سب سے نچلے حصے میں ہوں گے اور تم کسی کو بھی وہاں ان کا مددگار نہ پاؤ گے۔“

اب تمام باتوں کو سامنے رکھ کر قرآنی آیات اور احادیث نبوی ﷺ کے فرمودات پر غور کر کے مسلمانوں کو اپنے حالات اور طرز عمل کے بارے میں سوچنا چاہیے کہ کہیں ان کا رویہ اور طریق زندگی میں منافقت کا کوئی پہلو تو نہیں ہے۔ ورنہ یہ آیات و احکامات صرف یہود پر ہی منحصر نہیں بلکہ ایک مسلمان بھی اس بدانجامی کا شکار ہو سکتا ہے۔

ایک مسلمان کا کردار ادا کیا جائے

ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہمارا کردار یہ ہو کہ دو دشمنوں یا دو مخالف جماعتوں کے

درمیان اتحاد و اتفاق کی کوشش کریں۔ ہر فریق سے وہی بات کہیں جو دوسرے نے اس کی بھلائی میں کہی ہے۔ جو برائیاں کی ہیں ان کا عمداً ذکر نہ کریں۔ دو شخصوں کے درمیان ہر دشمنی پیدا کرنے والی یا عداوت کو بڑھانے والی ہر بات کی کوئی معقول توجیہ کریں۔ انشاء اللہ ایسا کرنے سے دونوں کے دلوں میں نفرت دور ہو جائے گی اور محبت پیدا ہو گی۔ مخالفت کے بجائے اعتماد و اتفاق کے جذبات پیدا ہونے لگیں گے۔ پھر یہی مخالف آپس میں دوست بن جائیں گے۔ ان شاء اللہ۔

یہ وہ کردار ہے جو ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمیں ادا کرنا چاہیے ورنہ وقتی لطف و تفریح یا خبث باطن کی خاطر جنت کے بدلے دوزخ کے خریدار بنیں گے۔ جو بڑے گھاٹے کا سودا ہو گا۔

ایک حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے لوگوں کی باہم رنجشوں کو دور کرانے اور آپس میں مصالحت کرانے کے بارے میں فرمایا:

کیا میں تم کو ایسا کام نہ بتاؤں جس کا درجہ روزے، نماز، صدقہ میں سب سے افضل ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ضرور بتلائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ کام اصلاح ذات البین یعنی دو شخصوں کے درمیان اگر رنجش پیدا ہو جائے تو اسے دور کر کے آپس میں صلح کرانا اور فساد ختم کرانا ہے۔

(اللہ تعالیٰ اپنے احکامات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے
اور دوغلے پن سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین)

دوسروں کی چغلی کھانے پر وعید جہنم

عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ (مشکوۃ)

''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔''

حدیث مذکورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چغلی کو گناہ عظیم بتلایا ہے اور یہ بھی بتلایا کہ وہ جنت کے لیے رکاوٹ بننے والا اور جہنم میں پہنچانے والا عمل ہے۔

چغلی کی تعریف

چغلی غیبت سے ملتا جلتا گناہ ہے اور دونوں حرام ہیں۔ چغلی کو عربی زبان میں ''نمیمہ'' کہتے ہیں اور اردو زبان میں اسی نمیمہ کا ترجمہ چغلی سے کیا جاتا ہے۔ جس کی تعریف یہ ہے کہ کسی شخص کی برائی اس کے پیٹھ پیچھے دوسرے کے سامنے اس نیت سے کی جائے تاکہ دونوں میں لڑائی ہو اور سننے والا اس کو تکلیف پہنچائے اور یہ شخص خوش ہو کہ اچھا ہوا اس کو تکلیف پہنچی۔ خواہ یہ حرکت زبان سے کی جائے یا تحریر کے ذریعے اور جو بات اِدھر سے اُدھر لگائی یا پہنچائی گئی وہ اعمال سے تعلق رکھتی ہو یا اقوال سے۔ نقصان اور انجام کے لحاظ سے سب کی مضرت یکساں اور بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔ اس میں ضروری نہیں جو برائی اس نے بیان کی ہو وہ حقیقت میں اس کے اندر موجود ہو۔ چاہے موجود ہو یا نہ ہو اس برائی کو بیان کرنے کا مقصد چغل خور کا یہ ہوگا کہ دوسرا شخص اس کو تکلیف پہنچائے۔ (اصلاحی خطبات، جلد ۴)

چغل خور کا مقصد لڑانا ہوتا ہے

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ اللہ کے اچھے بندے وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ یاد آ جائے اور اللہ کے برے بندے وہ ہیں جو چغلی لے کر چلتے پھرتے ہیں (اور چغلی کی وجہ سے) محبت کرنے والوں میں جدائی کرنے والے ہوتے ہیں (اور) جو لوگ برائی سے بیزار ہیں ان کے لیے فساد کی تلاش میں رہتے ہیں۔ (مشکوۃ المصابیح، صفحہ ۴۱۵)

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں بتلاتا ہوں تم میں بدترین انسان کون ہے؟ فرمایا وہ لوگ جو چغلی لے کر اِدھر اُدھر جاتے ہیں۔ جو دوستوں میں فساد ڈلواتے ہیں اور جو بے قصور لوگوں کے عیب ڈھونڈتے ہیں۔ (گناہ بے لذت بحوالہ احیاء العلوم)

ان دونوں حدیث مبارکہ میں چغلی کی مذمت فرمائی گئی ہے اور جو لوگ چغلی کرتے پھرتے ہیں ان کو بُرے انسانوں میں شمار فرمایا گیا ہے۔ فرمایا کہ یہ لوگ چغلی کھا کر اہل محبت اور اہل تعلق میں جدائی کا سامان پیدا کر دیتے ہیں اور جو لوگ شر و فساد سے بری ہیں، ان کے فساد اور بربادی کا ذریعہ بنتے ہیں۔

ایک واقعہ پڑھیے

بیان کیا جاتا ہے کہ سلیمان بن عبدالملک نے ایک آدمی سے کہا: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم میری غیبت کرتے ہو اور اس طرح کہتے ہو؟

اس آدمی نے کہا: میں نے ایسا نہیں کیا۔

سلیمان نے کہا: مجھے بتانے والا سچا آدمی ہے۔

اس آدمی نے کہا: چغل خور سچا آدمی نہیں ہوتا۔

یہ سن کر سلیمان نے کہا: تم نے سچ کہا، سلامتی سے چلے جاؤ۔

یحییٰ بن ابی کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: چغل خور ایک گھڑی میں اتنا نقصان کر دیتا ہے کہ اتنا نقصان جادوگر ایک مہینے میں بھی نہیں کر سکتا۔

چغلی غیبت سے بدتر ہے

قرآن وحدیث میں اس چغلی کی بہت زیادہ مذمت و برائی بیان ہوئی ہے اور یہ چغلی غیبت سے بھی زیادہ خطرناک اور شدید گناہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ غیبت میں نیت کا برا ہونا ضروری نہیں ہے کہ جس کی غیبت کی جارہی ہے۔ اس کو کوئی تکلیف اور صدمہ پہنچے، صرف دوسروں کی برائی مقصود ہوتی ہے۔ لیکن چغلی میں برائی کے ساتھ ساتھ یہ بھی مقصود ہے کہ ان دونوں کے درمیان لڑائی ہو اور ان دونوں کے درمیان جو دوستی، محبت اور تعلق ہے وہ ختم ہو جائے۔

چغل خوری کا نقصان

چغل خوری کے مفاسد بیان کرتے ہوئے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک شخص بازار میں غلام خریدنے گیا۔ ایک غلام اسے پسند آ گیا۔ بیچنے والے نے کہا کہ اس غلام میں کوئی عیب نہیں ہے، بس یہ ہے کہ اس میں چغلی کی عادت ہے۔ خریدار راضی ہو گیا اور غلام خرید کر گھر لے آیا۔ ابھی کچھ دن ہوئے تھے کہ غلام کی چغل خوری کی عادت نے یہ گل کھلایا کہ اس نے اس شخص کی بیوی سے تنہائی میں جا کر کہا کہ تمہارا شوہر تمہیں پسند نہیں کرتا اور اب اس کا ارادہ باندی رکھنے کا ہے، لہٰذا رات کو جب وہ سونے کے لیے آئے تو استرے سے اس کے کچھ بال کاٹ کر مجھے دے دو تاکہ میں اس پر عمل سحر کرا کر تم دونوں میں دوبارہ محبت کا انتظام کرسکوں۔ بیوی اس پر تیار ہو گئی اور اس نے استرے کا انتظام کر لیا۔

ادھر غلام نے اپنے آقا سے جا کر یوں بات بنائی کہ تمہاری بیوی نے کسی امیر مرد سے تعلقات قائم کر لیے ہیں۔ اب وہ تمہیں راستے سے ہٹا دینا چاہتی ہے۔ اس لیے ہوشیار رہنا۔ رات کو جب وہ بیوی کے پاس گیا تو دیکھا کہ بیوی استرا لا رہی ہے۔ وہ سمجھ گیا کہ غلام نے جو خبر دی تھی وہ سچی تھی۔ اس لیے قبل اس کے کہ بیوی کچھ کہتی اس نے اسی استرے سے بیوی کا کام تمام کر دیا۔ جب بیوی کے گھر والوں کو اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے آ کر شوہر کو قتل کر دیا۔ اس طرح اچھے خاصے خاندانوں میں خونریزی کی نوبت آ گئی۔ (احیاء العلوم، ۳/۹۰)

الغرض چغلی ایسی بری بیماری ہے جس سے معاشرہ فساد کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔ اسی لیے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ''چغل خور آدمی جنت میں داخل نہ ہوگا۔'' (مشکوٰۃ از مسلم صفحہ ۴۱۱)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دربار کا واقعہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک صاحب آئے اور کسی شخص کی طرف سے کوئی بات نقل کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: دیکھو یا تو ہم اس بات کی تحقیق کریں اور اگر تم جھوٹے ثابت ہوئے تو اس آیت میں داخل ہو۔ ان جاؤ کم فاسق بنبإ فتبيّنوا اور اگر تم سچے ہو تو اس آیت میں داخل ہو هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ (یعنی غیبت کرنے والا اور چغلی کھانے والا)۔ اور اگر چاہو تو ہم معاف کر دیں اور بات یہیں ختم کر دیں۔

اس شخص نے عرض کیا: اے امیر المومنین میں معافی چاہتا ہوں۔ آئندہ ایسا نہیں کروں گا (بات یہیں ختم کر دیں)۔

میاں بیوی کے درمیان جدائی کرنے والے کے لیے سخت وعید

اسلام کو چغل خوری کی خصلت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ یہ دنیا میں امن وامان کا حامی ہے تا کہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے جنگ و جدل کرنے کے بجائے خود اپنی اندرونی کشمکش دور کرنے کی کوششوں میں مشغول ہوں اور اپنی خواہشوں کو اچھی خواہشوں پر غالب نہ آنے دیں۔ کبھی نہ کبھی ہر انسان کے منہ سے ایسی بات نکل جاتی ہے جو دوسرے کو ناگوار ہو سکتی ہے۔ ایسی باتوں کا دوسروں تک پہنچانا خرابی کا سبب ہو جاتا ہے۔

میاں بیوی کے تعلقات میں جو کھنڈت ڈالے اس کے لیے حدیث میں بڑی وعید آئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''جو کسی عورت کے تعلقات اس کے شوہر سے خراب کرے وہ ہم میں سے نہیں۔''

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کے دن دورخا چغل خور سب لوگوں سے بدتر ہوگا جو ایک کے پاس ایک چہرے

کے ساتھ آئے اور دوسرے کے پاس دوسرے چہرے کے ساتھ۔ دنیا میں یہ دورخا ہے، قیامت کے دن اس کی آگ کی دو زبانیں ہوں گی"۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"چغل خور جنت میں نہیں جائے گا"۔

چغل خور سے ہوشیار رہا جائے

کسی نے بڑی اچھی بات کہی ہے: جو شخص کسی کی چغلی کرتا ہے وہ تیرے بارے میں بھی چغلی کرسکتا ہے۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک شعر میں یہی بات اس طرح بیان کی ہے:

ہر کہ عیب دگران پیش تو آورد و شمرد

بے گمان عیب تو پیش دگراں خواہد برد

"جو شخص دوسروں کی برائیاں تیرے پاس لاتا ہے اور گن گن کر بتاتا ہے وہ بلاشبہ تیری برائیاں بھی دوسروں تک لے جائے گا"۔

برائی اور مذمت کا سننے والا بھی اس مذمت میں شریک ہوتا ہے۔ کسی چیز کا کھلانے والا بھی کھانے والے کے برابر ہوتا ہے۔ بری بات اپنے کہنے والوں کی طرف اسی تیزی سے لوٹتی ہے، جس طرح ڈھلوان جگہ سے پانی بہتا ہے۔

چغل خوری عذاب قبر کا سبب ہے

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گذر دو قبروں پر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو دو آدمی ان قبروں میں مدفون ہیں۔ ان پر عذاب ہو رہا ہے اور کسی ایسے گناہ کی وجہ سے یہ عذاب نہیں ہو رہا ہے کہ جس کا معاملہ بہت مشکل ہوتا (یعنی جس سے بچنا بہت دشوار ہوتا بلکہ یہ دونوں اپنے ایسے گناہ کی پاداش میں عذاب دیے جا رہے ہیں، جس سے بچنا کچھ زیادہ مشکل نہ تھا) ان میں سے ایک کا گناہ تو یہ تھا کہ وہ پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتے تھے اور دوسرے صاحب کا گناہ یہ تھا کہ وہ چغلیاں بہت کیا کرتے تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ

نے کھجور کی ایک تر شاخ لی اور اس کے بیچ سے دو ٹکڑے کیے۔ پھر ہر ایک قبر پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کس مقصد کے لیے کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امید ہے کہ جب تک یہ شاخ کے ٹکڑے خشک نہ ہو جائیں، ان دونوں کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے۔ (معارف الحدیث، جلد ۳)

اس حدیث مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کے عذاب قبر کی دو وجہ بتلائی ہے۔ ایک کے متعلق بتلایا وہ پیشاب کے چھینٹوں اور اس کی گندگی سے بچاؤ اور پاک صاف رہنے میں بے احتیاطی برتتے تھے۔

اور دوسرے کے متعلق بتلایا کہ وہ چغل خوریاں کرتے تھے (جو سنگین اخلاقی جرم ہے اور منافقانہ عادت ہے) لہٰذا دونوں باتوں سے بچا جائے، ورنہ یہ بے احتیاطی کی سزا آدمی کو قبر میں بھگتنی پڑے گی۔ (اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔ آمین)

عذاب قبر برحق ہے

عذاب قبر بالکل برحق ہے۔ اہل سنت والجماعت کا یہ اہم عقیدہ ہے، جس سے انکار ممکن نہیں۔ بہت سی آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ اس حوالے سے موجود ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کی صرف ایک حدیث مبارکہ یہاں ذکر کر رہا ہوں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا کا ذکر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارکہ بھی مذکور ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار عذاب قبر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ ہر نماز کے بعد قبر کے عذاب سے پناہ مانگتے ہوئے دیکھا ہے۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قبر کے اندر عذاب ہوتا ہے تو اس کی چیخ و پکار کی آوازیں انسان اور جنات کے علاوہ تمام مخلوق سنتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس عذاب کی آوازیں ہم سب سے چھپاتے ہیں، ظاہر نہیں فرماتے، ورنہ اگر اس عذاب کی آوازیں سنائی دینے لگے تو کوئی انسان زندہ نہ رہ سکے اور زندگی میں کوئی کام نہ کر سکے۔ البتہ حق تعالیٰ کبھی عبرت اور نصیحت کے طور پر اس دنیا کے اندر قبر کا عذاب دکھا دیتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس لیے کہ عبرت و نصیحت حاصل کی جائے۔ (معارف الحدیث، جلد ۳)

عذاب قبر کا ایک اور واقعہ پڑھیے

حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اہل مدینہ میں سے ایک آدمی کی بہن مدینہ منورہ کی دوسری طرف رہائش پذیر تھی، وہ بیمار ہوگئی۔ بھائی روزانہ اس کے پاس جاکر عیادت کرتا۔ آخرکار وہ فوت ہوگئی اور اسے قبر میں دفن کردیا گیا۔ دفن کرنے کے بعد جب واپس آیا تو اسے یاد آیا کہ اس کی ایک تھیلی اس کے ساتھ ہی قبر میں گرگئی ہے۔ اس نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک شخص کو ساتھ لیا اور دونوں قبر کے پاس آئے، قبر اکھاڑ کر تھیلی لے لی۔ اس آدمی نے کہا: ذرا ہٹ جانا، میں دیکھوں کہ وہ کس حال میں ہے؟

اس نے لحد سے رکاوٹ ہٹائی تو دیکھا کہ قبر آگ سے جل رہی ہے۔ وہ واپس اپنی والدہ کے پاس آیا اور پوچھا کہ میری بہن کیا کرتی تھی؟ اس نے بتایا کہ تیری بہن پڑوسیوں کے دروازوں پر جاتی اور کان دھرتی، پھر بات سن کر چغلی کرتی۔

اب پتہ چلا کہ اسے عذاب کیوں ہورہا ہے؟ چنانچہ جو شخص عذاب قبر سے بچنا چاہے وہ غیبت اور چغلی سے پرہیز کرے۔ چغل خوری ایک ایسی بری عادت ہے جس کا تعلق بھی زبان سے ہے اور یہ چغل خوری حرام فعل اور سنگین گناہ ہے۔ جنت سے رکاوٹ بننے والا کام ہے۔ اس لیے اس سے بچنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔

(اللہ تعالیٰ اس سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین)

جاندار کی تصویر کشی پر وعید جہنم

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ کُلُّ مُصَوِّرٍ فِی النَّارِ یُجْعَلُ لَہٗ بِکُلِّ صُوْرَۃٍ صَوَّرَھَا نَفْسًا فَیُعَذِّبُہٗ فِیْ جَھَنَّمَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاِنْ کُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَاصْنَعِ الشَّجَرَ وَمَا لَا رُوْحَ فِیْہِ۔ (بخاری ومسلم)

’’حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر تصویر بنانے والا دوزخ میں ہوگا، جو بھی کوئی تصویر اس نے بنائی ہوگی اس کو ایک جاندار چیز بنا دی جائے گی جو جہنم میں اُس کو عذاب دے گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تصویر بنانی ہی ہو تو تم درخت کی بنالو اور ان چیزوں کی جن میں روح نہیں۔‘‘

(مشکوٰۃ المصابیح، صفحہ ۳۸۵ بخاری ومسلم)

وَعَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللہِ الْمُصَوِّرُوْنَ۔ (بخاری ومسلم)

’’حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عذاب والے تصویر بنانے

والے ہیں۔" (مشکوۃ المصابیح، صفحہ ۳۸۵ بخاری و مسلم)

ان دونوں احادیث مذکورہ میں تصویر جو جاندار کی ہو، اس کے بنانے والے کو قیامت کے دن جہنم میں داخل کیا جائے گا اور سب سے زیادہ سزا انہیں دی جائے گی۔

اسلام میں جاندار کی تصویر بنانے اور استعمال کرنے کی ممانعت

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر معارف القرآن، جلد ۷ میں لکھا ہے کہ تصویر دو طرح کی ہوتی ہیں۔ ایک ذی روح جاندار چیزوں کی تصویر، دوسرے غیر ذی روح بے جان چیزوں کی۔ پھر بے جان چیزوں میں دو قسمیں ہیں۔ ایک جماد جن میں زیادتی اور نمو نہیں ہوتا، جیسے پتھر، مٹی وغیرہ۔ دوسرے جن میں نمو اور زیادتی ہوتی رہتی ہے، جیسے درخت اور کھیتی وغیرہ۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں جانداروں کی تصاویر بنانا اور ان کا استعمال کرنا حرام نہیں تھا، مگر چونکہ پچھلی امتوں میں اس کا مشاہدہ ہوا کہ لوگوں کی تصاویر ان کی یادگار کے طور پر بنائیں اور ان کو اپنے عبادت خانوں میں اس غرض کے لیے رکھا کہ ان کو دیکھ کر ان کی عبادت گذاری کا نقشہ سامنے آئے تو خود ہمیں بھی عبادت کی توفیق ہو جائے گی، مگر رفتہ رفتہ ان لوگوں نے اپنی تصویروں کو اپنا معبود بنا لیا اور بت پرستی شروع ہوگئی۔ اور یہ تصاویر جانداروں کی پچھلی امتوں میں بت پرستی کا ذریعہ بن گئیں۔

شریعت اسلامیہ کا چونکہ قیامت تک قائم اور باقی رکھنا تقدیر الٰہی ہے، اس لیے اس میں اس کا خاص اہتمام کیا گیا ہے کہ جس طرح اصل حرام چیزوں اور معاصی کو حرام و ممنوع کیا گیا ہے، اسی طرح ان کے ذرائع اور اسباب قریبہ کو بھی اصل معاصی کے ساتھ ملحق کر کے حرام کر دیا گیا ہے۔ اصل جرم عظیم شرک و بت پرستی ہے۔ اس کی ممانعت ہوئی، تو جن راستوں سے بت پرستی آسکتی تھی، ان راستوں پر بھی شرعی پردہ بٹھا دیا گیا اور بت پرستی کے ذرائع اور اسباب قریبہ کو بھی حرام کر دیا گیا۔ ذی روح کی تصاویر کا بنانا اور استعمال کرنا اسی اصول کی بنا پر حرام کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث متواترہ سے اس کی حرمت ثابت ہے۔

تصویر کی ممانعت کا سبب صرف یہی ایک نہیں کہ وہ بت پرستی کا ذریعہ ہے بلکہ احادیث صحیحہ میں اس کی حرمت کی دوسری وجہ بھی مذکور ہیں۔ مثلاً تصویر سازی حق تعالیٰ کی صفت خاص کی نقالی ہے۔ اَلْمُصَوِّرُ حق تعالیٰ کے اسماء حسنٰی میں سے ہے۔ یہ صورت گری اللہ رب العزت کے سوا کسی کی قدرت میں نہیں ہے۔ جو انسان کسی جاندار کا مجسمہ یا نقوش اور رنگ سے اس کی تصویر بناتا ہے وہ گویا عملی طور پر اس کا مدعی ہے کہ وہ بھی صورت گری کر سکتا ہے۔ (نعوذ باللہ)

(تفسیر معارف القرآن، جلد ۷ صفحہ ۲۶۹)

تصویر کشی کی حرمت کے بارے میں علماء نے لکھا ہے کہ یہ تصویر کشی خدائی اور کارِ تخلیق میں دخل دینے کے مترادف ہے۔ تصویر کھینچنا یا تصویر بنانا ایسا ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ صفت تخلیق میں مشابہت اختیار کرنا، جس کی وجہ سے یہ بہت بڑا گناہ ہی قرار نہیں دیا گیا بلکہ جہنم کی سزا بھی ایسے لوگوں کو سنائی گئی ہے۔

تصویر خواہ دیوار پر بنائی جائے یا پتھر پر بنائی جائے، خواہ کسی کپڑے پر بنائی جائے یا کسی اور چیز پر سب حرام ہے۔ اسی طرح یہ تصویر موم سے بنائی جائے لوہے سے بنائی جائے یا تانبے وغیرہ سے بنائی جائے سب حرام ہے۔

جاندار کی تصویر کشی کا گناہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے تشریف لائے تو میرے گھر پر ایک پردہ لٹکا ہوا تھا جس پر تصویر بنی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ کر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ قیامت کے دن سب لوگوں سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

فقہاء نے بلا ضرورت تصویر کشی کو حرام قرار دیا اور اس کی طرف دیکھنے اور دکھانے کے لیے گھروں میں دیگر نمایاں مقامات پر آویزاں کرنے کو ممنوع قرار دیا، لیکن افسوس......! آج ہماری حالت اس کے برعکس ہے۔ ہماری کوئی بھی محفل خوشی کی ہو یا غمی کی، کوئی دکان و مکان اس لعنت سے خالی نہیں۔ گویا کہ ہم نے تصویر کو زندگی کا ایک لازمی حصہ بنا لیا ہے۔ اسی پر ہمارا جینا اور مرنا ہے۔ ہم تقریبات کو اس وقت تک نامکمل سمجھتے ہیں جب تک اس تقریب کی تصویر نہ اتار

لی جائے یا ویڈیو اور موومی نہ بنالی جائے۔

اسی طرح اپنے مکان ودکان اور دفتروں کو اس وقت نامکمل سمجھتے ہیں جب تک ان کے شوکیسوں اور دیواروں پر بڑی بڑی دو چار جاندار کی تصاویر چسپاں نہیں کر لیتے۔ اسی طرح بچوں کا کھلونا ہے وہ بھی مورتی ہونی چاہیے۔ اسی طرح اپنی تجارتی چیزوں کے لیے اشتہارات بھی تصویروں کے ساتھ ہونے چاہئیں۔ جب تک اشتہار میں تصویریں نہ ہوں ہم سمجھتے ہیں کہ یہ چیز مارکیٹ میں چلے گی ہی نہیں۔ وہ بھی کسی خاتون کی ننگی تصویر ہونی چاہیے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نامبارک اور منحوس قرار دیا، جس کی موجودگی اللہ کی رحمت کے نزول کو روک دیتی ہے، جس سے شرک اور بت پرستی کی ابتدا ہوئی، آج اسی تصویر کو ہم نے گلے کا ہار بنالیا ہے۔ اسی کو عزت اور ذلت کا مدار سمجھا جانے لگا ہے۔

(ترک گناہ اور اصلاح معاشرہ)

تصویر بنانے والے کی قیامت کے دن ذلت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قال اللہ تعالی: ومن اظلم ممن ذہب یخلق کخلقی فلیخلقوا ذرۃ اولیخلقوا حبۃ اوشعیرۃ۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ)

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حدیث قدسی میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو تخلیق میں میری مشابہت اختیار کرے......؟ وہ ذرا ایک ذرہ (چیونٹی) تو پیدا کرے یا ایک دانہ یا ایک جو تو پیدا کر کے دکھائے۔“ (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری و مسلم)

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

”قیامت کے دن جہنم سے ایک گردن نکلے گی اور کہے گی کہ میں تین شخصوں پر مسلط کی گئی ہوں۔ ایک شرک کرنے والے پر، دوسرے متکبر پر اور تیسرے تصویر بنانے والے پر (جو جاندار کی ہو)۔“

ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

”یاد رکھو! رحمت کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو یا تصویر ہو۔“

ایک روایت میں جنبی کا بھی ذکر ہے جو بغیر غسل کے ہو (چاہے مرد ہو یا عورت) وہاں بھی فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (اس سے رحمت کے فرشتے مراد ہیں۔ البتہ موت کا فرشتہ یا محافظ فرشتہ مراد نہیں۔ وہ تو ہر وقت ساتھ رہتے ہیں۔ ان کا کوئی مسئلہ نہیں)۔

مسئلہ: ...... بہت ہی چھوٹی تصویر جس کی حد یہ ہے کہ تصویر کو زمین پر رکھ کر متوسط بینائی کا آدمی کھڑا ہو کر دیکھے تو تصویر کے اعضاء کی تفصیل نظر نہ آئے تو ایسی چھوٹی تصویر کا استعمال اور جائز ہے۔ (گناہ بے لذت بحوالہ درالمختار و عالمگیر)

مسلمانوں کو چاہیے کہ گناہ کے عام ہو جانے سے اس کو ہلکا نہ سمجھیں بلکہ زیادہ ہمت کے ساتھ اس سے بچنے اور ایسی چیزوں کے خریدنے سے بھی اجتناب کریں۔ (گناہ بے لذت)

شوقیہ کتا پالنا عظیم گناہ ہے

بہت سے لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ کتوں سے بہت پیار کرتے ہیں، حتیٰ کہ اپنے ساتھ ہی سلاتے ہیں۔ پارکوں میں لے کر چکر لگاتے ہیں۔ کبھی اپنے سینے سے لگا کر بیٹھے رہتے ہیں۔

تو سمجھ لیجیے کہ بلا ضرورت کتا پالنا، اس سے اختلاط کرنا، اس سے محبت کرنا کہ اس کے گلے میں ہاتھ ڈال کر سیر کی جائے یا اس کو بستر پر سلایا جائے۔ یہ بالاتفاق ناجائز اور گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی لعنت کا موجب ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لاتدخل الملائكة بيتا فيه كلب او تصاوير. (مشکوٰۃ، صفحہ ۳۸۰)

"جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (رحمت کے) فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویریں ہوں۔"

شوقیہ کتا پالنے پر ثواب میں کمی

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: من اقتنى كلب ماشية او ضار نقص من عمله كل يوم قيراطان.

(مشکوٰۃ، صفحہ ۳۵۹)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو جانوروں کے محافظ کتے یا شکاری کتے کے علاوہ کتا پالتا ہے تو ہر روز اس کے اجر وثواب میں سے دو قیراط گھٹ جاتے ہیں۔'' (بخاری)

قیراط وزن کی ایک مقدار خاص ہے جو مروجہ رتی کے قریب ہے، لیکن عالم آخرت کی قیراط کتنی وزنی ہے اور اس جگہ اس کی کتنی مقدار مراد ہے یہ اللہ ہی کو معلوم ہے اور مراد حدیث بظاہر یہ ہے کہ اعمال صالحہ کے مجموعہ ثواب میں سے روزانہ اتنی مقدار گھٹتی رہے گی اور یہ بھی احتمال ہے کہ ہر عمل صالح کے ثواب میں سے بقدر ایک دو قیراط کے گھٹتا رہے گا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص تفریح طبع کے لیے کتا پالے گا اس کے نیک اعمال میں سے بہت بڑا حصہ ضائع ہوگا اور یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ کھیتی اور جانوروں کے باڑہ وغیرہ کی حفاظت اور شکار کرنے کی غرض سے کتا پالنے کی اجازت ہے، وہ گناہ نہیں۔ وہ اس وعید میں داخل نہیں۔

(اللہ تعالیٰ اس گناہ سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین)

ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے پر وعید جہنم

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَسْفَلَ مِنَ الْکَعْبَیْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِی النَّارِ۔ (رواہ البخاری)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ٹخنوں سے نیچے جو تہبند (وغیرہ) ہو وہ دوزخ میں (لے جانے والا) ہے۔''

حدیث مذکورہ میں ٹخنہ سے نیچے جو بھی کپڑا ہو مثلاً پاجامہ، شلوار، لنگی، تہمد، کرتا، چوغہ وغیرہ سب حرام ہے اور یہ عمل دوزخ میں لے جانے کا ذریعہ ہے۔

شریعت مطہرہ کا حکم

شریعت مطہرہ کی طرف سے مردوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنا لباس ٹخنے سے اوپر رکھیں۔ ٹخنے کھلے رہیں، ازار شلوار اور پینٹ وغیرہ سے ٹخنے ڈھانپنے کو ممنوع قرار دیا گیا اور اس پر سخت وعید وارد ہوئی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا ینظر اللہ یوم القیامۃ الی من جر ازارہ بطرا۔ (متفق علیہ)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف بہ نظر رحمت نہیں فرمائیں گے جس نے تکبر کی وجہ سے اپنی چادر (شلوار وغیرہ) ٹخنے کے نیچے لٹکائی۔''

اس روایت میں یہ فرمایا کہ ازراہ تکبر اگر لباس ٹخنے سے نیچے لٹکائے تو یہ عمل حرام ہے۔ بظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ازراہ تکبر نہ ہو تو اتنا بڑا گناہ نہیں، لیکن حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ تکبر ہو یا نہ ہو، دونوں صورتوں میں لباس ٹخنے سے نیچے پہننا مردوں کے لیے حرام ہے۔ اس کے برخلاف عورتوں کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ اپنے ٹخنے ڈھانپ کر رکھیں۔ افسوس آج کے مسلمان نے معاملہ بالکل ہی الٹ کر دیا ہے کہ مرد اپنا لباس ٹخنے سے نیچے لٹکاتے ہیں جبکہ عورتیں ٹخنے کھلے رکھتی ہیں۔ اب اس گناہ پر آدمی جتنا بھی روئے کم ہے، یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے کھلی بغاوت ہے۔ (ترک گناہ اور اصلاح معاشرہ)

آج کا فیشن اور لوگوں کی سوچ

آج یہ فیشن بن چکا ہے کہ عورتیں ٹخنوں سے اوپر اپنے کپڑے رکھتی ہیں اور بسا اوقات تو پنڈلی کا اچھا خاصا حصہ نظر آتا ہے۔ اس کے برخلاف مردوں کا حال یہ ہے کہ ان کی شلوار، پتلون وغیرہ ٹخنوں سے بہت نیچے ہوتی ہیں اور زمین پر گھسٹتے ہوئے ان کپڑوں کے ساتھ وہ چلتے ہیں۔ اگر کچھ شرعی اعتبار سے روک ٹوک کی جائے تو جواب ملتا ہے کہ مولوی صاحب دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی، آپ لوگ ابھی اسی بحث میں الجھے ہوئے ہیں۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہنا شروع کر دیا ہے کہ کیا سارا دین لباس اور داڑھی میں ہے؟ یہ بات یاد رکھیے کہ سارا دین داڑھی اور لباس میں تو نہیں ہے، مگر دین میں لباس اور داڑھی ہے جو شریعت کے مطابق ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میرا تہبند کچھ ٹخنوں سے نیچے لٹک رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا عبداللہ بن عمر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم عبداللہ ہو تو اپنا تہبند اونچا کرو۔ میں نے اونچا کر لیا یہاں تک کہ نصف پنڈلی تک آ گیا۔ پھر میں نے اپنا یہی دستور العمل رکھا۔

(گناہ بے لذت بحوالہ مسند احمد)

تین آدمیوں کی بدنصیبی

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نظر نہ فرمائیں گے جو اپنے کپڑے کو فخر وغرور اور تکبر کے ساتھ کھینچے اور دراز کرے۔ (بخاری ومسلم)

ایک اور حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمی ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ کلام فرمائیں گے اور نہ ان کی طرف سے نظر فرمائیں گے اور نہ ان کو پاک کریں گے، ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

حدیث کے راوی کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے یہی کلمات تین مرتبہ دھرائے تو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بول اٹھے کہ یہ لوگ تو بڑے خائب وخاسر اور تباہ وبرباد ہوگئے۔ آخر وہ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ٹخنوں سے نیچے پاجامہ، تہبند وغیرہ لٹکائے اور جو شخص نیکی یا احسان کر کے جتلائے اور جو شخص جھوٹی قسم کھا کر اپنا سامان فروخت کردے۔

(ابوداؤد ونسائی وترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تہبند اور پاجامہ کے بارے میں جو کچھ ارشاد فرمایا وہی حکم کرتا اور عباء وغیرہ کا بھی ہے کہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانا ان کا بھی گناہ ہے۔ (گناہ بے لذت بحوالہ ابوداؤد)

مسئلہ:......جو شخص فخر وتکبر سے اپنے تہبند و پاجامہ وغیرہ کو ٹخنوں سے نیچے رکھتا ہے وہ بالاتفاق گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے اور جو بلا خیال فخر وتکبر کے ویسے ہی عادت پڑ گئی ہے جب بھی گناہ سے خالی نہیں۔

ہاں جس شخص کا تہبند یا پاجامہ بے اختیار کسی وقت لٹک جائے وہ اس میں داخل نہیں، جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پیش آیا اور انہوں نے آنحضرت ﷺ سے اظہار کیا تو آپ ﷺ نے ان کو معذور قرار دیا۔ (گناہ بے لذت)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جان کنی کے وقت کا واقعہ پڑھیے

یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ ہوا اور آپ شدید زخمی تھے۔ جان کنی کا عالم

تھا۔ بستر پر لیٹے ہوئے تھے کہ ایک نوجوان آپ رضی اللہ عنہ کے قریب سے گذرا۔ آپ نے دیکھا کہ نوجوان کا تہبند یا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے لٹک رہا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے اشارے سے قریب بلایا اور فرمایا: بیٹے تہبند یا پاجامہ کو ٹخنوں سے اوپر باندھا کرو۔ اس میں بیک وقت دو فائدے ہوں گے۔ ایک دنیوی دوسرا اخروی۔ دنیوی فائدہ تو یہ ہوگا کہ تمہارا پاجامہ جلدی گندا نہیں ہوگا اور اخروی فائدہ یہ ہوگا کہ قیامت کے دن اللہ رب العالمین کی نگاہِ کرم سے محروم نہیں ہوگے۔

اندازہ لگایے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں شریعت کی اور شریعت کے چھوٹے بڑے احکام و مسائل کی کتنی اہمیت تھی۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جسم سے خون نچڑ چکا ہے، آخرت کی منزل سامنے ہے، مگر شریعت کا حکم ٹوٹتے ہوئے دیکھا تو خاموش نہیں رہ سکے۔

(اللہ تعالیٰ اس برائی سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین)

رشتہ داروں سے قطع رحمی کرنے پر وعید جہنم

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَایَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلٰثٍ فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلٰثٍ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ

(رواہ احمد وابوداؤد)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں ہے کہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرے۔ پس جس نے اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ تعلق توڑے رکھا اور پھر اسی حالت میں مرگیا تو دوزخ میں داخل ہوگا۔"

(مشکوۃ المصابیح، صفحہ ۴۲۸ از احمد، ابوداؤد)

صلہ رحمی کی اہمیت

رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی اور تعلقات کو صحیح اور درست رکھنے اور باقی رکھنے کا نام صلہ رحمی ہے اور تعلقات توڑنے اور ان کے حقوق سے الگ تھلگ رہنے کا نام قطع رحمی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے لوگوں کے لیے صلہ رحمی کی اہمیت اس کے برکات بھی ذکر فرمائے ہیں اور اس کے مقابلے میں قطع رحمی کے نقصانات اور اخروی انجام سے بھی خبردار فرمایا ہے۔

یہ رشتہ داریاں اللہ کے انعامات میں سے ایک انعام ہے جہاں یہ رشتے ہوتے ہیں انسان کے غم اور اس کی تکلیفیں بٹ جاتی ہیں۔ اس لیے اللہ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے رشتوں کا لحاظ کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو قرابت کھڑی ہوگئی، رشتہ کھڑا ہوگیا۔

اب کوئی یہ سوچے کہ قرابت کیسے کھڑی ہوئی؟ رشتہ کیسے کھڑا ہو؟ یہ بات ایسی ہے کہ ہماری سمجھ میں آنے والی نہیں، ہوسکتا ہے اللہ کے نبی نے مثال کے طور پر ایک بات کو سمجھانے کی کوشش کی ہو۔

روایت میں آتا ہے کہ قرابت عرش کا پایہ پکڑ کر کھڑی ہوگئی اور عرض کیا کہ اے اللہ! میں اپنے حقوق کے پامال ہونے سے پناہ مانگتی ہوں، مجھے ڈر ہے کہ دنیا میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو میرے حقوق پامال کریں گے۔ رشتوں کا لحاظ نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ جو تمہارے حقوق ضائع کرے۔ میں اسے ضائع کردوں گا؟ قرابت نے کہا کہ میں اس پر راضی ہوں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اعلان کرتا ہوں کہ جو شخص قرابت کے حقوق کا خیال نہیں کرے گا تو اس کے ساتھ میرا سلوک بھی اچھا نہ ہوگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمانے کے بعد سورۂ محمد کی یہ آیات پڑھیں:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾

(سورۂ محمد، آیت ۲۲)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ تم اعراض کرو اور زمین پر فساد پھیلاؤ اور رشتوں کو پامال کرو اگر ایسا کیا تو یاد رکھو:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ﴿٢٣﴾ (سورۂ محمد، آیت ۲۳)

وہ لوگ جو رشتوں کو توڑتے ہیں......

وہ لوگ جو زمین میں فساد کرتے ہیں......

وہ لوگ جو اللہ کی تعلیمات سے اعراض کرتے ہیں......

ان پر اللہ کی لعنت ہے...... اللہ نے ان کو بہرا کردیا...... ان کو اندھا کردیا......

بتلایئے! اس سے بڑھ کر رشتوں کی اہمیت بیان کرنے کا کوئی پیرایہ بیان یا اسلوب ہوسکتا ہے؟ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے قرابت اور رشتہ داری کو خطاب کرتے ہوئے

فرمایا کہ جو تمہیں ملائے گا میں اس سے تعلق جوڑوں گا اور جو تمہیں توڑے گا میں اس سے اپنا تعلق توڑ لوں گا۔

صلہ رحمی، رزق اور عمر میں برکت کا سبب ہے

صلہ رحمی اور رشتہ داروں سے تعلق جوڑنے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من احب ان یبسط فی رزقه وینسأله فی اثره فلیصل رحمه۔

(صحیح بخاری باب من بسط له فی الرزق لصلة الرحم ۲/۸۸۰)

جو شخص یہ چاہتا ہو، جس کو یہ بات پسند ہو کہ اس کے رزق میں وسعت ہو اور اس کی عمر لمبی ہو، اس میں برکت ہو، اس کو چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔ رشتہ داروں کے حقوق ادا کرے، قرابت کا پاس کرے۔

اور میں یہ حقیقت بتلاتا ہوں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جو صلہ رحمی کرنے والے ہیں، غریب رشتہ داروں کا خیال رکھنے والے ہیں، خواہ وہ افراد ہوں یا قومیں اور خاندان، اللہ نے ان کی روزی میں وسعت دی اور ان کی عمر میں برکت دی۔

صلہ رحمی پر جلدی اجر وثواب ملتا ہے

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

اسرع الخیر ثوابا البر وصلة الرحم۔ (ابن ماجہ باب البغی، صفحہ ۳۱۰)

"یعنی وہ اچھا عمل اور نیکی جس پر اللہ تعالیٰ جلدی اجر وثواب عطا فرماتے ہیں وہ صلہ رحمی ہے ...... رشتوں کا لحاظ کرنا ہے...... قرابت کا خیال کرنا ہے...... رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنا ہے۔"

یوں تو ہر نیک اور اچھے عمل پر اللہ کی طرف سے اجر وثواب کا وعدہ ہے لیکن صلہ رحمی اور رشتہ دری کا خیال رکھنا اور اس کے حقوق ادا کرنا، یہ ایسا نیک عمل ہے جس کا بدلہ اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں عطا فرمادیتے ہیں۔

صلہ رحمی کرنا نفلی عبادت سے افضل ہے

رشتوں کو باقی رکھنے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الا اخبرکم بافضل من درجة الصیام والصلوٰۃ والصدقة؟ قالوا بلیٰ یارسول اللہ! قال: اصلاح ذات البین وفساد ذات البین الحالقة۔

(رواہ ابوداؤد، باب اصلاح ذات البین، ۲/۳۲۵)

کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو نماز سے بھی افضل ہے، روزے سے بھی افضل ہے اور صدقے سے بھی افضل ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ضرور بتلائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اصلاح ذات البین

یعنی آپس کے تعلقات اور رشتوں کو درست رکھنا۔ یہ نفلی نماز سے بھی افضل ہے۔ نفلی روزے سے بھی افضل ہے۔ یہ نفلی صدقے سے بھی افضل ہے۔

(اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے)

بے حیائی و بے شرمی اختیار کرنے پر وعید جہنم

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ وَالْاِیْمَانُ فِی الْجَنَّةِ وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ وَالْجَفَاءُ فِی النَّارِ

(معارف الحدیث بحوالہ ترمذی)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حیا ایمان کی شاخ ہے (یا ایمان کا ثمرہ ہے) اور ایمان کا مقام جنت ہے...... بے حیائی و بے شرمی بدکاری میں سے ہے اور بدی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔''

حدیث مذکورہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرم وحیا کو ایمان کا خاصہ بتلایا ہے اور پھر اس کو اپنانے والے کو جنت اس کا ٹھکانا ذکر فرمایا ہے اور بے حیائی و بے شرمی اختیار کرنے پر اس کا ٹھکانا جہنم بتلایا ہے۔

شرم وحیا ایک خصوصی وصف

شرم وحیا انسان کا ایک فطری اور بنیادی وصف ہے کہ جو اسے بہت سی برائیوں سے محفوظ رکھتا ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو شاید بے جا نہ ہو کہ انسانی شرافت، عزت، پاکدامنی اور پاکبازی کی بنیاد ہی حیا پر ہے۔ جو لوگ جتنے زیادہ حیادار ہیں ان کا دامن اسی حد تک برائیوں سے پاک و صاف رہتا ہے۔ شرم وحیا والے لوگ برائیوں کا ارتکاب ہی نہیں کر سکتے، اس لیے کہ جو لوگ بے حیائی اور بے شرمی کو گوارا ہی نہیں کر سکتے وہ اس کا ارتکاب کیوں کر اور کیسے کر سکتے ہیں؟

حیادار انسانوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ بدگوئی کرنے والوں کے قریب سے گذریں تو شرم سے گردن جھکا کر تیز قدموں کے ساتھ آگے نکل جاتے ہیں۔ اگر اتفاقاً ان کی نظر میں کوئی ناگفتہ بات آ جائے تو شرم سے پانی پانی ہو جاتے ہیں اور نگاہیں پھیر لیتے ہیں۔ حیادار لوگ حقیقت میں انسانی روپ میں فرشتے ہوتے ہیں۔

صفت شرم وحیا میں صحبت کا اثر

شرم وحیا کا وصف انسان میں پیدائشی طور پر ہوتا ہے۔ کسی میں زیادہ کسی میں کم۔ اگر مناسب ماحول میسر آ جائے اور تربیت بھی ہو تو یہ وصف نہ صرف قائم رہتا ہے بلکہ بڑھتا رہتا ہے۔ اس کے برخلاف برے ماحول اور بری صحبت سے رفتہ رفتہ حیا کا وصف کم ہو جاتا ہے اور بے حیائی و بے شرمی غالب آ جاتی ہے۔ اسی لیے اسلام نے اس فطری انسانی وصف کی مناسب نگہداشت کا حکم دیا ہے اور ان تمام باتوں سے منع کیا ہے جو اس وصف کو کم کرنے والی ہیں۔ قرآن کریم نے بعض برائیوں کے حوالے سے حکم دیا ہے۔

ولا تقربوا یعنی ان باتوں اور ان کاموں کے قریب بھی مت جاؤ۔

یہ احتیاط اس وجہ سے ہے کہ آنکھوں میں شرم باقی رہے اور دیدے کا پانی نہ مرجائے۔ دیدوں کا پانی مرجانا بھی اسی وقت بولتے ہیں کہ جب کسی کی آنکھوں میں شرم وحیا باقی نہ رہے۔

اس صفت کی وجہ سے بہت سی اخلاقی خوبیاں انسان میں پرورش پاتی ہیں۔ عفت اور پاکبازی کا دامن اسی کی بدولت ہر داغ سے پاک وصاف رہتا ہے اور انسان بہت سے برے کاموں اور بری عادتوں سے بچا رہتا ہے۔ اچھے اور نیک کاموں کے لیے آمادہ رہتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جو شخص جتنا زیادہ حیادار ہوگا اتنی ہی وہ اپنے معاشرے میں باوقار سمجھا جائے گا۔

شریعت اسلامیہ میں اس صفت حیا کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی تعلیمات میں اس پر بہت زور دیا ہے کیونکہ شرم وحیا نہ صرف عام لوگوں بلکہ شریعت اسلامیہ کے نزدیک نہایت پسندیدہ عادت ہے جو ہر مومن میں پوری طرح پائی جانی چاہیے۔ مسلمان اس صفت سے اگر محروم ہو تو وہ کبھی کامل طور پر ایمان کے تقاضوں پر عمل پیرا نہیں ہوسکتا۔

حیا ایمان کا حصہ ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی ساٹھ یا ستر سے کچھ زیادہ شاخیں ہیں، جن میں بہترین شاخ کلمہ طیبہ پڑھنا (اور اس پر ایمان) ہے اور سب سے معمولی شاخ راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کو دور کر دینا ہے (اور پھر فرمایا)۔

اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ...

''حیا ایمان کا حصہ اور اس کی شاخ ہے۔'' (بخاری ومسلم)

حیا ہی وہ طاقت ہے جو انسان کی آنکھوں کو جھکا دیتی ہے

- ......جو زبان پر تالا ڈال دیتی ہے۔
- ......جو انسان کے گندے جذبات کو لگام دیتی ہے۔
- ......جو انسان کے اٹھے ہوئے غلط قدموں کو روک دیتی ہے۔
- ......جو انسان کی دن کی روشنی میں اور رات کی تاریکی میں اس کی حفاظت کرتی ہے۔
- ......جس انسان میں حیا نہ ہو اس کا ایمان بھی مشکوک ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی پڑھیے:

لا ایمان لمن لا حیا...

''جس میں حیا نہیں اس میں ایمان نہیں۔''

یہی حیا جب نہ رہے تو انسان جو چاہے کرتا پھرے، اسے کوئی روک نہیں سکتا۔

فحاشی سے دور رہنے کی تاکید

قرآن کریم میں ایک اہم حکم اسی حوالہ سے دیا گیا ہے کہ:

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ

''اور بے حیائی کی باتوں کے قریب نہ جاؤ جو ظاہر ہوں ان میں سے اور جو پوشیدہ ہوں۔''

فحاشی اور بے حیائی کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ فحاشی زبان سے بھی ہو سکتی ہے، عمل سے بھی ہو سکتی ہے اور دل سے بھی ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی فحاشی سے دور رہنے کا حکم دیا ہے، خواہ اس کا تعلق ظاہر سے ہو یا باطن سے ہو یا کہ عمل سے ہو۔ مغربی تہذیب جس پر ہم مرے جا رہے ہیں اس کی تو بنیاد ہی بے حیائی پر ہے۔

ایک اہم نکتہ

مذکورہ آیت مبارکہ میں یہ نہیں فرمایا کہ بے حیائی نہ کرو بلکہ یوں فرمایا کہ بے حیائی کے قریب بھی نہ جاؤ۔ جہاں جانے کے بعد بے حیائی میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو تو ایسے کام بھی نہ کرو جو تمہیں فحاشی تک پہنچانے کا سبب بنتے ہوں۔

نبوت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرم وحیا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ حیا کرنے والے تھے۔ جب کوئی چیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناپسند ہوتی تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے سے جان لیتے تھے۔ (مسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بچہ تھے تو خانہ کعبہ کی تعمیر کا کام ہو رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اینٹیں اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے، آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا تم تہبند کھول کر کندھے پر رکھ لو تا کہ اینٹ کی رگڑ نہ لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کیا تو آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ جب ہوش آیا تو زبان مبارک پر تھا میرا تہبند...... میرا تہبند...... حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے تہبند باندھ دیا۔ (اخلاق پیغمبری)

نبوت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرم وحیا کا حال یہ تھا کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِيْ خِدْرِهَا۔ (بخاری ومسلم)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرمیلے تھے۔"

شرم وحیا کے حوالے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات

(۱)...... حضرت زید بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

ہر دین کا کوئی امتیازی وصف ہوتا ہے اور دین اسلام کا امتیازی وصف حیا ہے۔
(سنن ابن ماجہ، موطا امام مالک)

(۲)...... بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حیا سب کی سب خیر ہی ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ حیا خیر ہی لاتی ہے۔ یعنی حیا سے صرف خیر ہی حاصل ہوتی ہے۔
ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ الْحَیَاءَ وَالْاِیْمَانَ قُرَنَاءُ جَمِیْعًا فَاِذَا رُفِعَ اَحَدُهُمَا رُفِعَ الْاٰخَرُ وَفِیْ رِوَایَةٍ فَاِذَا سُلِبَ اَحَدُهُمَا سُلِبَ الْاٰخَرُ۔ (مشکوٰۃ)

''بلاشبہ شرم و حیا اور ایمان دونوں ساتھ ساتھ رہنے والے ہیں۔ جب ان میں سے ایک اٹھا لیا جاتا ہے تو دوسرا بھی چل دیتا ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ ایمان اور حیا میں ایسا گہرا تعلق ہے کہ اگر کسی آدمی یا کسی قوم میں سے ان دونوں میں سے ایک کو اٹھا لیا جائے تو دوسرا بھی اٹھ جائے گا۔ الغرض کسی شخص یا جماعت میں حیا اور ایمان یا تو دونوں باقی ہوں گے یا دونوں میں سے ایک بھی نہ ہوگا۔ (از معارف الحدیث، جلد ۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ تشریف لے جارہے تھے کہ بر سر راہ ایک انصاری پر گذر ہوا۔ وہ اس وقت اپنے بھائی کو نصیحت کر رہے تھے کہ زیادہ شرمایا نہ کرو۔ یہ سن کر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ:

دَعْهُ فَاِنَّ الْحَیَاءَ مِنَ الْاِیْمَانِ۔ (معارف الحدیث، جلد ۲ بحوالہ مسلم)

''اسے چھوڑ دو، اس بارے میں نصیحت نہ کرو کیونکہ شرمانا ایمان کا ایک شعبہ ہے۔''

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ پہلی نبوت کی باتوں میں سے جو (موجودہ زمانے کے) لوگوں میں موجود ہیں ایک یہ بھی ہے کہ اذا لم تستحی فاصنع ما شئت یعنی جب تجھ میں شرم نہ رہے تو جو چاہے کر۔ (بخاری)

حیا انسان میں بہت اچھی صفت رکھ دی گئی ہے جو ایمان کا ایک اہم شعبہ ہے۔ حیا ہی وہ چیز ہے جو انسان کو فواحش و منکرات سے روکتی ہے۔ جب کوئی شخص بے شرمی پر اتر آئے تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ اسی کو انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم نے اس طرح فرمایا کہ اذا لم تستحی

فاصنع ماشئت اوران کا یہ جملہ قرنا بعد قرنٍ منقول ہوتا چلا آیا۔ حتیٰ کہ حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں بھی لوگوں میں مشہور تھا۔ آپ ﷺ نے اس کی تصویب فرمائی اور بتایا کہ یہ عام لوگوں کی بنائی ہوئی مثل نہیں ہے بلکہ گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کا ارشاد فرمودہ جملہ ہے۔

اس جملہ کے معنی میں شراح حدیث کے دو قول ہیں۔ ایک وہ جو ہمارے ترجمہ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ جس میں شرم نہ رہے وہ کسی چیز کا پابند ہی نہیں ہو سکتا۔ نہ مخلوق سے شرماتا ہے نہ اللہ سے حیا کرتا ہے۔ اب جو گناہ چاہے کرے اور جو فحش عمل کرنا چاہے کر ڈالے، برائی سے روکنے والی صفت وہ کھو ہی چکا ہے۔

دوسرا معنی اس جملہ کا یہ بن سکتا ہے کہ جب کسی کام کے کرنے میں تجھے شرم نہ آئے اور تیرا دل اس کے کرنے کو گوارا کرے اور اس عمل کو تو لوگوں کے سامنے بھی کر سکتا ہو تو اسے کر لے۔ اگر اس میں برائی ہوتی تو تجھے شرم روک دیتی اور اس کے کرنے پر آمادہ نہ ہونے دیتی۔

(شرح اربعین نووی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

(اللہ تعالیٰ شرم وحیا کے اس وصف کی ہمیں حفاظت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین)

قرض لے کر ادا نہ کرنے کا وبال

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ جَحْشٍ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا بِفِنَاءِ الْمَسْجِدِ حَيْثُ يُوْضَعُ الْجَنَائِزُ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ بَيْنَ ظَهْرَيْنَا. فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَصَرَهٗ إِلَى السَّمَاءِ فَنَظَرَ ثُمَّ طَاطَأَ بَصَرَهٗ وَوَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى جَبْهَتِهٖ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ سُبْحَانَ اللّٰہِ مَاذَا نَزَلَ مِنَ التَّشْدِيْدِ. قَالَ فَسَكَتْنَا يَوْمَنَا وَلَيْلَتَنَا فَلَمْ نَرَ إِلَّا خَيْرًا حَتّٰى أَصْبَحْنَا. قَالَ مُحَمَّدٌ فَسَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا التَّشْدِيْدُ الَّذِىْ نَزَلَ؟ قَالَ فِى الدَّيْنِ وَالَّذِىْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ أَنَّ رَجُلًا قُتِلَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰہِ ثُمَّ عَاشَ ثُمَّ قُتِلَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰہِ ثُمَّ عَاشَ ثُمَّ قُتِلَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰہِ ثُمَّ عَاشَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ مَا دَخَلَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يُقْضٰى دَيْنُهٗ۔ (معارف الحدیث، جلد ۷ بحوالہ مسند احمد)

حضرت محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ ایک دن مسجد کے باہر کے میدان میں جہاں جنازے لا کر رکھے جاتے ہیں، بیٹھے ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی

ہمارے درمیان تشریف فرما تھے۔ اچانک آپ ﷺ نے نگاہ مبارک آسمان کی طرف اٹھائی اور کچھ دیکھا، پھر نگاہیں نیچی فرمالی اور (ایک خاص فکر مندانہ انداز میں) اپنا ہاتھ پیشانی مبارک پر رکھ کر فرمایا۔ سبحان اللہ سبحان اللہ (اللہ پاک ہے اور اس کا ہر حکم اور ہر فیصلہ برحق ہے) کس قدر سخت وعید اور سنگین فرمان نازل ہوا ہے۔

حدیث کے راوی محمد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ اُس دن اور اُس رات ہم سب خاموش رہے اور منتظر رہے کہ کیا ظہور میں آتا ہے (مگر) خیریت ہی رہی تو اگلے دن صبح کو میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ حضرت وہ کیا سخت اور بھاری چیز تھی جو کل نازل ہوئی تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ نہایت سخت وعید اور بھاری فرمان قرضہ کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ (اس کے بعد آپ ﷺ نے خداوند کے فرمان اور وعید کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا) قسم اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے۔ اگر کوئی آدمی راہ خدا میں یعنی جہاد میں شہید ہو اور وہ شہادت کے بعد پھر زندہ ہو جائے اور پھر جہاد میں شہید ہو اور اس کے بعد پھر زندہ ہو اور اس کے ذمہ قرض ہو تو وہ جنت میں اس وقت تک نہ جا سکے گا جب تک اس کا قرض ادا نہ ہو جائے۔

(معارف الحدیث، جلد نمبر ۷، از مسند احمد)

حدیث مذکورہ میں اس شخص کے لیے وبالِ عظیم اور جنت سے رکاوٹ کا ذکر ہے جو قرض لے کر ادا نہ کرے اور نہ کوئی انتظام کر کے جائے کہ جس سے اُس کے قرض کی ادائیگی ہو سکے۔

قرض دینے کی فضیلت اور اس کا ثواب

قرض دینا ایک ضرورت مند اور حاجت مند کی مدد ہے اور اس کا اجر و ثواب بعض احادیث کے مطابق صدقہ کے ثواب سے زیادہ ہے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ ایک آدمی جنت میں داخل ہوا تو اس نے جنت کے دروازے پر لکھا دیکھا کہ صدقہ کا اجر و ثواب دس گنا ہے اور قرض دینے کا ثواب اٹھارہ گنا۔

ابن ماجہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ قرض میں کیا خاص بات صدقہ سے افضل ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ سائل (جس کو صدقہ دیا جاتا ہے) اس

حالت میں بھی سوال کرتا ہے اور صدقہ لیتا ہے جبکہ اس کے پاس کچھ ہوتا ہے اور قرض مانگنے والا قرض جب ہی مانگتا ہے جب وہ محتاج اور ضرورت مند ہوتا ہے۔ (از معاف الحدیث، جلد ۷)

شہید کا ہر گناہ معاف مگر قرض معاف نہیں

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجھے بتلایئے کہ اگر میں اللہ کے راستے میں صبر اور ثابت قدمی کے ساتھ اور اللہ کی رضا اور ثواب آخرت کے لیے جہاد کروں اور مجھے اس حالت میں شہید کر دیا جائے کہ میں پیچھے نہ ہٹ رہا ہوں بلکہ پیش قدمی کر رہا ہوں تو کیا میری اس شہادت اور اس قربانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ میرے سارے گناہ معاف فرما دے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں فرمایا: ہاں۔ (اللہ تعالیٰ تمہارے سارے گناہ معاف فرما دے گا)۔ پھر جب وہ آدمی (آپ سے یہ جواب پا کر) لوٹنے لگ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو پھر پکارا اور فرمایا (تمہارے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے) سوائے قرضہ کے۔ یہ بات اللہ کے فرشتے جبرئیل امین نے اسی طرح بتلائی ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ خدا کی وحی کی بنیاد پر یہ کہہ رہا ہوں کہ قرضہ کے بار کی وجہ سے وہ گرفتار رہے گا)۔ (معارف الحدیث، جلد ۷ بحوالہ مسلم)

قرض سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ طلبی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں دعا کرتے اور فرماتے تھے: اے اللہ! میں گناہ اور قرض سے پناہ مانگتا ہوں۔

ایک کہنے والے نے کہا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ قرض سے بکثرت پناہ مانگتے رہتے ہیں۔ فرمایا: بے شک جب آدمی قرض لیتا ہے تو باتیں کرتا ہے اور جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کرتا ہے اور (پھر) اس کے خلاف کرتا ہے (کیونکہ وہ وقت پر اپنے قرض کو ادا نہیں کر پاتا)۔ (بخاری)

علماء نے لکھا ہے کہ معاصی (گناہ) اللہ کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں، جن کے ارتکاب سے اس نے اپنے ایمان دار بندوں کو منع فرمایا ہے۔ رہ گیا قرض تو خدا ہر مسلمان کو اس کی ذلت سے بچائے۔ گردنوں پر ایک بھاری بوجھ ہوتا ہے۔ اس سے انسان لوگوں کے احسان جتانے اور دکھ

درد کی مصیبت سے دوچار رہتا ہے اور اکثر حالات میں ذلت و رسوائی میں مبتلا رہتا ہے۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ کا ان دونوں باتوں سے پناہ مانگنا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ یہ وہ قرض ہے جو بلاضرورت صرف اور صرف نمائشی ٹھاٹ باٹ اور جھوٹی شان و شوکت کے لیے لیا جاتا ہے اور بلاوجہ اپنے اوپر مسلط کیا گیا۔ اسی قسم کا قرض جس سے آپ ﷺ نے پناہ مانگی ہے۔

اگر سخت ضرورت کے لیے لیا جائے اور اس کے ادا کرنے کی قدرت بھی ہو تو اس قسم کے قرض سے آپ ﷺ نے پناہ نہیں مانگی ہے۔ قرض یا ادھار ایسی چیز ہے جو دوسرے سے لیا دیا جاتا ہے۔ ایک دوسرے سے کام پڑتا رہتا ہے۔ وہ آپس میں مستغنی اور بے نیاز ہو کر نہیں رہ سکتے۔

بس ضروت کو پیش نظر رکھیں۔ سخت ضرورت کے تحت قرض لیا جائے، بلاضرورت قرض لینے سے بچا جائے۔ لیا ہے تو اس کی ادائیگی کی جلد از جلد کوشش کی جائے، کیونکہ قرض ایک وبال ہے۔ جلد جان چھڑانا ضروری ہے۔

بلاضرورت قرض لینے کا گناہ

ہمارے معاشرے میں ایک گناہ یہ بھی عام ہو گیا ہے کہ شادی بیاہ یا عید وغیرہ کی خوشی اور غمی کے مواقع پر اسی طرح بعض دفعہ ختنہ، عقیقہ یا کان چھیدوانا جیسے دیگر مواقع میں بلاضرورت قرض لے کر خرچ کر ڈالتے ہیں۔ بعد میں ادائیگی کے وقت پریشان ہوتے ہیں اور روتے پھرتے ہیں اور دقت پیش آتی ہے، حالانکہ بلاضرورت قرض لینا گناہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرض اللہ تعالیٰ کا جھنڈا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب زمین پر کسی بندے کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں تو اس کی گردن پر قرض کا بوجھ رکھ دیتے ہیں۔ (مستدرک حاکم)

دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو وصیت فرمائی کہ گناہ کم کیا کرو تم پر موت آسان ہو جائے گی اور قرض کم لیا کرو، آزاد ہو کر جیو گے۔ (بیہقی)

حضور ﷺ کا جنازہ پڑھانے سے انکار

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں نماز پڑھانے کے لیے ایک جنازہ لایا گیا تو آپ ﷺ نے پوچھا: اس مرنے والے پر کوئی قرض تو

نہیں ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں! اس پر قرض ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: اس نے کچھ مال چھوڑا ہے کہ جس سے یہ قرض ادا کیا جاسکے؟ لوگوں نے کہا: نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ اس کی نماز جنازہ پڑھ لو (میں نہیں پڑھوں گا)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ صورتحال دیکھ کر کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اس کے قرض کو ادا کرنے کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ تب آپ ﷺ آگے بڑھے اور نماز پڑھائی۔ اور فرمایا (جیسا کہ ایک اور روایت میں ہے) اے علی! اللہ تجھے آگ سے بچائے اور تیری جان بخشی ہو، جیسے تو نے اپنے اس مسلمان بھائی کے قرض کی ذمہ داری لے کر اس کی جان چھڑائی۔ کوئی بھی مسلمان آدمی ایسا نہیں ہے جو اپنے مسلمان بھائی کی طرف سے اُس کا قرضہ ادا کرے، مگر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے (عذاب سے) رہائی بخشے گا۔ (شرح السنۃ)

قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنے کا گناہ

اس زمانہ میں ایک گناہ یہ بھی عام ہو گیا ہے کہ کسی سے قرض لے کر یا مال ادھار لے کر واپس کرنے میں ٹال مٹول کیا جاتا ہے، حالانکہ جس کے ذمے کسی کا حق ہو تو صاحبِ حق کو حق ادا کرنے میں جلدی کرنا چاہیے تا کہ اپنا ذمہ فارغ ہو جائے اور حقدار کو اس کا حق مل جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا (سورۃ النساء، آیت ۵۸)

''اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل کو ادا کر دو۔''

یہ حکم عام ہے۔ ہر قسم کی امانتوں کو شامل ہے کہ ہر قسم کی امانت کو اس کے مستحق تک پہنچا دیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مال دار، قرض دار کا قرضہ ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ (مسلم)

ٹال مٹول کی قانونی سزا

نبی ﷺ نے فرمایا: قرض ادا کر سکنے والے کا ٹال مٹول حلال کر دیتا ہے، اس کی آبرو کو اور اس کی سزا کو۔

''آبرو'' کے حلال کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص قرض لے اور باوجود قدرت کے ادا کرنے میں ٹال مٹول کرے تو اس کا یہ جرم ایسا ہے کہ سوسائٹی کی نگاہ میں اسے گرایا جاسکتا ہے اور اس کی سزا دی جاسکتی ہے۔ اگر کسی ملک میں اسلامی نظام قائم ہے اور وہاں کوئی ایسا شخص پایا جائے تو اسلامی نظام کے کارندے اسے سزا دے سکتے ہیں اور اسے ذلیل کرنے کے دوسرے طریقے بھی اختیار کر سکتے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

قیامت میں مقروض کی معافی نہیں

شروع کی دونوں حدیثیں قرض ادا کرنے کی اہمیت کو خوب واضح کرتی ہیں۔ جس شخص نے اپنی جان تک خدا کی راہ میں قربان کر دی، اس پر اگر کسی کا قرضہ ہے اور وہ ادا کر کے نہیں آیا ہے، وہ معاف نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ بندے کے حقوق سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر آدمی قرض ادا کرنے کی نیت رکھتا ہو اور مر جائے اور ادا نہ کر سکے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ صاحب حق کو بلائے گا اور قرض معاف کرنے کے لیے اس سے کہے گا اور اس کے بدلے اسے جنت کی نعمتیں دینے کا وعدہ کرے گا تو صاحب حق اپنے حق کو معاف کر دے گا، لیکن اگر کسی نے قدرت رکھنے کے باوجود قرض ادا نہ کیا اور صاحب حق کو اس کا حق نہیں لوٹایا دنیا میں اس سے معاف بھی نہیں کرایا تو قیامت میں اس کی معافی کی کوئی صورت نہیں۔ لہٰذا بلا ضرورت قرض لینے سے اجتناب کرنا لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ قرض کے بوجھ سے ہر مسلمان کی حفاظت فرمائے۔ آمین

قرض دار کا کل یا جز معاف کرنے اور مہلت دینے کا ثواب

ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ تنگدستوں اور مفلسوں سے درگزر کرنا اور غموں اور صدموں میں مبتلا ہونے والوں کو غم سے رہائی دلانا اللہ کے نزدیک بڑے اجر وثواب کا کام ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو اس بات سے خوشی ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن کے غموں سے نجات دے تو اسے چاہیے کہ کسی تنگدست یا مفلس شخص کو تسلی دے یا اس کا قرض معاف کر دے۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ جو شخص کسی مومن کا غم اس کے دنیا کے غموں سے دور کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آلام سے بھی اس کا غم دور فرمائیں گے۔

علماء نے لکھا ہے کہ اتنی بڑی فضیلت اور اتنی بڑی بشارت اس وجہ سے کہ جب آدمی پر کبھی ایسی مصیبت یا مالی پریشانی نازل ہوتی ہیں تو اس کا سکون رخصت ہو جاتا ہے اور دنیا اس کے لیے حد سے زیادہ تنگ ہو جاتی ہے۔ ہوش وحواس، عقل وخرد سب پر تفکرات کا غلبہ رہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ کسی قیمت پر ان سے نجات پائے۔ بعض اوقات وہ پے در پے قرضوں کے بوجھ سے اتنا تنگ آ جاتا ہے کہ یہ تمنا کرنے لگتا ہے کہ کاش زمین اسے نگل جائے۔ اس پر اتنی مشکلات پڑتی ہیں کہ گھر کا تمام اثاثہ نقد ہو یا جنس یا جائیداد کچھ بھی نہیں بچتا۔

ایسے عالم میں جس شخص نے اسے قرض دیا تھا اگر وہ اس کو اس بلا ومصیبت سے نجات دلا دے یا اس کا کچھ قرضہ معاف کر دے یا اس سے بالکل درگذر کر کے اس کا غم اور اس کی فکر رفع کر دے تو اس کی حالت ایسی ہو جاتی ہے جیسے اس نے نئی زندگی پائی ہو اور موت کے چنگل میں پھنستے پھنستے رہ گیا ہو۔ اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا۔

اسی لیے متعدد احادیث میں بڑی بشارت ہے، کیونکہ جب اس کے قرض کا بوجھ ہلکا ہوا تو اس کو ایک نئی زندگی ملی۔ خوشی وراحت اور سکون نصیب آیا۔

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص تنگدست کو (قرض وصول کرنے میں) مہلت دے یا معاف کر دے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اپنے سایہ میں جگہ دیں گے۔

قرض دینے والا ان احادیث کو بھی سامنے رکھے۔ اللہ غفور رحیم ہے۔ بدلے میں دینے کے لیے اس کے یہاں کسی چیز کی کمی نہیں۔

(اللہ تعالیٰ ہماری مدد ونصرت فرمائے۔ آمین)

لوگوں سے بداخلاقی کرنے پر وعید جہنم

عَنْ اَبِیْ بَکْرِ نِالصَّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَایَدْخُلُ الْجَنَّۃَ سَیِّئُ الْمَلَکَۃِ (رواہ الترمذی، باب النفقات)

''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بدخصلت (چونکہ اس سے دوسروں کو اذیت ہوتی ہے۔ اولاً سزا پائے بغیر) جنت میں داخل نہ ہوگا۔''

حدیث مذکورہ میں بداخلاق، جس کی بداخلاقی سے لوگوں کو اذیت پہنچتی ہے اس کے لیے فرمایا جارہا ہے کہ ایسا شخص جنت میں داخل نہ ہوگا، جب تک جہنم میں جاکر بدخلقی کی سزا نہ بھگت لے۔

دین میں اخلاق کی اہمیت

ہمارے دین میں اور انسانی معاشرے میں اخلاق کو جو اہمیت حاصل ہے کوئی عقلمند انسان اس سے انکار نہیں کرسکتا۔ اخلاق ہی انسان کا اصل سرمایہ ہوتا ہے، جس کے ذریعے اس کی صحیح شناخت ہوتی ہے۔ اگر انسان کے اندر اخلاق معدوم ہو تو وہ انسانی معاشرے کا ایک شرمناک کردار ہے۔ اخلاق ہی کے ذریعے سے انسان کی تکمیل ہوتی ہے۔ کمال انسانی کا حصول اخلاق کے بغیر ناممکن ہے۔ زندگی کے تمام گوشوں میں اخلاقی قدروں کا لحاظ مطلوب ہے۔

اخلاق ''خلق'' کی جمع ہے، جس کے معنی خصلت، عادت اور طبیعت کے ہیں۔ اصطلاح

میں اخلاق سے مراد وہ خصائل و عادات ہیں جو انسان سے روزمرہ اور مسلسل سرزد ہوتے رہتے ہیں اور یہی عادات و خصائل رفتہ رفتہ انسانی طبیعت کا جزو بن کر رہ جاتے ہیں، جسے انسان دوسرے کے لیے تشکیل کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اگر یہ عادات اچھی ہوں تو ''اخلاق حسنہ'' اور اگر بری ہوں تو ''اخلاق سیہ'' کے طور پر جانی جاتی ہیں۔

حسنِ اخلاق کیا ہے؟

حسن اخلاق یہ ہے کہ ایک انسان کا جن جن سے بھی واسطہ پڑتا ہے ان سب سے اچھا برتاؤ کرے۔ ان کے حقوق صحیح طریقے سے ادا کرے۔ ان کی بابت جو ذمہ داریاں اس پر عائد ہوتی ہیں۔ انہیں بھی حسن و خوبی کے ساتھ پورا کرے۔ ظلم و زیادتی کا ارتکاب کرے نہ کوئی کوتاہی روا رکھے۔ اسی حسن اخلاق پر معاشرے کے امن و سکون کا انحصار ہے۔

اخلاق حسنہ چند درج ذیل ہیں:

صدق راست بازی، تواضع، عفو و درگذر، خندہ جبینی، نرم خوئی، حیا، سخاوت، قناعت، ایثار، ہمدردی وغیرہ وغیرہ

اخلاق ذمیمہ چند درج ذیل ہیں:

جھوٹ، غیبت، چغل خوری، بغض، حسد، کنجوسی، کینہ پروری، نام و نمود، خود بینی، غصہ، دوغلہ پن، تکبر و غرور، فسق و فجور وغیرہ وغیرہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تعلیمات کے بعد جن چیزوں پر بہت ضرور دیا ہے اور انسان کی سعادت کو اُن پر موقوف بتلایا ہے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آدمی اخلاق حسنہ کو اختیار کرے اور برے اخلاق سے اپنی حفاظت کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے جن مقاصد کا قرآن مجید میں ذکر کیا گیا ہے ان میں ایک یہ بھی بتایا گیا ہے کہ آپ کو انسانوں کا تزکیہ کرنا ہے...... وَيُزَكِّيهِمْ...... اور اس تزکیہ میں اخلاق کی اصلاح اور درستی کی خاص اہمیت ہے۔ حدیث کی مختلف کتابوں میں خود آپ سے یہ مضمون روایت کیا گیا ہے کہ ''میں اخلاق کی اصلاح کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد سے انسانی زندگی کو ایک صحیح اور بہترین تعبیر ملتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے اخلاق کو فرسودہ اور محدود تصور سے پاک وصاف کر کے اسے وسیع مفہوم بخشا اور اس کو آفاقیت عطا فرمائی۔ یہاں تک کہ انسان کے انفرادی واجتماعی زندگی کا کوئی حصہ بھی اخلاق سے الگ اور آزاد نہ رہا۔ معلوم ہوا کہ زندگی کی قدر و قیمت متعین کرنے میں اصل فیصلہ کن چیز اخلاق ہے۔ اس لیے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اخلاقی لحاظ سے اپنے آپ کو بہتر سے بہتر حالت میں دیکھنے کی تمنا دل میں رکھتے ہیں۔

انسانی زندگی پر اخلاق کے اثرات

اگر انسان کے اخلاق اچھے ہوں تو اس کی اپنی زندگی بھی قلبی سکون اور خوشگواری کے ساتھ گذرے گی اور دوسروں کے لیے بھی اس کا وجود رحمت اور چین کا سامان ہوگا۔ اس کے برعکس اگر آدمی کے اخلاق برے ہوں تو خود بھی وہ زندگی کے لطف ومسرت سے محروم رہے گا اور جن سے اس کا واسطہ اور تعلق ہوگا ان کی زندگیاں بھی بے مزہ اور تلخ ہوں گی۔

یہ تو خوش اخلاقی اور بداخلاقی کے وہ نقد دنیوی نتیجے ہیں جن کا ہم آپ روزمرہ مشاہدہ اور تجربہ کرتے رہتے ہیں، لیکن مرنے کے بعد والی ابدی زندگی میں ان دونوں کے نتیجے ان سے بدرجہا زیادہ اہم نکلنے والے ہیں۔ آخرت میں خوش اخلاقی کا نتیجہ ارحم الراحمین کی رضا اور جنت ہے اور بداخلاقی کا انجام خداوند قہار کا غضب اور دوزخ کی آگ ہے۔ اللھم احفظنا!

انسان اپنے اچھے اخلاق سے پہچانا جاتا ہے

جس کے اخلاق اچھے ہوں، لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہے، اللہ کے بندوں کے لیے راحت جان بن کر رہے، لوگ اس انسان کے ساتھ رہ کر خوش ہوتے ہیں، اسے اپنے دلوں میں جگہ دیتے ہیں، اس کے ساتھ رہنے کی دل میں آرزو اور تمنا کرتے ہیں، وہ انسان اللہ کے بندوں کے لیے رحمت بن کر زندگی گزارتا ہے۔ اسی طرح جس انسان کے اخلاق اچھے نہ ہوں، لوگ اس کے پاس بیٹھنا بھی پسند نہیں کرتے۔

دین اسلام نے اچھے اخلاق پر بہت زور دیا ہے۔ انسان وہی ہوتا ہے جس میں انسانیت ہو، جو اللہ کے بندوں کے لیے رحمت بن کر رہے، جو دوسروں کو فائدہ پہنچائے، سکھ پہنچائے، دوسروں کی مصیبت میں کام آئے، دوسروں کے عیبوں کی پردہ پوشی کرے، اللہ کی مخلوق کے ساتھ

اللہ رب العزت کی نسبت سے محبت کرے۔

سب سے اچھے وہ جن کے اخلاق اچھے

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان والوں میں زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جو اخلاق میں زیادہ اچھے ہیں۔ (ابوداؤد)

آدمی کی پہچان اس بات سے نہیں ہوتی کہ اس کے پاس کیا سامان اور کتنی دولت ہے؟ آدمی اگر اخلاق کے لحاظ سے پست ہے تو خواہ وہ دنیا کا سب سے دولت مند اور ذی اقتدار شخص ہو، حقیقت میں وہ ایک مفلس اور ذلیل وجود ہے۔ اس سے فتنہ وشر کے سوا کسی دوسری چیز کی امید نہیں کی جاسکتی۔ اس سے محتاط رہنا ضروری ہے۔

میزان عمل میں بھاری چیز اخلاق ہے

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن مومن کی میزان عمل میں سب سے زیادہ وزنی اور بھاری چیز جو رکھی جائے گی وہ اس کے اچھے اخلاق ہوں گے۔ (ابوداؤد و ترمذی)

قبیلہ مزینہ کے ایک شخص سے روایت ہے کہ بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! انسان کو جو کچھ عطا ہوا ہے اس میں سب سے بہتر کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھے اخلاق۔ (رواہ البیہقی)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ صاحب ایمان بندہ اپنے اچھے اخلاق سے ان لوگوں کا درجہ حاصل کرلیتا ہے جو رات بھر نفل نمازیں پڑھتے ہوں اور دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے ہوں۔ (ابوداؤد)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات طیبہ کے آخری دور میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر

بنا کر بھیج رہے تھے۔ مدینہ طیبہ سے ان کو رخصت فرما رہے تھے۔ اس وقت خاص اہتمام کے ساتھ بہت سی نصیحتیں فرمائی تھیں۔ اس وقت آخری نصیحت یہ فرمائی تھی۔ حدیث مبارکہ پڑھیے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری وصیت مجھے کی تھی جبکہ میں نے اپنا پاؤں اپنی سواری کی رکاب میں رکھ لیا تھا وہ یہ تھی کہ لوگوں کے لیے اپنے اخلاق کو بہتر بناؤ یعنی بندگان خدا کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔

(معارف الحدیث، جلد ۲ بحوالہ موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اخلاق حسنہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہری اور باطنی دونوں خوبیوں سے نوازا۔ صرف شکل وصورت کے لحاظ سے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسین وجمیل نہ تھے بلکہ اس کے ساتھ حسن اخلاق کے لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت بلند مرتبے پر فائز تھے۔ قرآن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد ہوا ہے۔ ”اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ یقیناً ایک عظیم اخلاق پر فائز ہیں۔“

وضاحت:...... واضح رہے کہ خوش اخلاقی کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ جو عادی مجرم اور ظالم پیشہ بدمعاش سختی کے مستحق ہوں اور سختی کے بغیر ان کا علاج نہ ہوسکتا ہو ان کے ساتھ بھی نرمی کی جائے۔ یہ تو اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی اور مداہنت ہوگی۔ بہرحال عدل وانصاف اور اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود کی پابندی کے ساتھ مجرموں کی تادیب اور تعزیر کے سلسلہ میں ان پر سختی کرنا کسی اخلاقی قانون میں بھی حسن اخلاق کے خلاف نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک اہم دعا

حسن اخلاق کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا بھی پڑھ لیجیے اور اپنے لیے بھی اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کیجیے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اَحْسَنْتَ خَلْقِیْ فَاَحْسِنْ خُلُقِیْ۔ (رواہ احمد)

”اے میرے اللہ! تو نے اپنے کرم سے میری جسم کی ظاہری بناوٹ اچھی بنائی ہے اسی

طرح میرے اخلاق بھی اچھے کر دے۔"

صحیح مسلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کی کچھ تفصیل روایت کی گئی ہے۔ اسی میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران نماز جو دعائیں اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے مانگیں، ان میں سے ایک دعا اخلاق کے حوالے سے یہ بھی تھی:

وَاهْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا یَهْدِیْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّیْ سَیِّئَهَا لَا یَصْرِفُ عَنِّیْ سَیِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ۔ (از معارف الحدیث، جلد ۲)

"اے میرے اللہ! تو مجھ کو بہتر سے بہتر اخلاق کی رہنمائی کر، تیرے سوا کوئی بہتر اخلاق کی رہنمائی نہیں کر سکتا اور برے اخلاق کو میری طرف سے ہٹا دے، ان کو تیرے سوا کوئی ہٹا نہیں سکتا۔"

اللہ تعالیٰ تقویٰ اور حسن اخلاق جو جنت میں لے جانے والے اعمال ہیں
ہمارے اندر خوب پیدا فرمادے۔ (آمین)

اللہ کے راستے میں خرچ نہ کرنے یعنی بخل کرنے پر وعید جہنم

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یُجَاءُ بِابْنِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ کَاَنَّہٗ بَذَجٌ فَیُوْقَفُ بَیْنَ یَدَیِ اللہِ فَیَقُوْلُ لَہٗ اَعْطَیْتُکَ وَخَوَّلْتُکَ وَاَنْعَمْتُ عَلَیْکَ فَمَا صَنَعْتَ فَیَقُوْلُ رَبِّ جَمَعْتُہٗ وَثَمَّرْتُہٗ وَتَرَکْتُہٗ اَکْثَرَ مَا کَانَ فَارْجِعْنِیْ اٰتِکَ بِہٖ کُلِّہٖ فَیَقُوْلُ لَہٗ اَرِنِیْ مَا قَدَّمْتَ فَیَقُوْلُ رَبِّ جَمَعْتُہٗ وَثَمَّرْتُہٗ وَتَرَکْتُہٗ اَکْثَرَ مَا کَانَ فَارْجِعْنِیْ اٰتِکَ بِہٖ کُلِّہٖ فَاِذَا عَبْدٌ لَّمْ یُقَدِّمْ خَیْرًا فَیُمْضٰی اِلَی النَّارِ (رواہ الترمذی)

’’حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن ابن آدم (آدم کا بیٹا) کو لایا جائے گا گویا کہ وہ (ضعف وحقارت کی وجہ سے) بکری کا بچہ ہے۔ پس اس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے کہ میں نے تجھ کو (زندگی، تندرستی، جوانی، صحت وعافیت) دی اور خوب نعمتیں (مال ودولت جاہ و مرتبہ) تجھ کو دیں اور (کتاب ورسول بھیج کر عقل وہوش دے کر) تجھ پر مزید انعام کیا۔ پس تو نے کیا کیا؟ (یعنی ہماری ان سب نعمتوں کی کیا شکر گزاری کی)۔ پس وہ کہے گا: اے میرے رب! میں نے مال جمع کیا اور اس کو

(تجارت وغیرہ کے ذریعے) خوب بڑھایا اور (مرتے وقت) جتنا تھا اس سے کہیں زیادہ (دنیا میں) چھوڑا۔ پس مجھے واپس بھیج دیجیے تاکہ وہ سب مال (تیرے راستے میں خرچ کر کے) لے آؤں۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے مجھے دکھا تو نے کیا مقدم کیا (یعنی دنیا میں آخرت کے لیے کیا مال خرچ کیا جو یہاں آج کام آئے؟) (پس وہ عذر نہ کر سکے گا) کہے گا: اے پروردگار! میں نے اس کو جمع کیا اور خوب بڑھایا اور جتنا تھا (مرتے وقت) اس سے کہیں زیادہ چھوڑا۔ پس مجھ کو واپس دنیا میں بھیج دیجیے تاکہ وہ سب مال لے آؤں۔ (پس اس کی گفتگو سے ظاہر ہو جائے گا) کہ اس نے کوئی بھلائی آگے نہیں بھیجی۔ یعنی کوئی مال آخرت کے لیے خرچ نہیں کیا۔ بے شمار نعمتوں کی کوئی شکر گزاری نہیں کی۔ پس اس کو جہنم میں لے لیا جایا جائے گا یا جہنم میں لے جانے کا حکم کیا جائے گا۔"

حدیث مذکورہ میں ایسے لوگوں کو جہنم کی سزا سنائی گئی ہے جو مال و دولت کی وسعت حاصل ہونے کے باوجود اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے۔ بخل پناہ کھاتے ہیں۔

بخل...... ایک معاشرتی برائی

بخل بہ معنی کنجوسی۔ بخیل اسی سے بنا ہے۔ اس کی ضد سخاوت اور فیاضی ہے۔ بخل کی تعریف میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ کنجوسی اور تنگ دلی دونوں ہی بخل کے زمرے میں آتے ہیں۔ یہ اسراف کی ضد ہے۔ یعنی اپنے حاصل شدہ مال کو وہاں خرچ کرنے سے روکنا جہاں اُسے روکنا نہیں چاہیے۔ بخل سے مراد عام طور سے کنجوس آدمی کو لیتے ہیں، جسے بخیل کہا جاتا ہے۔ جیسے نہ وہ اپنی ذات پر اور نہ ہی اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے۔

شرعی اعتبار سے ایسے شخص کو بخیل کہا جاتا ہے جو نہ اللہ کی راہ میں اور نہ ہی نیکی اور بھلائی کے کام میں خرچ کرے۔ اس لحاظ سے وہ شخص بھی بخیل ہے جو اپنی ذات پر، اپنے عیش و آرام اور اپنے دلچسپیوں پر تو خوب خرچ کرتا ہے مگر اللہ کی راہ میں کچھ خرچ نہیں کرتا اور اگر کرتا ہے تو یہ سوچ کر کہ اس کے عوض اسے شہرت، نام ونمود یا کسی اور سے کتنی منفعت حاصل ہو گی۔ اللہ تعالیٰ ایسے

لوگوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا اور بخل کی برائی کے ساتھ کوئی جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔ ایسا شخص جہنم کا ہی مستحق ہے۔

بخل کی مذمت اور بخیل کا انجام بد

مفسرین نے لکھا ہے کہ بخل کا ذکر قرآن کریم میں دس مقامات پر واضح طور پر جبکہ چھ مقامات پر ضمناً آیا ہے۔ سورہ آل عمران میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾ (آل عمران، آیت ۱۸۰)

''جو لوگ مال میں جو اللہ نے اپنے فضل سے ان کو عطا کیا ہے بخل کرتے ہیں وہ اس بخل کو اپنے حق میں اچھا نہ سمجھیں بلکہ ان کے لیے برا ہے۔ وہ جس مال میں بخل کرتے ہیں قیامت کے دن اس کا طوق بنا کر ان کی گردنوں میں ڈالا جائے گا اور آسمانوں اور زمین کا وارث اللہ ہی ہے اور جو عمل تم کرتے ہو اللہ کو معلوم ہے۔''

اس آیت مبارکہ میں بخیل کا ذکر کیا گیا ہے جو اللہ کے دیے ہوئے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتا، حتیٰ کہ اس میں سے وہ اپنے اوپر عائد زکوٰۃ جو کہ اس پر فرض ہے نہیں نکالتا۔ چنانچہ اسی ضمن میں ایک اور حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ قیامت کے دن اس کے مال کو ایک زہریلا اور خوفناک سانپ بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔ وہ سانپ اس کی باچھیں پکڑے گا اور کہے گا: میں تیرا مال ہوں۔ میں تیرا خزانہ ہوں۔ (صحیح بخاری)

چونکہ بخیل کو اللہ کی مخلوق اور اللہ کی راہ میں کیے جانے والے کاموں سے بالکل رغبت نہیں ہوتی۔ اس کی محبت کا محور تو صرف اس کی اپنی ذات ہوتی ہے اور اسی کو زندگی کا مقصود نظر جانتا اور مانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں سورہ حدید میں فرمایا:

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ﴿۲۳﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۴﴾ (سورۃ الحدید، آیت ۲۴)

''اللہ کسی اترانے والے شیخی باز سے محبت نہیں کرتا، جو خود بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کی ترغیب دیتے ہیں۔ سنو! جو بھی منہ پھیرے، اللہ بے نیاز اور سزاوارِ حمد و ثناء ہے۔''

بخل کے حوالے سے قارون کی مثال اور اس کا انجام

بخیل کی سب سے بڑی مثال قرآن حکیم میں قارون کی دی گئی ہے۔ قرآن حکیم کے مطابق یہ شخص بنی اسرائیل میں سے تھا اور فرعون سے جاملا تھا اور اس کا خاص مقرب بن گیا تھا۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کا دوسرا بڑا مخالف تھا۔ یہودی روایات سے پتا چلتا ہے کہ یہ شخص غیر معمولی دولت کا مالک تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: قارون تھا تو قوم موسیٰ سے، لیکن ان پر ظلم کرنے لگا تھا۔ ہم نے اسے اس قدر خزانے دے رکھے تھے کہ کئی طاقت ور لوگ بہ مشکل اس کی کنجیاں اٹھا سکتے تھے۔ ایک بار اس کی قوم نے اس سے کہا کہ اترا مت، اللہ اترانے والوں سے محبت نہیں کرتا اور جو کچھ تجھے اللہ نے دے رکھا ہے، اس میں سے آخرت کے گھر کی بھی تلاش کر اور اپنے دنیاوی حصے کو نہ بھول اور جیسا کہ اللہ نے تیرے اوپر احسان کیا ہے تو بھی اچھا سلوک کر اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو۔ یقین مان کہ اللہ مفسدوں کو ناپسند کرتا ہے۔

قارون نے کہا: یہ سب کچھ مجھے میری سمجھ کے مطابق دیا گیا ہے۔ کیا اسے اب تک یہ نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے بہت سے بستی والوں کو غارت کر دیا، جو اس سے بہت زیادہ قوت والے تھے اور جمع پونجی والے تھے۔ اور گناہگاروں سے ان کے گناہوں کی باز پرس ایسے وقت نہیں کی جاتی۔ پس قارون پوری آرائش کے ساتھ اپنی پوری قوم کے مجمع سے نکلا تو دنیاوی زندگی کے متوالے کہنے لگے کہ کاش ہمیں بھی کسی طرح وہ مل جاتا جو قارون کو دیا گیا ہے۔ یہ تو بڑا ہی قسمت کا دھنی ہے۔ ذی علم لوگ انہیں سمجھانے لگے کہ افسوس! بہتر چیز تو وہ ہے جو بطور ثواب انہیں ملے گی، جو اللہ پر ایمان لائیں اور نیک عمل کریں۔ یہ بات انہی کے دل میں ڈالی جاتی ہے جو صبر والوں میں ہوں۔ (آخر کار) ہم نے اسے اس کے محل میں دھنسا دیا اور اللہ کے سوا کوئی جماعت اس کی مدد کے لیے تیار نہ ہوئی اور نہ وہ خود اپنے بچانے والوں میں سے ہو سکا۔

(سورہ قصص، آیات ۷۶ تا ۸۱)

بخل کا انجام بخل کرنے والوں پر ہی ہے

سورہ محمد میں ارشاد خداوندی ہے:

''اگر وہ تم سے تمہارا مال مانگے اور زور دے کر مانگے تو تم اس سے بخیلی کرنے لگو گے اور وہ تمہارے کینے ظاہر کردے گا۔ خبردار! تم وہ لوگ ہو کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے بلائے گئے ہو۔ تو تم میں سے بعض بخیلی کرنے لگتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے وہ تو دراصل اپنی جان سے بخیلی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ غنی ہے اور تم محتاج۔ اگر تم روگردان ہو جاؤ تو وہ تمہارے بدلے تمہارے سوا اور لوگوں کو لائے گا جو پھر تم جیسے (بخیل) نہ ہوں گے۔ (سورہ محمد، ۳۷-۳۸)

اہل ایمان میں دو خصلتیں جمع نہیں ہو سکتیں

احادیث مبارکہ میں بھی بخیل کی شدید مذمت آئی ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

''سچے مومن میں دو خصلتیں جمع نہیں ہو سکتیں۔ ایک بخل دوسرا بد خلقی۔'' (ترمذی)

ایک اور موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بخیل جنت کا وارث نہیں ہو سکتا۔'' (مسند احمد)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک دعا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو دعائیں مانگی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ''اے اللہ مجھے بخیل ہونے سے بچا۔'' (صحیح بخاری)

انفاق فی سبیل اللہ کا مفہوم

انفاق فی سبیل اللہ کے مفہوم کے بارے میں مفسرین نے لکھا ہے کہ اس میں ہر قسم کا وہ خرچ داخل ہے جو اللہ کے راستے میں کیا جائے، خواہ فرض زکوٰۃ ہو یا صدقات واجبہ یا نفلی صدقات وخیرات۔

انفاق فی سبیل اللہ میں تعجیل کا حکم

سورہ بقرہ کی ایک آیت مبارکہ ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ط (سورة البقره، آیت ۲۵۴)

''اے ایمان والو! خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تم کو روزی دی ہے۔ پہلے اس دن کے آنے سے (یعنی قیامت کا دن) کہ جس میں نہ خرید و فروخت ہے اور نہ آشنائی اور نہ سفارش''۔

اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو انفاق فی سبیل اللہ میں تعجیل جلدی کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ جان اور مال انسان کی سب سے محبوب چیزیں ہیں، جس کو خرچ کرنے سے انسان کتراتا اور بھاگتا ہے اور یہی دونوں چیزوں کی محبت انسان کو گناہوں میں بھی بکثرت مبتلا کرتی ہے۔ گویا ان دونوں کی محبت گناہوں کی جڑ ہے۔ اس سے نجات کا راستہ بتلایا گیا کہ اللہ کے راستے میں خرچ کرو۔ یہ دنیا ہی تمہارے عمل کا وقت اور موقع ہے۔ آخرت میں تو نہ عمل بکتے ہیں نہ کوئی دوستی نبھائے گا اور نہ کوئی سفارش سے چھڑا سکتا ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزانہ جب صبح ہوتی ہے تو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان میں ایک یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! مال خرچ کرنے والے کو اس کے بدلے میں اور دے اور دوسرا کہتا ہے اے اللہ! مال روکنے والے کا مال تلف کردے۔ (مشکوۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں۔ ایک تو یہ ہے کہ صدقہ کرنے سے یعنی اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے کسی بندہ کا مال کم نہ ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس بندہ پر ظلم کیا جائے اور وہ اس پر صبر کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کو ضرور عزت عطا فرمائے گا اور تیسری بات یہ ہے کہ جو بھی شخص بندوں سے مانگنے کا دروازہ کھولے گا تو اس کے لیے ضرور تنگدستی کا دروازہ کھل جائے گا۔ (تفسیر انوار البیان، جلد ۱، ترمذی و مشکوۃ)

شریعت کے مطابق خرچ پر بدل کا وعدہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: کہ ہم

صدقہ ہے اور کوئی آدمی جو اپنے نفس یا اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے وہ بھی صدقہ کے حکم میں ہے موجب ثواب ہے اور جو شخص خرچ کر کے اپنی آبرو بچائے وہ بھی صدقہ ہے اور جو شخص اللہ کے حکم کے مطابق کچھ خرچ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے کہ اس کا بدل دیا جائے گا۔ مگر وہ خرچ جو (فضول زائد از ضرورت) تعمیر میں یا گناہ کے کام میں کیا ہو گا اس کے بدل کا وعدہ نہیں۔

(معارف القرآن، جلد ۷ صفحہ ۳۰۳)

شیطان انسان کا دشمن، وہ فقر سے ڈراتا ہے

شیطان انسان کا بہت بڑا دشمن ہے۔ یہی نہیں کہ صرف اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے روکتا ہے بلکہ طرح طرح کی مشکلات سامنے لا کر پریشان کرتا ہے اور ڈراتا ہے اور حق کو جھٹلاتا ہے اور بندوں کے ایمان کو متزلزل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی آدم کے دل پر شیطان کی پہنچ بھی ہوتی ہے اور فرشتے کا نزول بھی ہوتا ہے۔ شیطان (تنگدستی وغیرہ سامنے لا کر) ڈراتا ہے اور حق کو جھٹلاتا ہے اور فرشتہ خیر کے واقع ہونے کی امیدیں دلاتا ہے اور حق کی تصدیق کرتا ہے۔ سو تم میں سے جو شخص بھی اسے محسوس کرے تو جان لے کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے، لہٰذا اللہ کی حمد کرے اور جو شخص دوسری بات محسوس کرے (شیطان کی سجھائی ہوئی چیز) وہ شیطان سے محفوظ رہنے کے لیے اللہ کی پناہ مانگے۔ یہ بات بیان فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ (سورۃ البقرہ، آیت ۲۶۸)

''شیطان تم کو ڈراتا ہے تنگدستی سے اور حکم دیتا ہے تمہیں فحش کاموں کا۔''

(تفسیر انوار البیان، جلد ا بحوالہ مشکوٰۃ، جلد ا)

شیطان نے اپنا داؤ چلا کر اول تو مال محبت ہمارے اندر خوب بھر دی ہے۔ پھر اگر کبھی خرچ کرنے کا انسان سوچ بھی لے تو اس سے وسوسوں میں مبتلا کر دیتا ہے کہ اگر اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے تو مال کم ہو جائے گا۔ تنگدستی آ جائے گی۔ اپنی کل کی ضرورت کے لیے مال بچا کر رکھو بچوں کے کام آئے گا۔ اس طرح وہ خرچ سے روکتا ہے، تنگدستی سے ڈراتا ہے، بخل اور

کنجوسی پر ابھارتا ہے جبکہ اللہ کا وعدہ یہ ہے:

وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ط (سورۃ البقرہ، آیت ۲۶۸)

''اور اللہ وعدہ فرماتا ہے تم سے اپنی طرف سے مغفرت کا اور فضل کا۔''

یعنی شیطان کے مقابلے میں اللہ کا وعدہ ہے کہ اللہ کے راستے میں تھوڑا خرچ کرو گے تو وہ بہت دے گا (دنیا میں)۔ اور آخرت کا اجر و ثواب الگ ہے۔

ایک انسان خاص طور پر ایک مسلمان اپنے خالق و مالک کے وعدوں کو بھول جائے اور شیطان کی باتوں میں آ جائے، سمجھداری کی بات نہیں ہے۔

(اللہ تعالیٰ بخل سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین)

سخت مزاج اور درشت آدمی کے لیے وعید جہنم

عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَایَدْخُلُ الْجَنَّۃَ الْجَوَّاظُ وَلَا الْجَعْظَرِیُّ قَالَ الْجَوَّاظُ الْغَلِیْظُ الْفَظُّ رواہ ابوداود فی سُنَنِہٖ وَالْبَیْہَقِیُ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَصَاحِبُ جَامِعِ الْاُصُوْلِ فِیْہِ عَنْ حَارِثَۃَ وَکَذَا فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ عَنْہُ وَلَفْظُہٗ قَالَ لَایَدْخُلُ الْجَنَّۃَ الْجَوَّاظُ الْجَعْظَرِیُّ یُقَالُ الْجَعْظَرِیُّ اَلْفَظُّ الْغَلِیْظُ۔

(معارف الحدیث، جلد ۲)

”حارثہ بن وھب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سخت گو اور سخت خو جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ راوی نے بیان کیا کہ جواظ کے معنی سخت اور سخت خو کے ہیں۔ اس (حدیث) کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن اور بیہقی نے شعب الایمان اور صاحب جامع الاصول نے جامع الاصول میں نقل کیا ہے اور اسی طرح شرح السنہ میں نقل کیا گیا ہے۔ شرح السنہ میں حدیث کے لفظ یہ ہیں (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جنت میں جواظ جعظری داخل نہیں ہوگا۔ جعظری "الفظ الغلیظ" (سخت گو سخت خو) کو کہا جاتا ہے۔“

حدیث مذکورہ میں سخت مزاج اور درشت آدمی کے لیے فرمایا جارہا ہے کہ ایسا شخص جنت سے محروم رہے گا۔ اس میں داخل نہیں ہوگا۔

نرم مزاجی کے وسیع فوائد

دین اسلام نے انسان کی اخلاقی تربیت پر خاص طور پر بہت زور دیا ہے اور اس بات کی بہت تاکید کی ہے کہ اپنے اخلاق اور اپنی زبان ولب ولہجہ کو اسلام اور دین کے بہترین سانچہ میں ڈھالے اور اس کو جتنی رفعتوں پر لے جایا جاسکتا ہے لے جائے۔ اخلاق کی درستی انسان کا اصل تہذیبی اور تمدنی سرمایہ ہے۔ جتنا انسان اخلاق کے اعتبار سے بلند ہوگا اتنا ہی مہذب اور شائستہ ہوگا اور کسی قدر اس کے اثر ورسوخ کے دائرے وسعت پذیر اور ہمہ گیر ہوں گے۔ اس ضمن میں زبان کو قابو میں رکھنے اور غیض وغضب سے دامن کو بچا کر رکھنے کی خصوصیت سے تاکید فرمائی گئی ہے۔ جس قدر انسان نرم مزاج ہوگا، نرم خو ہوگا، دل کا صاف اور ضمیر کا پاکیزہ ہوگا، اسی قدر لوگ اس کے گرویدہ ہوں گے۔ اس میں کشش اور جاذبیت ہوگی اور اس کے اوصاف حمیدہ کی بناء پر لوگوں سے اس کے روابط بڑھیں گے اور تعلقات وسیع سے وسیع تر ہوں گے۔ اس کی نرم مزاجی اور نرم طبیعت کی وجہ سے لوگ اس سے متاثر ہوں گے اور اسلام کے اثرات بھی وسیع ہوں گے۔

نرم مزاجی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی تعلیم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اخلاق کے سلسلے میں جن باتوں پر خاص طور پر زور دیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اخلاقی تعلیم میں جن کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ وہ لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آئے اور درشتی وسختی کا رویہ ولہجہ اختیار نہ کرے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خود مہربان ہے (نرمی اور مہربانی کرنا اس کی ذاتی صفت ہے) اور نرمی ومہربانی کرنا اس کو محبوب بھی ہے (یعنی اس کو یہ بات پسند ہے کہ اس کے بندے بھی آپس میں نرمی اور مہربانی کا برتاؤ کریں) اور نرمی پر وہ اتنا دیتا ہے جتنا کہ درشتی اور سختی پر نہیں دیتا اور جتنا کہ نرمی کے ماسوا کسی چیز پر بھی نہیں دیتا۔ (معارف الحدیث، جلد ۲ بحوالہ مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نرمی کی خصلت کا اپنا حصہ مل گیا اس کو دنیا اور آخرت میں سے حصہ مل گیا اور جس کو نرمی نصیب نہیں ہوئی وہ دنیا اور آخرت کے حصے سے محروم رہا۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی نرمی کی صفت سے محروم کیا گیا وہ سارے خیر سے محروم کیا گیا۔

مطلب یہ ہے کہ نرمی کی صفت اتنی بڑی خیر ہے اور اس کا درجہ اتنا بلند ہے کہ جو اس سے محروم رہا، گویا وہ اچھائی اور بھلائی سے یکسر محروم اور خالی ہاتھ رہا۔ (معارف الحدیث، جلد ۲)

نرم مزاج شخص کے لیے دوزخ کی آگ حرام

ابوداؤد شریف اور ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے، جس میں نرم مزاج آدمی کی بڑی تعریف کی گئی ہے اور اس کی طبیعت اور مزاج کی نرمی کی وجہ سے اس کو دوزخ کی آگ سے تحفظ کا یقین دلایا گیا ہے۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ یہ ہیں:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِمَنْ يَّحْرُمُ عَلَى النَّارِ وَبِمَنْ تَحْرُمُ النَّارُ عَلَيْهِ عَلٰى كُلِّ هَيِّنٍ۔ لَيِّنٍ۔ قَرِيْبٍ۔ سَهْلٍ۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی)

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو ایسے شخص کی خبر نہ دوں جو دوزخ کے لیے حرام ہے اور دوزخ کی آگ اس پر حرام ہے؟ (سنو میں بتاتا ہوں، دوزخ کی آگ حرام ہے) ہر ایسے شخص پر جو مزاج کا تیز نہ ہو، نرم مزاج ہو، لوگوں سے قریب ہونے والا ہو۔ نرم خو ہو (یعنی عادات واطوار کا دھیما ہو)۔"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار لفظ اس حدیث مبارکہ میں استعمال فرمائے ہیں: هَيِّنٌ، لَيِّنٌ قَرِيْبٌ سَهْلٌ۔ ان چاروں الفاظ کے معنی قریب قریب ایک ہی ہیں۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص زبان کا میٹھا ہے، اچھی خصلتوں کا حامل ہے، دل کا صاف اور مزاج کا نرم ہے، لوگوں سے محبت اور پیار سے رہنے کا عادی ہے، معاملات میں مہربان اور رقیق اور ملائمت اختیار کرتا ہے، وہ شخص اصحاب جنت میں سے ہے اور دوزخ کی آگ اس پر حرام ہے۔

سخت مزاجی کے نقصانات

جس طرح نرم مزاج اور نرم خو انسان اللہ اور اس کے بندوں کے نزدیک محبوب ہے۔ اس کی

عبادات مقبول ہیں۔ جنت کا مستحق اور دوزخ کا آگ سے دور ہوگا۔ اسی طرح سخت مزاج اور درشت خوانسان۔ اللہ اور اس کے بندوں کی یہاں مغضوب ہے اور اس کی یہ بری خصلت اس کو جنت سے محروم اور دوزخ میں لے جائے گی۔ جیسا کہ اوپر حضرت حارثہ بن وھب رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ بات آئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سخت کلام اور درشت طبیعت آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

مطلب یہ ہے کہ سخت مزاج آدمی جس کے مزاج میں سختی ہوگی، وہ اپنے گھر والوں، بیوی بچوں، عزیزوں کے لیے سخت ہوگا، پڑوسیوں کے حق میں سخت ہوگا۔ اگر استاذ ہے تو شاگردوں کے حق میں سخت ہوگا۔ اسی طرح اگر حاکم اور افسر ہے تو محکوموں اور ماتحتوں کے حق میں سخت ہوگا۔ اپنی اس سختی کی وجہ سے نہ لوگوں سے اچھی طرح میل جول رکھتا ہے۔ نہ لوگ اس کی قریب آتے ہیں بلکہ اس کی بری عادت کی وجہ سے لوگ اس سے دور رہتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی زندگی خود اس کے لیے اور اس سے تعلق رکھنے والوں کے لیے مستقل عذاب ہوتی ہے۔ بعض اوقات لوگ اس کی سختی کی وجہ سے اسلام سے بھی متنفر ہو جاتے ہیں اور سمجھنے لگتے ہیں کہ جیسا یہ مسلمان ہے ایسا ہی اسلام ہوگا اور اس کی تعلیمات بھی وہی ہوں گی جو اس میں پائی جاتی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوہ ہمارے لیے نمونہ

رہ گیا معاملہ دنیا کا تو اللہ تعالیٰ خود مہربان ہے۔ نرمی اور مہربانی اس کی ذاتی صفت ہے اور اسی صفت کے ساتھ اس نے اپنے نبی محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی متصف فرمایا ہے۔ ہم امتیوں کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوہ حسنہ بہترین نمونہ ہے۔

(اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس نرم مزاجی اور بردباری کا
کوئی حصہ ہمیں بھی نصیب فرمادے۔ آمین)

ناپ تول میں کمی کرنے والے کے لیے آخرت کی تباہی

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝١ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ
يَسْتَوْفُونَ ۝٢ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۝٣
أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُم مَّبْعُوثُونَ ۝٤ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ۝٥
يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝٦ (سورۃ المطففین، آیت ۱ تا ۶)

"بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے، جن کا حال یہ ہے کہ جب وہ لوگوں سے خود کوئی چیز ناپ (تول) کر لیتے ہیں تو پوری پوری لیتے ہیں اور جب وہ کسی کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو گھٹا کر دیتے ہیں۔ کیا یہ لوگ یہ نہیں سوچتے کہ انہیں ایک بڑے زبردست دن میں زندہ کر کے اٹھایا جائے گا، جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔"

کاروبار میں دیانت داری

اسلام بنیادی طور پر اور قطعی طور پر کسب مال میں حرام اور حلال کا امتیاز کرتا ہے اور اصرار کرتا ہے کہ راہ حق اور راہ نجات صرف یہ ہے کہ مال و دولت حلال طریقوں سے حاصل کی جائے۔ سورہ نساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ (سورۃ النساء، آیت ۲۹)

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ،

مگر یہ کہ تجارت ہو تمہاری آپس میں رضامندی سے وجود میں آئی ہو (تو وہ جائز ہے)۔"

کاروباری دیانت کا ایک رخ یہ ہے کہ ناپ تول اور وزن اور پیمانے کو صحیح اور درست رکھا جائے۔ دیانت وصداقت کو قائم رکھنا اسلام کا بنیادی مقصد ہے، لہٰذا کاروبار میں لینے دینے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک دوسرے کے حق کا خیال رکھیں۔

خرید وفروخت اور لین دین زندگی کا ایک شعبہ ہے اور ایک دوسرے کی ضرورت بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ناپ تول اور وزن و پیمانے کو صحیح رکھنے کی بہت تاکید کی ہے اور اسے گناہ کبیرہ یعنی ہلاک کر دینے والے گناہوں میں شمار کیا ہے۔

ناپ تول کو صحیح اور پورا رکھنے کا حکم

ناپ تول میں کمی وزیادتی کرنا، بایں صورت کہ دوسروں کو کم دینا ہو تو کم تولنا اور اگر دوسروں سے لینا ہو تو زیادہ تول کر لینا۔ ناپ تول میں کمی کرنا دراصل دوسرے کے حق پر ڈاکہ ڈالنا اور دوسرے کی چیز پر بے ایمانی سے قبضہ کرنا ہے۔

امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کچھ امتیں ایسی گذری ہیں جن کے افراد ناپ تول میں کمی کی بدترین خصلت و عادت میں مبتلا تھے۔ ان کا حال یہ تھا کہ وہ کوئی چیز دوسرے لوگوں سے لیتے تھے تو اسے پورا پورا ناپتے اور تولتے تھے، مگر جب کوئی چیز کسی کو دیتے تھے تو اس کے تول میں کمی کر دیتے تھے۔ ان کی اس خصلت اور بری عادت کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا اور وہ تہس نہس کر دیے گئے۔ ایسی قوموں میں سرفہرست حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ہے۔ (جس کا ذکر آگے آ رہا ہے)۔

یہ عمل بد اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور پکڑ کا سبب ہے۔ قرآن کریم میں ایک عمومی حکم یہ ہے کہ ناپ تول میں انصاف سے کام لو۔ اس میں ڈنڈی مت مارو۔ سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے:

وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿۱۸۲﴾ (سورہ الشعراء، آیت ۱۸۲)

"اور تم تولو سیدھے ترازو سے"۔

سورہ رحمٰن میں ارشاد ربانی ہے:

اَلَّا تَطْغَوْا فِی الْمِیْزَانِ ﴿٨﴾ (سورۃ الرحمٰن، آیت ٨)

"زیادتی نہ کرو ترازو میں اور سیدھی ترازو تولو انصاف سے اور مت گھٹاؤ تول میں۔"

سورہ انعام میں فرمایا:

وَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُکَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ

(سورہ انعام، ١٥٢)

"انصاف کے ساتھ پورا ناپو اور تولو۔ ہم کسی شخص اور اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں ٹھہراتے۔"

سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہوا:

وَاَوْفُوا الْکَیْلَ اِذَا کِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ۭ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ﴿٣٥﴾ (سورۃ الاسراء، آیت ٣٥)

"جب ناپو تو پورا ناپو اور صحیح ترازو سے تولو۔ یہ اچھا طریقہ ہے اور بلحاظ انجام بھی یہی بہتر ہے۔"

حضرت شعیب علیہ السلام کی امت کی کمزوری

اسلام بنیادی طور پر ایک فلاحی دین ہے اور کسی ایسے فعل کی اجازت نہیں دیتا، جس سے اللہ کی مخلوق کو تکلیف پہنچتی ہو اور جس کے اثرات بد سے معاشرے کا ڈھانچہ متاثر ہوتا ہو۔

قرآن کریم کے مندرجہ بالا احکامات کی خلاف ورزی پر جو وعید سورۃ المطففین میں ذکر ہے، اسے بھی ملاحظہ فرمایے۔ فرمایا:

وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ ﴿١﴾ الَّذِیْنَ اِذَا اکْتَالُوْا عَلَی النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ ﴿٢﴾ وَاِذَا کَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ یُخْسِرُوْنَ ﴿٣﴾ اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ﴿٤﴾ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿٥﴾ یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿٦﴾ (سورۃ المطففین، آیت ١ تا ٦)

"بڑی خرابی ہے، ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی، جن کا حال یہ ہے کہ جب وہ لوگوں سے خود کوئی چیز ناپ کر لیتے ہیں تو پوری پوری لیتے ہیں اور جب وہ کسی کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو گھٹا کر دیتے ہیں۔ یا یہ لوگ نہیں سوچتے کہ انہیں ایک بڑے زبردست دن میں زندہ کر کے

اٹھایا جائے گا۔ جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔''

سورہ مطففین کی مذکورہ آیت میں ناپ تول میں کمی وبیشی کے سلسلے میں جس تباہی و بربادی کا ذکر آیا ہے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم اس تباہی کا شکار ہوئی۔ یہ قوم اس معاشی خرابی اور تجارتی بے راہ روی میں سب سے زیادہ آگے تھی۔ وہ لوگوں سے خود کوئی چیز ناپ کر لیتے تو پوری لیتے اور جب وہ کسی کو ناپ کر یا تول کر دیتے تو گھٹا کر دیتے۔

قوم کو حضرت شعیب علیہ السلام کی نصیحت

حضرت شعیب علیہ السلام نے توحید کی دعوت کے ساتھ ساتھ ان کو اس بے راہ روی سے بھی باز رہنے کی تلقین کی، لیکن وہ نہ مانے۔ یہ لوگ کفر وشرک وبت پرستی میں مبتلا تو تھے ہی، لیکن اس کے علاوہ ناپنے اور کم تولنے میں بہت مشہور تھے۔ سوداگری کرتے تھے لیکن اس میں لوگوں کا حق نہیں دیتے تھے۔ دوسری طرف ایک انسانیت سوز حرکت یہ کرتے تھے کہ مسافروں کو راہ چلتے ڈرا دھمکا کر لوٹ لیا کرتے تھے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کو کفر وشرکت اور بت پرستی سے منع کیا اور ساتھ ہی ناپ تول میں ایمانداری کی تاکید فرمائی اور بار بار تاکید فرمائی۔ جس کا ذکر قرآن کریم نے مختلف انداز سے مختلف جگہوں پر کیا ہے۔

سورۃ الشعراء میں فرمایا:

اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿١٨١﴾ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿١٨٢﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿١٨٣﴾

''تم پورا ناپا کرو اور نقصان میں ڈالنے والے مت بنو اور تولو سیدھی ترازو سے اور مت گھٹا کر دو لوگوں کو ان کی چیزیں اور مت پھرو ملک میں فساد پھیلاتے ہوئے۔''

سورہ ہود میں حضرت شعیب علیہ السلام کی نصیحت کا ذکر یوں ہے، فرمایا:

وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴿٨٤﴾ وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا

النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۸۵﴾ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۸۶﴾ (سورہ ہود، آیت ۸۴ تا ۸۶)

''اور ناپ تول میں کمی مت کرو۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم خوشحال لوگ ہو اور مجھے تم پر ایک ایسے دن کے عذاب کا خوف ہے جو تمہیں چاروں طرف گھیر لے گا اور میری قوم کے لوگو! ناپ تول پورا پورا کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دیا کرو اور زمین میں فساد پھیلاتے مت پھرو۔ اگر تم میری بات مانو تو (لوگوں کا حق ان کو دینے کے بعد) جو کچھ اللہ کا دیا بچ رہے، وہ تمہارے حق میں کہیں بہتر ہے۔ اور (اگر نہ مانو تو) میں تمہارے اوپر پہرہ دار مقرر نہیں ہوا ہوں۔''

حضرت شعیب علیہ السلام کو قوم کا جواب

قوم اپنی بداعمالیوں میں مست تھی۔ قوم پر حضرت شعیب علیہ السلام کی نصیحتوں کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی بات ماننے کے بجائے الٹا انہوں نے ان سے یہ پوچھا کہ:

اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ۭ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴿۸۷﴾ (سورہ ہود، آیت ۸۷)

''کیا (اے شعیب) تمہاری نمازیں تمہیں اس بات کا حکم دے رہی ہے کہ ہم ان معبودوں کو چھوڑ دیں، جن کی ہمارے آباء واجداد عبادت کرتے تھے یا ہم اپنے مالوں میں جس طرح چاہیں تصرف کرنا چھوڑ دیں تو ہی ایک (قوم میں) عالی ظرف اور راست باز آدمی رہ گیا۔''

مطلب یہ تھا کہ یہ مال ہمارا ہے ہم جس طرح چاہیں حاصل کریں، کم ناپ تول کر حاصل کریں یا دھوکہ دے کر حاصل کریں۔ تم ہمیں روکنے والے کون؟ معاملہ جب حد سے زیادہ بڑھا اور لوگ سمجھانے بجھانے سے باز نہ آئے تو بالآخر وہی انجام ہوا جو نبی اور رسول کی بات نہ ماننے کا ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسا عذاب بھیجا جس نے انہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دیا اور یہ ایسا عذاب ہے جو شاید کسی اور امت کی طرف نہیں بھیجا گیا۔ قرآن کریم نے ان عذاب کی تفصیل ذکر فرمائی ہے۔

قوم شعیب علیہ السلام پر عذاب خداوندی

وہ عذاب اس طرح آیا کہ پہلے تین دن متواتر پوری بستی میں سخت گرمی پڑی اور ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ آسمان سے انگارے برس رہے ہیں اور زمین آگ نگل رہی ہے۔ اس تپش والی گرمی نے پوری بستی والوں کو پریشان کر دیا۔ تین دن کے بعد بستی والوں نے دیکھا کہ اچانک آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا بستی کی طرف بڑھ رہا ہے اور اس بادل کے نیچے ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہیں۔ چونکہ بستی کے لوگ تین دن سے سخت گرمی کی وجہ سے بلبلائے ہوئے تھے اس لیے سارے بستی کے لوگ بہت اشتیاق کے ساتھ بستی چھوڑ کر اس بادل کے نیچے جمع ہو گئے تا کہ یہاں ٹھنڈی ہواؤں کا مزہ اور لطف اٹھائیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بادل کے نیچے اس لیے جمع کرنا چاہتے تھے کہ سب پر ایک ساتھ عذاب نازل کر دیا جائے۔ چنانچہ جب وہ سب لوگ وہاں جمع ہو گئے تو وہی بادل جس میں ٹھنڈی ہوائیں آ رہی تھیں اس میں سے آگ کے انگارے برسنا شروع ہو گئے اور ساری قوم ان انگاروں کا نشانہ بن کر جھلس گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے آناً فاناً ختم ہو گئی۔ قرآن کریم نے اس واقعہ کی طرف اس آیت مبارکہ میں اشارہ فرمایا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ؕ (سورہ شعراء،۱۸۹)

”(یعنی) انہوں نے (حضرت شعیب علیہ السلام) کو جھٹلایا اور اس کے نتیجے میں سائبان والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا۔“

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی امت کو تنبیہ

ناپ تول میں کمی و بیشی کرنا درحقیقت دوسرے کے حق پر ڈاکہ ڈالنا ہے اور دوسرے کی چیز پر بے ایمانی سے قبضہ کرنا ہے۔

ان آیات مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ناپ تول میں بے ایمانی سے خیر و برکت جاتی رہتی ہے۔ اس کے ذریعے بے ایمانی کر کے اگر کچھ سرمایہ بڑھتا نظر آتا ہے، مگر ہوتا یہ ہے کہ ان کی یہ بداخلاقی کی برائی ان کی اقتصادی اور معاشی بربادی کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔

اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو متنبہ کیا کہ تم ناپنے تولنے میں کمی کرنے سے پوری

طرح اجتناب کرو تا کہ اس لعنت میں مبتلا ہونے کی وجہ سے کہیں خدا کے قہر و غضب کا شکار نہ ہو جاؤ۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپ تول کرنے والوں سے فرمایا کہ تمہارے ذمے ایسے دو کام ہیں (یعنی ناپنا اور تولنا) جس کے سبب سے تم سے پہلی امتیں ہلاک کی جا چکی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب بازار تشریف لے جاتے تو دکانداروں کے پاس کھڑے ہو کر فرماتے کہ ناپ تول میں اللہ سے ڈرو کیونکہ قیامت کے دن مطففین ایسی جگہ کھڑے کیے جائیں گے جہاں کہ شدت کے سبب لوگوں کا پسینہ دریا کی طرح بہتا ہوا ان کے نصف کانوں تک پہنچ جائے گا۔ (گناہ بے لذت، صفحہ ۴۸)

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسی کتاب ''گناہ بے لذت'' میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ بعض سلف نے بیان کیا کہ میں ایک مریض جاں بلب کی عیادت کے لیے گیا، اس کو کلمہ شہادت کی تلقین کی، اس نے کہنا بھی چاہا لیکن زبان نہ اٹھی۔ کچھ دیر کے بعد اس کو کچھ افاقہ ہوا تو میں نے پوچھا کہ جب میں نے تجھے کلمہ کی تلقین کی تو نے کلمہ کیوں نہ پڑھا۔ اس نے کہا: بھائی ترازو کا کانٹا میری زبان پر رکھا ہوا تھا جس کے سبب میں کلمہ نہ پڑھ سکتا تھا۔ میں نے اس سے کہا ''یا اللہ'' کیا تم کم تولا کرتے تھے؟ اس نے جواب دیا: بخدا ہرگز نہیں۔ ہاں یہ بات اکثر ہو جاتی تھی کہ میں زمانہ دراز تک اپنے ترازو کو جھاڑا نہیں کرتا تھا، اس لیے اس میں کچھ فرق پڑ جاتا ہوگا۔ (گناہ بے لذت، صفحہ ۴۸)

(اللہ تعالیٰ اس گناہ عظیم سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین)

کسی معاہد کے قتل کرنے پر وعید جہنم

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَإِنَّ رِيْحَهَا تُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ أَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا (رواہ البخاری)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی معاہد کو قتل کرے گا وہ جنت کی بو بھی نہ پائے گا، حالانکہ اس کی بو چالیس برس کی مسافت سے آتی ہے۔''

''معاہد'' سے مراد وہ کافر ہے، جس نے امام المسلمین کے ساتھ ترک قتال پر عہد کیا ہو، خواہ وہ ذمی ہو یا غیر ذمی۔

اسلام میں عہد و معاہدے کی اہمیت

عہد اور وعدہ و معاہدہ ان تمام معاملات کو شامل ہیں جن کی ذمہ داری اپنے اوپر لی جائے۔ خواہ اس ذمہ داری کے لیے کوئی قسم کھائی جائے یا نہیں اور خواہ وہ عہد کسی کام کرنے سے متعلق ہو یا نہ کرنے سے تعلق رکھتا ہو کسی سے عہد و معاہدہ کر کے عہد شکنی کرنا حرام اور بہت بڑا گناہ ہے۔

عہد تین طرح کا ہوتا ہے۔ ایک عہد وہ جو بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے۔ مثلاً ایمان، طاعت کا عہد یا حلال و حرام کی پابندی کا عہد۔ دوسرا وہ عہد جو ایک انسان کا خود اپنے نفس کے ساتھ ہے۔ جیسے کسی چیز کی نذر اپنے ذمہ لے یا قسم کھا کر کوئی چیز اپنے ذمہ کر لے۔ تیسرا عہد وہ

ہے جو ایک شخص دوسرے شخص سے کرتا ہے یا ایک جماعت دوسری جماعت سے کرتی ہے۔ اس میں وہ تمام سیاسی، تجارتی اور دوسرے معاہدات شامل ہیں جو آزاد جماعتوں یا حکومتوں کے درمیان ہوا کرتے ہیں۔ اگر وہ معاہدے شریعت کے خلاف نہ ہوں تو ان کا پورا کرنا واجب ہے۔ اس طرح کے معاہدات زیادہ اہمیت رکھتے ہیں، کیونکہ قوموں کی برادری میں انہی کی پابندی یا عدم پابندی کی بنا پر کسی قوم کا مقام پست یا بلند ہوتا ہے۔ معاہدات کو پورا کرنے سے بڑا وقار قائم رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی بھی حاصل ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۴﴾ (سورۃ الاسراء، آیت ۳۴)

"عہد کو پورا کرو، کیونکہ اس کے بارے میں تم سے جواب لیا جائے گا۔"

قرآن کریم کے اس حکم سے باآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عہد کی پابندی کتنی ضروری قرار دی گئی ہے اور اس کے لیے صاف صاف بتلا دیا گیا ہے کہ عہد کے سلسلے میں قیامت کے دن جواب طلبی ہوگی۔

سورہ نحل میں ارشاد ہوا:

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۹۱﴾

(سورۃ النحل، آیت ۹۱)

"اور جب تم آپس میں عہد کرو تو اس عہد کو پورا کرو اور پکی قسم کھانے کے بعد ان کو نہ توڑو اور تم نے اللہ کو ضامن بنایا ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔"

معاہدات کے حوالے سے حضور ﷺ کے ارشادات اور عملی نمونہ بھی احادیث کی کتابوں میں بھرے پڑے ہیں۔ لہٰذا کوئی عہد و معاہدہ ہے تو اس پر عمل ہونا چاہیے۔ دنیا کے فائدے کی پرواہ نہیں ہونی چاہیے۔ مسلمان کے لیے عہد کی خلاف ورزی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو دنیا میں اس کے برے نتائج بھگتنے کے علاوہ آخرت میں بھی جواب دہ ہونا پڑے گا۔

غیر مسلم سے معاہدہ اور ظلم کی ممانعت

غیر مسلم قوموں سے جو معاہدے ہوتے ہیں ضروری نہیں کہ وہ مسلمان ہوں۔ ایک مسلمان

قوم ایک غیر مسلم قوم سے بھی کوئی معاہدہ کرسکتی ہے۔ حضور ﷺ کے معاہدات سامنے ہیں۔ ہاں البتہ انہیں پورا کرنا چاہیے اوران کے ساتھ کوئی ظلم وزیادتی نہیں ہونی چاہیے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت والے دن ہر عہد کے توڑنے والے کے لیے ایک جھنڈا ہوگا۔ کہا جائے گا کہ یہ فلاں کی بدعہدی کا جھنڈا (نشان) ہے۔ (بخاری شریف)

مطلب یہ ہے کہ ایک مومن صادق القول اور وعدہ وفا کرنے والا ہوتا ہے۔ غداری اس کی خصلت نہیں ہوتی۔ غداری منافقت ہے، اس سے معاہدہ کرنے والے کو نقصان پہنچتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے مذکورہ بالا حدیث میں واضح فرمادیا ہے کہ قیامت کے دن بدعہدی کرنے والا (غدار) اس کی تشہیر کی جائے گی اور ایسے موقع پر کی جائے گی جب سارا عالم جمع ہوگا۔ اس کے لیے ایک ایسے بلند مقام پر جھنڈا کھڑا کیا جائے گا جہاں سب اسے دیکھ سکیں گے اور اس کی طعن وتشنیع اور تعذیب کے لیے کہا جائے گا کہ یہ فلاں ابن فلاں کی غداری اور بدعہدی ہے (مقصود اس کی ذلت ہوگی)۔ (اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔ آمین)

ایفائے عہد نہ کرنے سے آدمی بے اعتبار ہو جاتا ہے۔ اعتبار اور اعتماد کے بغیر خوشگوار معاشرتی زندگی محال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس کی تکمیل پر بہت زور دیا ہے اور اپنے عمل سے ایفائے عہد کی بے شمار مثالیں چھوڑی ہیں۔ آپ ﷺ نے کفار سے کیے ہوئے معاہدے بھی پورے کیے۔

اللہ تعالیٰ کا تین لوگوں سے جھگڑا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تین اشخاص سے میں قیامت کے دن جھگڑا کروں گا۔ ایک وہ شخص جس نے میرے نام سے عہد ومعاہدہ کیا اور پھر وعدہ خلافی کی اور ایک وہ شخص جس نے کسی آزاد انسان کو فروخت کیا۔ پھر اس کی قیمت کھا گیا۔ اور ایک وہ شخص جس نے کسی سے اجرت پر کام کروایا، اس نے کام تو پورا لے لیا لیکن اجرت ادا نہ کی۔ (صحیح بخاری)

قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وکالت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

''جو شخص کسی معاہد (غیر مسلم شہری) پر ظلم کرے، جس سے معاہدہ ہو چکا (جیسے ذمی اور مستامن) یا اس کا حق مارے گا یا اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالے گا (جیسے کسی ذمی سے اس کی حیثیت سے بڑھ کر زیادہ جزیہ لیا) یا اس کی کوئی چیز جبراً لے گا تو میں اللہ کی عدالت میں مسلمان کے خلاف دائر ہونے والے مقدمے میں اس غیر مسلم شہری کا وکیل بن کر کھڑا ہوں گا۔ یعنی اس شخص کے خلاف احتجاج کروں گا۔ (مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد)

تشریح:...... یہ بات تو آپ میں سے ہر شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ جس مظلوم کے وکیل کائنات کے سردار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے، اسے استغاثہ کے مقدمہ میں کسی صورت بھی شکست نہیں ہوسکتی۔

ایفائے عہد نہ کرنے سے آدمی ذلیل وخوار اور بے اعتبار ہو جاتا ہے چہ جائیکہ ایک معاہد کو قتل کیا جائے۔ ایسے ہی شخص کو جنت سے دور ہونے اور جہنم میں دخول کی خوشخبری ہے۔

(اللہ تعالیٰ اس برائی سے محفوظ فرمائے۔ آمین)

فیصلوں میں ظلم کرنے پر وعید جہنم

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ قَضَاءَ الْمُسْلِمِیْنَ حَتّٰی یَنَالَه، ثُمَّ غَلَبَ عَدْلُه، جَوْرَه، فَلَه، الْجَنَّةَ وَمَنْ غَلَبَ جَوْرُهٗ عَدْلَه فَلَه النَّارُ (رواہ ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص عہدہ قضا طلب کرے اور اس کو حاصل کر لے، پھر اگر اس کا عدل وانصاف ظلم پر غالب آ جائے تو اس کے لیے جنت ہے اور اگر اس کا ظلم عدل پر غالب آ جائے تو اس کے لیے جہنم ہے۔

حدیث مذکورہ میں اس شخص کے لیے جنت کی خوشخبری دی گئی ہے۔ جس نے عہدہ قضاء کو طلب کیا اور س نے عدل وانصاف سے کام لیا۔ اس کے برخلاف وہ شخص جس کا ظلم عدل پر غالب آ جائے اور ظالمانہ فیصلے کرے اس کے لیے جہنم ہے۔

عہدہ ومنصب کا تقاضہ

لوگوں میں بہت سے ایسے ہیں جو جاہ ومنصب کے دلدادہ ہیں اور اس کے حصول کے لیے ہر جائز وناجائز وسیلہ اختیار کرتے رہتے ہیں۔ جب تک یہ امید برنہ آئے وہ چین سے نہیں بیٹھتے، مگر یہ نہیں سمجھتے کہ ولایت کا یا حکومت کا بوجھ بہت ہی بھاری ہے۔ یہ عہدہ ومنصب عدل و انصاف اور خیر واحسان اور لوگوں میں مساوات کا تقاضا کرتا ہے۔ مطالب کا حصول آسان بنایا

جائے اور چھوٹے بڑے کا فرق مٹایا جائے۔ امتیازات ختم ہوں یہ سب باتیں احتیاط کا تقاضہ کرتی ہیں۔ لیکن جہاں عہدہ ملا سارے فرائض اور ذمہ داریاں بندہ بھلا بیٹھتا ہے اور اسے اپنی تمناؤں اور آرزوؤں کے برلانے کا وسیلہ سمجھ کر خوب فوائد سمیٹتا ہے۔ اپنے دشمنوں پر غصہ کرنے اور ان سے انتقام لینے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا لیکن پھر جیسے ہی کرسی گئی ذلت ورسوائی ان کا مقدر بنتی ہے۔

عدل کی تعریف

عدل عربی میں برابر تقسیم کرنے، سیدھا کرنے اور دو چیزوں میں برابری قائم کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اردو میں تقریباً اسی معنی میں ''انصاف'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ یعنی ہر حقدار کا حق ادا کرنا۔ اسی کی مناسبت سے حکام کا لوگوں کے نزاعی مقدمات میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا عدل کہلاتا ہے اور قرآن کریم میں ان تحکموا بالعدل اسی معنی کے لیے آیا ہے۔

(معارف القرآن، جلد ۲)

اسلام نے عدل کو عُدوان زیادتی اور ظلم کی ضد اور اس کے مخالف معنی میں استعمال کیا ہے۔

عدل وانصاف کا تاکیدی حکم

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے ذریعے کئی مقامات پر عدل وانصاف اختیار کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ مثلاً ایک جگہ فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ۔ (سورۃ النحل، آیت ۹۰)

''بے شک اللہ عدل واحسان اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔''

ایک دوسری آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو عدل وانصاف اختیار کرنے کی تاکید فرمائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ (سورہ شوریٰ، آیت ۱۵)

''(اے نبی ﷺ کہہ دیجیے کہ) مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے ساتھ عدل کروں۔''

اسی طرح سورہ نساء میں اہل ایمان کو تاکیداً فرمایا ہے:

وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ط (سورۃ النساء، آیت ۵۸)

''جب تم لوگوں کے درمیان فیصلے کرو تو عدل وانصاف کے ساتھ فیصلے کرو (یعنی کسی دباؤ یا لالچ یا شناسائی یا عزیزداری یا سفارش کے اثر سے کسی کی جانب داری نہ کرو)۔''

اسی طرح احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بہت سے مقامات پر ''عدل'' کرنے کی تاکید ملتی ہے۔ مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ خوشی اور ناراضی دونوں حالتوں میں انصاف سے بات کروں۔

شریعت اسلامیہ میں جن امور کا بہت اہمیت اور تاکید کے ساتھ حکم دیا گیا ہے ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا بھی ہے۔ حاکم بننا اور فیصلے کی ذمہ داری اپنے سر لینا یہ معمولی چیز نہیں۔ یہ ذمہ داری بہت بڑی ہے اور آخرت میں اس کا حساب بھی بہت بڑا ہے۔

عدل وانصاف میں مسلم وغیر مسلم سب برابر ہیں

مفسرین نے لکھا ہے کہ آیت بالا میں قرآن کریم کے اس تاکیدی جملہ میں حق تعالیٰ نے بَيْنَ النَّاسِ فرمایا ہے۔ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ یا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ نہیں فرمایا۔ اس میں اشارہ اس بات کی طرف کردیا گیا ہے کہ اختلافات یا نزاعات اور مقدمات کے فیصلوں میں سب انسان مساوی ہیں۔ مسلم ہوں یا غیر مسلم، دوست ہوں یا دشمن، اپنے ہوں یا بیگانے، ہم وطن، ہم رنگ یا ہم زبان ہوں یا غیر ہوں، فیصلہ کرنے والوں کا فرض ہے کہ ان سب تعلقات سے بالاتر ہوکر جو بھی حق وانصاف کا تقاضہ ہو وہ فیصلہ کریں اور ذرہ برابر کسی کی رورعایت نہ کریں۔ اور کسی بھی طور پر جانبداری نہ برتیں۔ (معارف القرآن، جلد ۲)

فیصلہ کرنے کی ذمہ داری معمولی کام نہیں

یقیناً عدل وانصاف بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے والا مقرر کیا گیا وہ بغیر چھری کے ذبح کردیا گیا۔ (مشکوۃ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

انصاف کرنے والے حاکم و قاضی پر قیامت کے دن ایک گھڑی ضروری ایسی آئے گی کہ وہ حساب کی سختی کی وجہ سے یہ تمنا کرے گا کہ میں کبھی کسی ایک کھجور کے بارے میں بھی فیصلہ نہ کرتا تو اچھا تھا۔ (تفسیر انوار البیان)

دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے:

اِعْدِلُوْا ۗ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ (سورۃ المائدہ، آیت ۸)

''انصاف سے کام لو، وہ تقویٰ اور پرہیزگاری سے قریب کرنے والی چیز ہے۔''

جنتی اور دوزخی حاکم و قاضی

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

فیصلہ کرنے والے تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک جنت میں ہوگا اور دو دوزخ میں ہوں گے۔ پس جو جنت میں ہوگا یہ وہ حاکم و قاضی ہوگا جس نے حق کو پہچانا اور اس کے مطابق فیصلہ کیا اور (ان میں سے) ایک وہ ہے جس نے حق کو پہچاننے کے باوجود ناحق فیصلہ کیا وہ دوزخ میں ہوگا۔ اسی طرح وہ حاکم و قاضی بھی دوزخ میں ہوگا جو جہالت کے ساتھ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتا ہے۔ (جسے حق اور ناحق کچھ پتہ ہی نہیں)۔ (تفسیر انوار البیان بحوالہ مشکوٰۃ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ مجھے تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث سناؤ جو تم نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ایک حاکم و قاضی کو لایا جائے گا۔ پل صراط ہلے گا اور اتنا ہلے گا کہ اس کا ایک ایک جوڑ ہل جائے گا اور جدا ہو جائے گا۔ پس اگر وہ حاکم و قاضی عادل ہوگا تو پل صراط سے گذر جائے گا اور اگر ظالم یا نافرمان ہوگا تو پل صراط وہیں پھٹ جائے گا اور وہ دوزخ میں گر جائے گا۔

(الکبائر للعلامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، تفسیر انوار البیان، جلد ۲)

یہ ہے ایک ظالم کا انجام جسے عہدہ و منصب نے اقبال مندی کے دور اور زمانے کی موافقت نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ حالانکہ اسے تو اس عارضی دور کے بدل جانے سے اور زمانے کے آنکھیں پھیر لینے سے ڈرتے رہنا چاہیے تھا، لیکن اسے اپنے عہدے کی قوت پر ناز تھا اور وہ سمجھتا

تھا کہ میری طاقت وقوت پائیدار اور تسلط بہت تادیر قائم رہے گا اور اس بات سے بے خوف تھا کہ اسے بہت جلد اپنی سرکشی اور جبر وتعدی کا مزہ چکھنا پڑے گا۔ اس دن جب آدمی اپنے بھائی، ماں، باپ، بیوی اور بیٹوں سے بھاگے گا۔ پھر یہ ظالم افسوس اور حسرت سے اپنے ہاتھ کاٹے گا اور کہے گا کاش میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ پر چلتا۔ لیکن اب کیا ہوگا؟ سب کچھ ختم ہو چکا ہوگا اور دوزخ مقدر بن جائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عدل، ایک مثال

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مختلف المزاج اور متحارب قبائل سے جن میں نخوت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی واسطہ رہتا تھا، اس لیے ان کا کام بڑا مشکل تھا۔ ان مشکلات کے باوجود اصول کے معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مثالی عدل کا لازوال مظاہرہ کیا۔ واقعہ پڑھیے:

مشہور واقعہ ہے کہ فاطمہ نامی عورت کا ہے جو قریش کے معزز خاندان بنی مخزوم سے تعلق رکھتی تھی، چوری کا جرم سرزد ہو گیا۔ لوگ چاہتے تھے کہ اسے سزا نہ ملے اور معاملہ دب جائے۔ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب خادم اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے رابطہ کیا اور ان کے اصرار پر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سفارش کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بنی اسرائیل اس کی بدولت تباہ ہوئے کہ وہ غرباء پر حد جاری کرتے اور امراء سے درگزر کرتے تھے۔ خدا کی قسم! میری بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بھی چوری کرتی تو اسے بھی یہی سزا ملتی۔

(بخاری و مسلم، کتاب الحدود)

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ خاتون جنت جیسی ہستی بھی عدل کے نفاذ سے بالاتر نہیں سمجھی جا سکتی تھیں۔

خلافت راشدہ میں عدل کی مثالیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جبلہ شاہ غسان کے اسلام لانے پر بہت خوشی ہوئی کیونکہ اس سے اس کی رعیت کے لیے اسلام لانے کا امکان پیدا ہو گیا تھا۔ ایک مرتبہ دوران طواف جبلہ کے کپڑے پر کسی غریب بدو کا پاؤں آ گیا جس پر جبلہ نے زناٹے دار طمانچہ رسید کیا اور بدو کا دانت ٹوٹ گیا۔ اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت۔ جبلہ نے اعتراف کیا تو آپ نے مدعی سے فرمایا کہ تم

جبلہ سے قصاص لے سکتے ہو۔

جبلہ نے کہا کہ اس بازاری کو مجھ جیسے بادشاہ کے برابر کس چیز نے کر دیا جو اُس کو مجھ سے قصاص لینے کا حق ہو گیا؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسلام نے تم دونوں کو برابر کر دیا ہے۔ جبلہ نے قصاص کے لیے ایک روز کی مہلت لی اور رات کو نکل بھاگا اور مرتد ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی ذرا پرواہ نہیں ہوئی اور نہ اسلام کو جبلہ کے ارتداد سے کوئی نقصان پہنچا بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رعایت کرتے تو اسلام کو ضرر پہنچتا اور لوگوں میں خیال پیدا ہوتا کہ اسلام ضعیف کو قوی سے حق نہیں دلا سکتا۔ (ماخوذ از حقوق العباد و تحفۃ العرب)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک دن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کچھ نزاع ہوا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ہاں مقدمہ پیش ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے تو انہوں نے تعظیم کے لیے جگہ خالی کر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ پہلی ناانصافی ہے جو تم نے اس مقدمہ میں کی۔ یہ کہہ کر اپنے فریق کے برابر بیٹھ گئے۔ یہ اسلام میں عدالتی مساوات کی ایک روشن مثال ہے۔

اس نوعیت کی مثالیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت میں بھی ملتی ہیں۔ زرہ کی چوری کے مقدمہ میں مدعی کی حیثیت سے قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت میں پیش ہوئے۔ مدعا علیہ ایک (غیر مسلم) ذمی تھا۔ قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا: ابو تراب اپنے فریق کے برابر بیٹھیے۔

قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے محسوس کیا کہ یہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بری لگی ہے۔ وہ بولے: ابو تراب! شاید آپ کو میری یہ بات ناگوار گذری ہے، مگر اسلام کے قانونی اور عدالتی مساوات کا تقاضا یہی ہے کہ آپ فریق کے برابر بیٹھیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: مجھے یہ چیز بری نہیں لگی کہ آپ نے مجھے فریق مقابل کے برابر بیٹھنے کی ہدایت کی بلکہ مجھے جو چیز ناگوار گزری ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے مجھے کنیت کے ساتھ خطاب کیا اور اس طرح میرے فریق کے مقابلے میں میری عزت افزائی کی۔ یہ میرے فریق کے ساتھ ناانصافی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے ابو شحمہ کو (جس نے شراب پی تھی) اپنے ہاتھ سے (اور بعض روایات میں ہے کہ اپنے غلام سے) اسّی (۸۰) کوڑے مارے اور وہ انتقال کر گئے۔ (مخزن اخلاق)

یہ عادلانہ نظام ہی تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بلا خوف اور بغیر محافظ گرمی کے موسم میں ایک درخت کے نیچے پتھر پر سر رکھ کر سو رہے تھے کہ روم کا قاصد ان کی تلاش میں آ نکلا اور انہیں اس طرح سوتا دیکھ کر حیران رہ گیا کہ جس شخص سے ساری دنیا کانپتی ہے وہ کس حالت میں محوِ خواب ہے۔ پھر اس نے کہا کہ اے عمر! تم عدل کرتے ہو اور تمہیں پتھر پر نیند آ جاتی ہے اور ہمارے بادشاہ ظلم کرتے ہیں اس لیے انہیں مخملی بستروں پر بھی نیند نہیں آتی۔

ہمارے حکام کے لیے بڑا سبق

مذکورہ آیات مبارکہ اور احادیث مبارکہ میں ہمارے حکمرانوں کے لیے بڑا سبق ہے۔ بڑے بڑے جاہ وجلال، شان وشوکت والے بادشاہ گذرے ہیں، ان میں بہت سے عدل و انصاف کر کے لاکھوں کروڑوں رعایا کی دعائیں لے کر خدا کے پاس سرخرو ہو کر چلے گئے اور اب وہ جنت کی نعمتوں سے لطف اٹھا رہے ہیں اور بہت سے ایسے بھی گذرے ہیں جنہوں نے ظلم وستم کی داستانیں چھوڑیں اور رعایا کی بددعائیں لے کر اس دنیا سے گئے اور اب طرح طرح کے عذاب میں مبتلا ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حکومت کفر کے ساتھ تو قائم رہ سکتی ہے اور چل سکتی ہے مگر ظلم و زیادتی اور ناانصافی کے ساتھ نہیں چل سکتی۔ جس حکومت سے عدل وانصاف رخصت ہو جاتا ہے تو اسی کے ساتھ اللہ کی برکتیں اور رحمتیں بھی اٹھ جاتی ہیں جس کا ہم خوب مشاہدہ کر رہے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں آج ہر طرف قتل وغارت گری کا بازار گرم ہے۔ ہر طرف بے اطمینانی واضطراب اور بے چینی، لوٹ مار کا دور دورہ ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے کہ آج عدل وانصاف ہم سے نکل چکا ہے۔

ظلم کی تاثیر، واقعہ عجیبہ

جو شخص عدل وانصاف کرتا ہے، اس کا اثر بھی اچھا پڑتا ہے۔ رعایا پر اور جاندار و بے جان چیزوں پر اور جو شخص ظلم وتعدی کا راستہ اختیار کرتا ہے، اس کا اثر تمام رعایا اور جاندار و بے جان پر

بہت برا پڑتا ہے۔ حتیٰ کہ شجر و اشجار، گھاس پھونس تک میں ظلم کا اثر سرایت کرتا ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل واقعات سے ظاہر اور عیاں ہے۔

نوشروان ایک مرتبہ شکار کے لیے نکلا۔ شکار کرتے کرتے بہت دور جا نکلا اور اپنے لشکر سے جدا ہوگیا۔ اب بادشاہ کو پیاس کی شدت نے گھیر لیا، لہٰذا بادشاہ ایک باغ میں پہنچا جو کہ انار کے پکے اور عمدہ پھلوں سے لہلہا رہا تھا۔ اتفاق سے باغ میں ایک بچہ حاضر تھا۔ بادشاہ نے بچے سے کہا کہ شربت انار مجھے پلاؤ۔ بچہ باغ میں گیا اور ایک انار کا دانہ توڑ کر لے آیا۔ اسے پھاڑا اور رس نچوڑا، پھر اس کو نوشروان کی خدمت میں پیش کیا۔ بادشاہ نے اسے پیا تو بہت عمدہ پایا۔ دل ہی دل میں ارادہ کیا کہ کیوں نہ اس پر ٹیکس لگا دیا جائے۔ کہا کہ ایک گلاس اور پلاؤ۔ بچہ پہلے والے پودے کی اسی شاخ سے ایک دانہ توڑ کر لایا اور گلاس بھرا۔ جب پیا تو ذائقہ ترش اور بدبودار پایا تو بچے سے سوال کیا کہ اے بچے کیا ہوا پہلے بہت شیریں تھا اب بہت ترش ذائقہ ہے۔

بچہ ذہانت و فطانت کا مالک اور بڑا عقل مند، دانش مند اور باشعور تھا۔ جواباً عرض کیا کہ شاید کہ اس شہر کے بادشاہ نے ظلم کا ارادہ کر لیا ہے، جس کے اثر و تاثیر سے انار ترش ہو گئے ہیں۔ نوشروان نے اپنے دل ہی دل میں فوراً ظلم سے توبہ کی اور کہا کہ ایک گلاس اور پلا دو۔ بچے نے فوراً ایک دانہ توڑ کر رس نکالا تو گلاس بھر گیا۔ نوشروان نے پیا تو پہلے کی طرح عمدہ ذائقہ پایا تو پھر بچے سے پوچھا کیا ہوا؟ ذائقہ بدل گیا ہے۔ بچے نے اپنی فراست سے جواب دیا: شاید کہ شہر کے بادشاہ نے ظلم سے توبہ کر لی ہے۔ بادشاہ کو بڑی عبرت ہوئی اور آئندہ عدل و انصاف کا پختہ ارادہ کر لیا۔ (تفسیر کبیر، جلد ۱ صفحہ ۲۰۶)

(اللہ تعالیٰ ہمیں انفرادی و اجتماعی دونوں معاملات میں
عدل و انصاف کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین)

مال غنیمت میں خیانت کرنے پر وعید جہنم

عَنْ خَوْلَةَ الْاَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رِجَالًا يَتَخَوَّضُوْنَ فِيْ مَالِ اللهِ بِغَيْرِ حَقٍّ فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (رواہ البخاری)

''حضرت خولۃ الانصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک بہت سے آدمی اللہ تعالیٰ کے مال میں ناحق تصرف کرتے ہیں (یعنی بیت المال یا زکوٰۃ اور غنیمت میں امام المسلمین کی اجازت کے بغیر تصرف کرتے ہیں اور اپنے حق اور اپنی اجرت سے زیادہ لیتے ہیں) تو ان کے واسطے آگ ہے قیامت کے دن۔''

حدیث مذکورہ میں مال غنیمت میں خیانت کی مذمت کے ساتھ ساتھ خیانت کرنے والے کی سزا جہنم بتلائی گئی ہے۔

اسلام اور خیانت

اسلام میں خیانت کی بہت ہی زیادہ مذمت کی گئی ہے۔ خیانت ایک نہایت مہلک مرض اور معاشرے کے لیے ناسور کی طرح ہے جو بالآخر پورے معاشرے کو اپنے شکنجے میں جکڑ کر مکروہ اور غلیظ بنادیتا ہے۔ خیانت ایک ایسا سم قاتل ہے جو افراد کی رگ و پے میں سرایت کر کے سارے معاشرے کو زہر آلود کر دیتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں خیانت کی بہت ہی زیادہ مذمت بیان کی گئی ہے اور خیانت کرنے والی کو خائن کا نام دیا گیا ہے۔ خائن سے متعلق اللہ تعالیٰ اپنی ناپسندیدگی کا

اظہار ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْخَآئِنِیْنَ

''بلاشبہ اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔''

ایمان کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ آدمی امانت دار اور امین رہے۔ کسی بھی صورت امانت میں خیانت نہ کرے۔ ایمان کے ساتھ امانت کی ادائیگی پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کا قرب، معیت، تصرف، ابدی جنت اور اس میں دائمی نعمتوں، بلند درجات اور بہترین اجر و انعامات کا حصول ہوگا۔

خیانت کے معنیٰ میں وسعت

ایک شخص کا جو حق دوسرے کے ذمہ واجب ہو اس کو ایمانداری سے ادا نہ کرنا یہ خیانت اور بد دیانتی ہے۔ کسی کی دی ہوئی امانت میں ناجائز تصرف کرنا یا مانگنے پر واپس نہ کرنا خیانت ہے۔ کسی کا راز کھول دینا بھی خیانت ہے۔ جو کام اپنے ذمہ لیا ہو اسے دیانت داری سے انجام نہ دینا بھی خیانت ہے۔ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اقرار کر کے اسے پورا نہ کرنا بھی خیانت ہے۔ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے دشمنوں کی چوری چھپے امداد کرنا بھی خیانت ہے۔

سورہ انفال میں ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِکُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴿۲۷﴾ (سورہ انفال، آیت ۲۷)

''اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی خیانت نہ کرو اور نہ آپس کی امانتوں پر جان کر بد دیانتی کرو۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی تین علامتیں بتائی ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ جب کوئی امانت اس کے سپرد کی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خیانت سے پناہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جن بری باتوں سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے، ان میں سے ایک خیانت بھی ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ! مجھے خیانت سے بچائے رکھنا کہ یہ بہت برا

اندرونی ساتھی ہے۔

خیانت صرف دل ہی سے نہیں ہوتی بلکہ ہر عضو سے ہوسکتی ہے۔لیکن اگر انسان کا ایمان ہو کہ ایک ذات ایسی ہے جو میری ہر ہر حرکت کو جانتی ہے اور باخبر ہے تو وہ خیانت کی جرأت نہیں کرسکتا۔سورہ مومن میں ہے:

يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾ (سورۃ مومن، آیت ۱۹)

''اللہ جانتا ہے آنکھوں کی خیانت کاری کو اور جو چھپا ہے سینوں میں۔''

خائن کا حشر قیامت کے دن

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان خطبہ دیا، جس میں مال غنیمت کی چوری کے مسئلے کو بڑی اہمیت کے ساتھ پیش کیا، پھر فرمایا:

۱......میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر اونٹ ہے جو زور سے بلبلا رہا ہے اور یہ شخص کہہ رہا ہے کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میری مدد فرمایے (اس گناہ سے بچایے) تو میں کہوں گا کہ میں تیری کچھ بھی مدد نہیں کرسکتا۔ میں نے تو تجھے یہ بات دنیا میں پہنچادی تھی۔

۲......میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر کوئی گھوڑا ہے جو ہنہنا رہا ہے اور یہ شخص کہہ رہا ہے: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میری مدد کو دوڑیے۔ تو میں کہوں: میں تیرے لیے کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ میں نے تجھے دنیا میں یہ بات پہنچادی تھی۔

۳......میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ دیکھوں کہ اس کی گردن پر کوئی بکری سوار ہے اور وہ ممیا رہی ہے اور یہ شخص کہہ رہا ہے: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میری مدد کو آیے۔ تو میں اس کے جواب میں کہوں: میں یہاں تیرے لیے کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ میں نے تو دنیا میں تجھے بات پہنچادی تھی۔

۴......میں تم میں سے کسی کو قیامت والے دن اس حال میں نہ دیکھوں کہ اس کی گردن پر کوئی انسان سوار ہے اور وہ چیخ رہا ہے اور یہ شخص کہہ رہا ہے کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میری مدد کو پہنچیے۔ تو اس کے جواب میں کہوں: میں یہاں تیرے لیے کچھ نہیں کرسکتا۔ میں نے تو دنیا میں

تجھے بات پہنچادی تھی۔

۵......میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ دیکھوں کہ اس کی گردن پر کپڑے کے ٹکڑے لہرا رہے ہیں اور وہ کہہ رہا ہے: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میری مدد فرمایے۔ تو میں اس کے جواب میں کہوں: میں تیرے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ میں نے تجھے بات پہنچادی تھی۔

٦......میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر سونا چاندی سوار ہے اور وہ کہہ رہا ہے: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میری مدد فرمایے۔ تو میں اس کے جواب میں کہوں: میں تیرے گناہ کی پاداش کو ذرا بھی نہیں ٹال سکتا۔ میں نے تو تجھے دنیا میں بات پہنچادی تھی۔ (بخاری و مسلم)

اس حدیث میں جانوروں کے بولنے اور کپڑے کے لہرانے کا مطلب یہ ہے کہ مال غنیمت کی یہ چوریاں قیامت کے دن چھپائی نہ جا سکیں گی۔ ہر گناہ چیخ چیخ کر متعلقہ شخص کے مجرم ہونے کا اعلان کرے گا۔ واضح رہے کہ یہ صرف مال غنیمت کی چوری کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ ہر بڑے گناہ کا یہی حال ہوگا۔ اللہ اس برے انجام سے ہر مسلمان کو بچائے اور برا وقت آنے سے پہلے توبہ کی توفیق نصیب ہو۔

مدعم نامی غلام کی خیانت کا واقعہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ کسی شخص نے ایک غلام جسے مدعم کہا جاتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہدیہ بھیجا۔ اس درمیان کہ مدعم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کجاوہ اتار رہا تھا اچانک اس کو ایک تیر آ کر لگا، جس کو پھینکنے والا معلوم نہ تھا، جس نے اس کو قتل کر دیا۔ لوگوں نے کہا: اسے جنت مبارک ہو۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہرگز نہیں۔ بے شک وہ چادر جو اس نے خیبر کے دن مال غنیمت سے تقسیم سے پہلے لی تھی، وہ اس پر آگ ہو کر شعلہ مارتی ہے۔ آگ کا شعلہ ہو کر بھڑک رہی ہے۔ جب لوگوں نے یہ وعید شدید سنی تو ایک شخص ایک تسمہ یا دو تسمے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آگ کا ایک تسمہ ہے یا آگ کے دو تسمے ہیں۔ (یعنی بغیر تقسیم کے مال غنیمت میں

سے ان کا لے لینا بھی موجب عذاب ہے۔" (بخاری ومسلم)

اعاذنا اللہ منہ۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

دوسرے کی چیز کا استعمال بھی خیانت ہے

ایک بات یہ ہے کہ اگر دوسرے کی چیز ہمارے استعمال میں ہے تو اس چیز کو مالک کی مرضی کے خلاف استعمال کرنا بھی امانت میں خیانت ہے۔ مالک نے جس کام کے لیے دی، اس کام میں استعمال کرنا تو جائز ہے، کیونکہ اس کی مرضی اس میں شامل ہے، لیکن اس کی مرضی کے خلاف چوری چھپے استعمال کیا جائے گا تو یہ امانت میں خیانت ہوگی اور بڑا گناہ ہے۔ مثلاً کسی نے آپ کو کسی خاص مقصد کے استعمال کے لیے گاڑی دے دی تو اب خاص مقصد میں استعمال کرنا تو جائز ہے لیکن اس خاص مقصد کے علاوہ دوسرے کسی کام میں استعمال کرلی جائے تو ناجائز، حرام اور امانت میں خیانت ہے۔

امانت داری کو شعار بنائیں

عبدالرحمٰن بن ابی قراد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن وضو کیا تو آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم وضو کا پانی لے لے کر (اپنے چہروں اور جسموں پر) ملنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کو کیا چیز اس فعل پر آمادہ کرتی ہے اور کونسا جذبہ تم سے یہ کام کراتا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت۔ ان کا یہ جواب سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی یہ خوشی ہو اور وہ یہ چاہے کہ اس کو اللہ اور رسول سے حقیقی محبت ہو یا یہ کہ اللہ اور رسول اس سے محبت کریں تو اسے چاہیے کہ جب وہ بات کرے تو ہمیشہ سچ بولے اور جب کوئی امانت اس کے سپرد کی جائے تو ادنیٰ خیانت کے بغیر اس کو ادا کرے اور جس کے پڑوس میں اس کا رہنا ہو، اس کے ساتھ بہتر سلوک کرے۔ (رواہ البیہقی)

فائدہ:......اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ و رسول کی محبت اور ان کے ساتھ سچے تعلق کا اولین تقاضا یہ ہے کہ آدمی ہمیشہ سچ بولے۔ امانت داری کو شعار بنائے اور جھوٹ، خیانت سے کامل پرہیز کرے۔ اگر یہ نہیں تو محبت کا دعویٰ ایک بے جا جسارت اور ایک طرح کا نفاق ہے۔

جھوٹ اور خیانت ایمان کے منافی ہے

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کی طبیعت اور فطرت میں ہر خصلت کی گنجائش ہے، سوائے خیانت اور جھوٹ کے۔ (رواہ البیہقی)

فائدہ:..... مطلب یہ ہے کہ مومن اگر واقعی مومن ہو تو جھوٹ اور خیانت کی اس کی فطرت میں گنجائش نہیں ہوسکتی۔ دوسری برائیاں اور کمزوریاں اس میں ہوسکتی ہیں لیکن خیانت اور جھوٹ جیسی خالص منافقانہ عادتیں ایمان کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتیں۔ پس اگر کسی میں یہ بری عادتیں موجود ہوں تو اسے سمجھنا چاہیے کہ اس کو ایمان کی حقیقت ابھی نصیب نہیں ہوئی ہے اور اگر اپنی اس محرومی پر وہ مطمئن نہیں رہنا چاہتا ہے تو اس کو ان خلاف ایمان عادتوں سے اپنی زندگی کو پاک کرنا چاہیے۔

(اللہ تعالیٰ اس برائی سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین)

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ
واصحابہ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین

ماخذ و مراجع

تفسیر ابن کثیر	امام حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر مظہری	علامہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر معارف القرآن	مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر انوار البیان	استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
بخاری شریف	امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ
مسلم شریف	ابو الحسن مسلم بن الحجاج القشیری رحمۃ اللہ علیہ
ترمذی شریف	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی رحمۃ اللہ علیہ
ابوداؤد شریف	ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی رحمۃ اللہ علیہ
ابن ماجہ شریف	ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینی رحمۃ اللہ علیہ
الادب المفرد	حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ
ریاض الصالحین	حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ
مشکوٰۃ شریف	امام ابو محمد الحسین بن مسعود رحمۃ اللہ علیہ
الترغیب والترہیب	حضرت علامہ زکی الدین عبد العظیم المنذری رحمۃ اللہ علیہ
مظاہر حق شرح مشکوٰۃ	علامہ قطب الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
معارف الحدیث	حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ
گناہ بے لذت	مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ
حیاۃ المسلمین	حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
اصلاح خواتین	حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
منتخب احادیث	حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

حیاۃ الصحابہ	حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ
فضائل اعمال	حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ
سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم	علامہ شبلی نعمانی وعلامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ
زبان کی حفاظت	استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
فضائل توبہ واستغفار	استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اصلاحی تقریریں	استاذ محترم مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہم
اصلاحی خطبات	استاذ محترم شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
مرنے کے بعد کیا ہوگا؟	استاذ محترم حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
فضائل صدقات	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ
ندائے منبر ومحراب	حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ
ترک گناہ اور اصلاح معاشرہ	حضرت مولانا مفتی احسان اللہ شائق صاحب مدظلہم
جہنم کے خوفناک مناظر	حضرت مولانا امداد اللہ انور صاحب مدظلہم
حقوق الوالدین	استاذ محترم حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
خطبات حکیم الاسلام	حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ
نورستان	محترم حکیم محمد سعید شہید رحمۃ اللہ علیہ علیہ السلام
حقوق العباد	جناب محترم جسٹس اوصاف علی صاحب

تمت

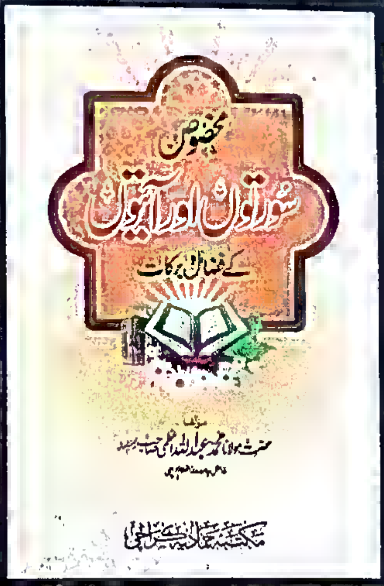

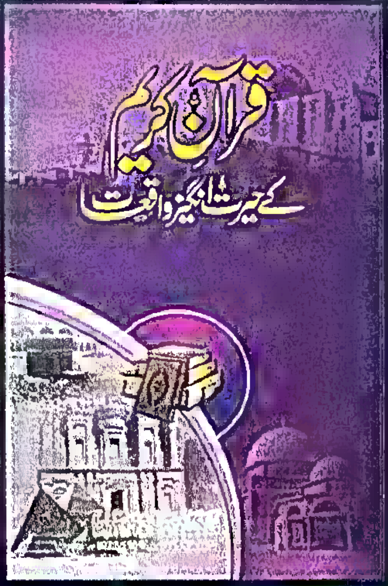

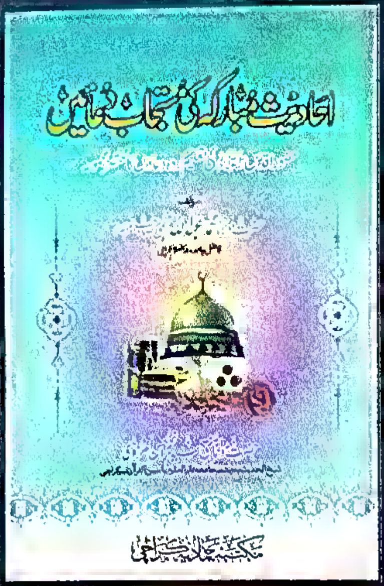

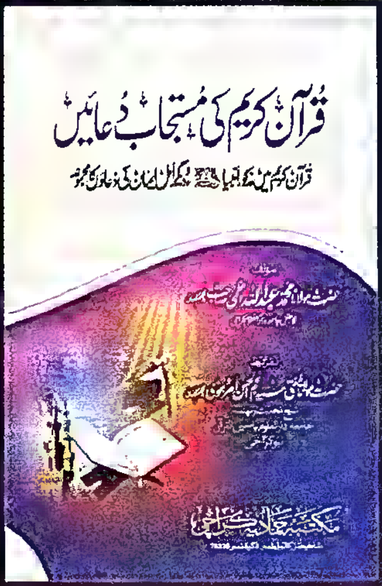

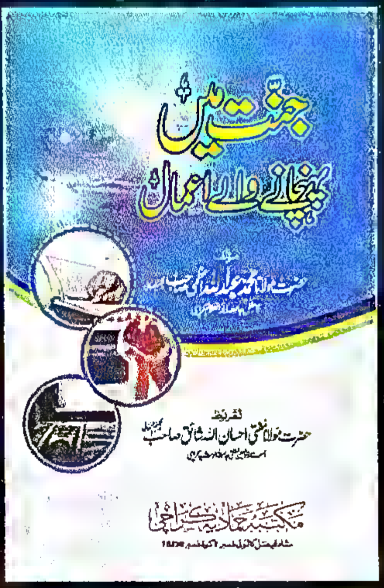

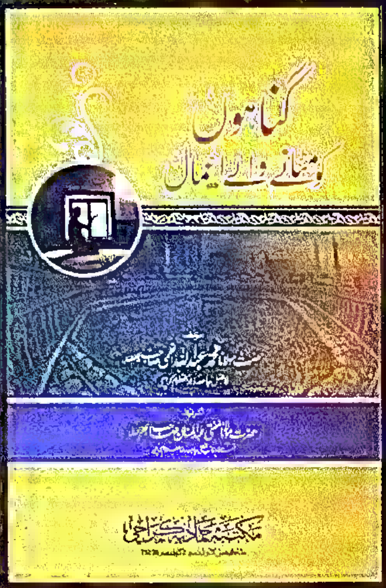

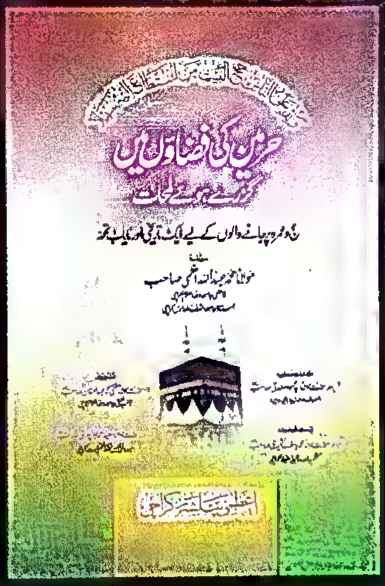

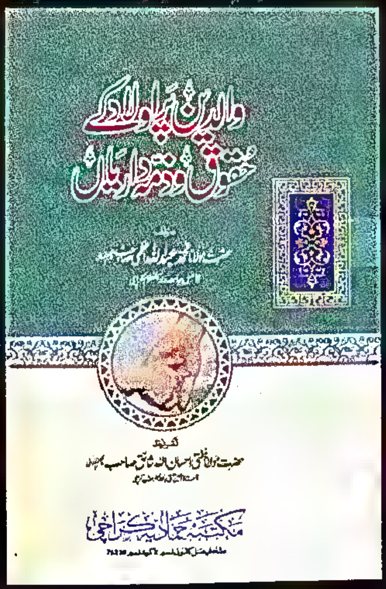

ArtPoint: 0302-2691277

مکتبہ حمادیہ کراچی
شاہ فیصل کالونی نمبر 2 کوڈ نمبر 75230
فون نمبر: 021-34572537, 0333-3558552